اَلرَّحمٰنُ فَسْئَلْ بِہٖ خَبِیْرًا

رحمٰن کی شان کسی باخبر سے پوچھو!

شریعت و تصوّف

فنِّ تصوّف کی مکمل و مدلّل کتاب

تالیفِ لطیف:

مسیح الامّت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب دامت فیوضہم

خلیفۂ ارشد

حکیم الامّت مجدد الملّت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی

قُدِّس سرہٗ

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

پوسٹ بکس: ۴۳۰، ریلوے روڈ - ملتان - پاکستان

DATA ENTERED

أَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيرًا

رحمٰن کی شان کسی باخبر سے پوچھو!

شریعت و تصوف

مجلد

فنِ تصوف کی مکمل و مدلل کتاب

تالیفِ لطیف:

مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب دامت فیوضہم

خلیفۂ ارشد

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی

قدس سرہٗ

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

پوسٹ بکس: ۱۴۳، ریلوے روڈ ـ ملتان ـ پاکستان

٢٩٧٢٦١
٢
٦٢٩٣ ش
٢٧٧٢٢

نام کتاب ——————— "شریعت وتصوّف"
طبع اوّل (پاکستان میں) ——————— ربیع الاوّل ۱۴۰۲ھ
بمطابق جنوری ۱۹۸۲ء
باہتمام ——————— محمد اسحاق عفی عنہ
ناشر ——————— ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان
طباعت ——————— روحانی آرٹ پریس ملتان
——————— یوسف جاوید زمرد قلم ملتان
قیمت ——————— عمدہ پیپر مجلد اعلیٰ ۴۰/- روپے
تعداد ——————— گیارہ سو

ملنے کے پتے

۱۔ ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ۔ پوسٹ بکس ۴۳۰۔ ریلوے روڈ۔ ملتان
۲۔ مکتبہ امدادیہ۔ بیت الاشرف۔ باغِ حیات۔ سکھر
۳۔ ادارہ اسلامیات۔ ۱۹۰، انارکلی۔ لاہور
۴۔ کتب خانہ مظہری۔ گلشن اقبال، بلاک ۲۔ کراچی
۵۔ مکتبہ رشیدیہ۔ غلہ منڈی۔ ساہیوال
۶۔ مکتبہ دینیات۔ رائے ونڈ، ضلع لاہور

Marfat.com

DATA ENTERED

عرضِ ناشر

آپ کے مبارک ہاتھوں میں موجود کتاب "شریعت و تصوف" مسیح الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب مدظلہم خلیفہ ارشد حکیم الامت حضرت تھانوی رح کی تالیف لطیف ہے۔ جو اپنے موضوع کے لحاظ سے نہایت جامع اور منفرد کتاب ہے ——— کتاب ہذا اگرچہ ہندوستان میں پہلے شائع ہو چکی ہے۔ تاہم اب نئے اضافوں کے ساتھ پاکستان میں باجازتِ خصوصی حضرت محترم صاحبِ تصنیف پہلی بار طبع ہو رہی ہے۔

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان نے باوجود اپنے محدود وسائل کے پوری طرح کوشش کی ہے کہ کتاب کے باطنی حسن کی طرح اس کا ظاہری حسن بھی قائم رہ سکے۔ چنانچہ نئی کتابت اور تصحیح نیز نئے اضافوں کے بعد پورے اہتمام سے اسے شائع کیا گیا ہے۔

کتاب کی افادیت کے پیشِ نظر جنوبی افریقہ میں بھی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ کے متوسلین نے اسے عربی میں منتقل کر کے طبع کرایا ہے۔ اور اسی طرح حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب مدظلہ کے مریدین بھی اسے انگریزی میں شائع کرا رہے ہیں۔

پاکستان میں چونکہ حضرت والا کے متوسلین کی ایک کثیر تعداد موجود ہے بلکہ سلسلۂ اشرفیہ کے تمام ہی متوسلین اپنے ذوقِ سلوک کی وجہ سے اس کے طالب تھے اس طلب کے پیشِ نظر اسے شائع کرنے کی سعادت الحمدللہ ہمارے حصہ میں آئی ہے۔

اس پر حق تعالیٰ کا جتنا شُکر کیا جائے کم ہے۔
حق تعالےٰ محض اپنے فضل و کرم سے اس کو قبول فرما کر اس کے منافع کو عام و تام فرما دیں اور عامتہ المسلمین کے لئے بالعموم اور صاحبِ تصنیف کیلئے بالخصوص ذریعۂ نجات بنائیں۔
اُمید ہے کہ قارئین کرام کا تعاون ہمارے ساتھ جاری رہے گا، یہ معلوم کر کے یقیناً آپ کو مسرت ہوگی کہ حضرت مسیح الامت مدظلہ کی دیگر تصانیف بھی ہمارے ہاں زیرِ طبع ہیں، جن میں سے "التوحید الحقیقی" اور "ملفوظات اصلاح نفس" تو جلد ہی منظرِ عام پر آجائیں گی۔

احقر محمد اسحاق عفی عنہ
ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
پوسٹ بکس نمبر ۴۳
ریلوے روڈ۔ ملتان

Marfat.com

فہرستِ مضامین

۱ عرضِ ناشر ۔۔۔۔۔۔ ۳
۲ تعارف ۔۔۔۔۔۔ ۱۵
۳ مسیح الامت کی حیاتِ طیبہ کے چند نقوش ۔۔۔۔۔۔ ۱۷
۴ پیشِ لفظ ۔۔۔۔۔۔ ۱۸
۵ ولادت شریفہ ۔۔۔۔۔۔ ۲۱
۶ اسم گرامی ۔۔۔۔۔۔ ۲۱
۷ خاندان ۔۔۔۔۔۔ ۲۲
۸ وطن شریف ۔۔۔۔۔۔ ۲۴
۹ بچپن ۔۔۔۔۔۔ ۲۵
۱۰ اساتذہ کرام ۔۔۔۔۔۔ ۳۲
۱۱ بیعت ۔۔۔۔۔۔ ۳۳
۱۲ خلافت ۔۔۔۔۔۔ ۳۷
۱۳ مخصوص خلفاء میں ۔۔۔۔۔۔ ۳۷
۱۴ آپ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی اعتماد ۔۔۔۔۔۔ ۳۸
۱۵ عیسیٰ اور مسیح سب سے بڑھ گئے حکیم الامت کا ارشاد گرامی ۔۔۔۔۔۔ ۳۹
۱۶ آپ کی تعلیم و تربیت کے بالترتیب ہونے کی تعریف ۔۔۔۔۔۔ ۴۰
۱۷ حضرت حکیم الامت کا مجمعِ عام میں آپ کے متعلق اظہارِ محبت ۔۔۔۔۔۔ ۴۱

Marfat.com

۱۸ آپ کے وارداتِ قلبیہ کے متعلق ارشادِ گرامی ———— ۴۱
۱۹ حضرت حکیم الامت رح کی آپ کے طریقِ بیعت کی تائید و تصدیق ———— ۴۲
۲۰ آپ کے رؤیائے صالحہ ———— ۴۵
۲۱ آپ کے رؤیائے صالحہ کے متعلق حضرت حکیم الامت کا ارشادِ گرامی ———— ۴۶
۲۲ خواب میں دیدارِ الٰہی و زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ———— ۴۷
۲۳ حضرت میانجی نور محمد صاحب جھنجھانوی رح کی جانب سے بشارتِ کثرتِ فیض ———— ۴۸
۲۴ قطب العالم حضرت گنگوہی رح کی جانب سے اجازتِ وعظ و ارشاد ———— ۵۰
۲۵ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح کی طرف سے انتقالِ نسبت دعا و بشارتِ قبولیت ———— ۵۱
۲۶ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رح کا آپ کیساتھ ادب کا برتاؤ ———— ۵۲
۲۷ مسیح الامت کے پاکیزہ اوصاف و کمالات ———— ۵۳
۲۸ اتباعِ سُنّت ———— ۵۸
۲۹ کمالِ تقویٰ ———— ۵۸
۳۰ کمالِ حِلم ———— ۵۹
۳۱ مروّت ———— ۶۰
۳۲ تواضع ———— ۶۰
۳۳ سخاوت و کرم ———— ۶۵
۳۴ عفو و رحم ———— ۶۶
۳۵ حُسنِ ظن ———— ۶۷

Marfat.com

۳۶ کمالِ انتظام و اہتمام ۶۷

۳۷ اضافہ ۶۹

۳۸ استفار ۷۰

۳۹ ڈاک کے جوابات ۷۰

۴۰ مجلس ۷۱

۴۱ لباس ۷۵

۴۲ حسنِ خُلق ۷۶

۴۳ تعلق مرشد ۸۱

۴۴ حضرت والا کی تالیفاتِ مفیدہ ۸۵

۴۵ اظہارِ معذرت ۸۶

"شریعت و تصوّف"

۴۶ عرضِ مؤلف ۹۰

۴۷ حقیقتِ تصوّف ۹۲

۴۸ ضرورتِ تصوّف ۹۳

۴۹ تصوّف اور قرآن ۹۴

۵۰ اقوالِ صوفیاء ۹۶

۵۱ شریعت و طریقت کی اصطلاحات الگ الگ بعد میں بضرورت مقرر کی گئیں ۹۷

۵۲ شریعت، طریقت، حقیقت و معرفت ۹۸

۵۳ بیعت ۱۰۲

Marfat.com

۵۴ اسمائے گرامی حضراتِ سلاسلِ اربعہ ۔۔۔۔۔۔ ۱۰۱
۵۵ طریقِ بیعت ۔۔۔۔۔۔ ۱۰۲
۵۶ تعلیم بروقت بیعت ۔۔۔۔۔۔ ۱۰۲
۵۷ محاسبہ ۔۔۔۔۔۔ ۱۰۴
۵۸ مراقبۂ موت ۔۔۔۔۔۔ ۱۰۴
۵۹ حقیقتِ بیعت ۔۔۔۔۔۔ ۱۰۵
۶۰ ضرورتِ شیخ ۔۔۔۔۔۔ ۱۰۶
۶۱ ایک خط اور اس کا جواب ۔۔۔۔۔۔ ۱۰۸
۶۲ شیخ کامل کی پہچان ۔۔۔۔۔۔ ۱۱۱
۶۳ مناسبتِ شیخ ۔۔۔۔۔۔ ۱۱۲
۶۴ شیخ کامل کی صحبت کے فوائد ۔۔۔۔۔۔ ۱۱۳
۶۵ مرشد کے حقوق ۔۔۔۔۔۔ ۱۱۴
۶۶ مجاہدہ ۔۔۔۔۔۔ ۱۱۷
۶۷ مجاہدہ کی حقیقت ۔۔۔۔۔۔ ۱۱۷
۶۸ مجاہدہ کی ضرورت ۔۔۔۔۔۔ ۱۱۸
۶۹ مجاہدہ میں اعتدال ۔۔۔۔۔۔ ۱۱۹
۷۰ مجاہدے کے اقسام ۔۔۔۔۔۔ ۱۲۰
۷۱ مجاہدہ اجمالی کے اقسامِ اربعہ کی تشریح ۔۔۔۔۔۔ ۱۲۲
۷۲ ۱۔ قلّتِ کلام ۔۔۔۔۔۔ ۱۲۲
۷۳ ۲۔ قلّتِ طعام ۔۔۔۔۔۔ ۱۲۷
۷۴ ۳۔ قلّتِ منام ۔۔۔۔۔۔ ۱۳۰

۷۵ قلّتِ اختلاط مع الانام ــــــــــــ ۱۳۳
۷۶ خلوت کے فائدے ــــــــــــ ۱۳۵
۷۷ اختلاط کے فوائد ــــــــــــ ۱۳۶
۷۸ اخلاق کا بیان ــــــــــــ ۱۳۷
۷۹ قوتِ غضب ــــــــــــ ۱۴۰
۸۰ قوتِ شہوت ــــــــــــ ۱۴۱
۸۱ قوتِ عقل ــــــــــــ ۱۴۱
۸۲ اخلاق سب فطری ہیں ــــــــــــ ۱۴۲
۸۳ اخلاق کی قسمیں ــــــــــــ ۱۴۴
۸۴ اخلاقِ حمیدہ ــــــــــــ ۱۴۵
۸۵ توحید ــــــــــــ ۱۴۵
۸۶ اخلاص ــــــــــــ ۱۴۷
۸۷ توبہ ــــــــــــ ۱۴۹
۸۸ محبّت ــــــــــــ ۱۵۳
۸۹ شوق ــــــــــــ ۱۵۶
۹۰ خوف ــــــــــــ ۱۵۸
۹۱ رجا ــــــــــــ ۱۶۰
۹۲ زُہد ــــــــــــ ۱۶۱
۹۳ توکل ــــــــــــ ۱۶۳
۹۴ صبر ــــــــــــ ۱۶۶
۹۵ شکر ــــــــــــ ۱۷۰

Marfat.com

۹۶ صدق ——— ۱۷۲
۹۷ تفویض ——— ۱۷۵
۹۸ رضا ——— ۱۷۷
۹۹ اخلاقِ رذیلہ ——— ۱۸۰
۱۰۰ حرص ——— ۱۸۰
۱۰۱ حقیقتِ طمع ——— ۱۸۲
۱۰۲ غصّہ ——— ۱۸۳
۱۰۳ دروغ ——— ۱۸۶
۱۰۴ حسد ——— ۱۸۷
۱۰۵ بخل ——— ۱۸۹
۱۰۶ ریا ——— ۱۹۱
۱۰۷ عجب ——— ۱۹۴
۱۰۸ تکبّر ——— ۱۹۶
۱۰۹ حقد وکینہ ——— ۱۹۸
۱۱۰ حُبِّ جاہ ——— ۲۰۰
۱۱۱ حُبِّ دنیا ——— ۲۰۲
۱۱۲ وصول الی اللہ کے تین طریقے ——— ۲۰۷
۱۱۳ باب الخواطر ——— ۲۰۹
۱۱۴ علاماتِ حصولِ نسبت مع اللہ ——— ۲۱۷
۱۱۵ لطائف ستّہ اور ان کے آثار ——— ۲۱۹
۱۱۶ سیر سلوک دو قسم پر ہے سیر الی اللہ و سیر فی اللہ ——— ۲۲۰

Marfat.com

۱۱۷ دوسرا شیخ تجویز کرنا ۔۔۔ ۲۲۱

۱۱۸ موانع ۔۔۔ ۲۲۲

۱۱۹ فصل در مفاسد امورِ غیر اختیاریہ ۔۔۔ ۲۲۶

۱۲۰ شجرۃ المراد یعنی نقشۂ امورِ تصوّف ۔۔۔ ۲۳۰

۱۲۱ لطائفِ ستّہ کا بیان ۔۔۔ ۲۳۱

۱۲۲ نفسِ امّارہ، لوّامہ، مطمئنّہ ۔۔۔ ۲۳۵

۱۲۳ ذکر، حضور، مکاشفہ، شہود، معائنہ ۔۔۔ ۲۳۷

۱۲۴ سلطان الاذکار ۔۔۔ ۲۴۶

۱۲۵ اصل ضرورت تعلیم شیخ کی ہے بیعت اصل نہیں ہے ۔۔۔ ۲۵۱

۱۲۶ ایمان دو قسم پر ہے ۔۔۔ ۲۵۳

۱۲۷ علوم مکاشفہ ناقابلِ التفات ہیں ۔۔۔ ۲۵۵

۱۲۸ خلاصۂ بیان لطائفِ ستّہ ۔۔۔ ۲۵۷

۱۲۹ ذکر ۔۔۔ ۲۵۹

۱۳۰ ذکر ناسوتی، ملکوتی، جبروتی، لاہوتی ۔۔۔ ۲۶۰

۱۳۱ شغل پاس انفاس ۔۔۔ ۲۶۶

۱۳۲ طُرُقِ سلطان الاذکار ۔۔۔ ۲۶۸

۱۳۳ شغل سلطاناً نصیراً ۔۔۔ ۲۶۹

۱۳۴ شغل سلطاناً محموداً ۔۔۔ ۲۶۹

۱۳۵ شغل سرپایہ ۔۔۔ ۲۷۰

۱۳۶ مُراقبہ کا بیان ۔۔۔ ۲۷۱

۱۳۷ مراقبۂ رویت ۔۔۔ ۲۷۲

۱۳۸ مراقبۂ معیّت ۲۷۳
۱۳۹ مراقبۂ اقربیّت ۲۷۳
۱۴۰ مراقبۂ وحدت ۲۷۳
۱۴۱ مراقبۂ فناء ۲۷۳
۱۴۲ فناء کے مراتب ۲۷۴
۱۴۳ علاماتِ انوار کا بیان ۲۷۷
۱۴۴ جامع اذکار ۲۸۰
۱۴۵ قرآن شریف کی تلاوت کا طریقہ ۲۸۲
۱۴۶ تلاوت کا خاص طریقہ ۲۸۳
۱۴۷ نماز پڑھنے کا طریقہ ۲۸۴
۱۴۸ بیعت کا طریقہ ۲۸۷
۱۴۹ سلوکِ نبوت، سلوک ولایت ۲۹۰
۱۵۰ اصطلاحاتِ تصوّف کا بیان ۲۹۴
۱۵۱ تجلّی ۳۰۰
۱۵۲ حجابات ۳۰۲
۱۵۳ مراتبِ حجابات ۳۰۳
۱۵۴ صوفی ۳۰۵
۱۵۵ سُکر وصَحو ۳۰۸
۱۵۶ قبض وبسط ۳۱۱
۱۵۷ تنزّلاتِ ستّہ ۳۱۷
۱۵۸ وحدت الوجود ۳۲۰

۱۵۹ حقیقت احوال وکیفیات ——— ۳۲۳

۱۶۰ فراستِ صادقہ ——— ۳۲۸

۱۶۱ کشف ——— ۳۲۹

۱۶۲ کرامت ——— ۳۳۱

۱۶۳ وجد ——— ۳۳۹

۱۶۴ تصرّف ——— ۳۴۰

۱۶۵ مخالفتِ شیخ ——— ۳۴۴

۱۶۶ تجلّیٔ حق در خلق ——— ۳۴۷

۱۶۷ اَلصّوفی لاَ مَذہَبَ لہ ——— ۳۴۸

۱۶۸ خلافت وسجّادہ نشینی ——— ۳۴۸

۱۶۹ اخراج مُرید برائے زجر و تنبیہ ——— ۳۵۰

۱۷۰ رنگین لباس پہننا ——— ۳۵۲

۱۷۱ چِلّہ ——— ۳۵۳

۱۷۲ ضبطِ اوقات ——— ۳۵۴

۱۷۳ شیطان سے عدم امن۔ دوام بیداری، نگرانی و ہوشیاری ——— ۳۵۶

۱۷۴ فکر اصلاح خود ——— ۳۵۷

۱۷۵ اولیائے کرام کے اقسام ——— ۳۵۹

۱۷۶ چہاردہ خانوادہ ——— ۳۶۴

۱۷۷ فصل اقسام اولیاء (اصحابِ تکوین) ——— ۳۶۶

۱۷۸ رُوح کا بیان ——— ۳۶۸

۱۷۹ خُلاصہ ——— ۳۸۱

Marfat.com

۱۸۰ طُرُق سلاسل اربعہ مشائخ کرام ۔۔۔۔۔۔ ۳۸۲
۱۸۱ طریق ذکر نقشبندیہ ۔۔۔۔۔۔ ۳۸۴
۱۸۲ طریق قادریہ ۔۔۔۔۔۔ ۳۸۶
۱۸۳ شغل قادریہ اسم ذات خفیہ ۔۔۔۔۔۔ ۳۸۸
۱۸۴ شغل دورۂ قادریہ ۔۔۔۔۔۔ ۳۸۹
۱۸۵ طریقِ مراقبہ ۔۔۔۔۔۔ ۳۹۰
۱۸۶ ذکر ۔۔۔۔۔۔ ۳۹۳
۱۸۷ توجہ کا آسان طریقہ ۔۔۔۔۔۔ ۳۹۵
۱۸۸ اصطلاحاتِ یازدہ واجب الحفظ ۔۔۔۔۔۔ ۳۹۸
۱۸۹ معمولاتِ سالک ۔۔۔۔۔۔ ۴۰۱
۱۹۰ اسمائے کتب برائے مطالعہ طالبین ۔۔۔۔۔۔ ۴۰۵
۱۹۱ خاص ذکر و شغل کرنے والوں کو نصیحت ۔۔۔۔۔۔ ۴۰۶
۱۹۲ سالک کے لئے ضروری نصائح ۔۔۔۔۔۔ ۴۰۸
۱۹۳ دیگر نصائح ۔۔۔۔۔۔ ۴۱۹
۱۹۴ نصائحِ متفرقہ دوازدہ کلمات ۔۔۔۔۔۔ ۴۲۷
۱۹۵ تتمہ شریعت و تصوف ۔۔۔۔۔۔ ۴۳۰
۱۹۶ مکتوباتِ ثلثہ ۔۔۔۔۔۔ ۴۳۸
۱۹۷ حضرت مسیح الامت کے خلفاء و مجازین ۔۔۔۔۔۔ ۴۵۴
۱۹۸ مجازین بیعتؑ ہندوستان ۔۔۔۔۔۔ ۴۵۴
۱۹۹ مجازین بیعتؑ پاکستان ۔۔۔۔۔۔ ۴۵۵
۲۰۰ مجازینِ بیعتؑ جنوبی افریقہ ۔۔۔۔۔۔ ۴۵۶
۲۰۱ شجرات اربعہ ۔۔۔۔۔۔ ۴۵۸ تا ۴۵۹

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تعارف

حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی جانب سے بشارتِ منامی

یہ کتاب جو مسائل تصوف کا خلاصہ اور نچوڑ ہے پہلے ایوانِ طریقت کے نام سے شائع ہوتی رہی ہے۔ اب مزید توضیح و تفصیل کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ جن ایام میں کتاب میں حضرت والا دامت برکاتہم اضافات فرما رہے تھے، مولوی سید غلام محمد صاحب افریقی نے مؤرخہ ۸ شعبان ۱۳۸۸ھ جمعہ کی شب میں ڈھائی بجے کے قریب یہ خواب دیکھا تھا کہ

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ خانقاہ میں سہ دری میں اپنی نشست گاہ میں تشریف فرما ہیں، مجلس ہو رہی ہے۔ سفید رنگ کے گدّے پر آپ تشریف فرما ہیں اور آپ کا بید سامنے رکھا ہوا ہے، مجلس میں کافی حضرات موجود ہیں حضرت حکیم الامت رح نے فرمایا کہ مولانا (مسیح الامت) کی کوئی کتاب آئی ہے، اہلِ مجلس میں سے ایک صاحب نے جو جسم میں ذرا لمبے تھے اور گول ٹوپی پہن رکھی تھی عرض کیا، جی بڑے ابا جی آئی ہے اور انہوں نے سہ دری سے متصل کتب خانہ سے لاکر حضرت والا کی کتاب ایوانِ طریقت حضرت حکیم الامت کی خدمت میں پیش کر دی۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے کتاب لے کر پہلے

Marfat.com

اسے بوسہ دیا پھر پیشانی سے لگایا اور سر پہ رکھا اور اس کے بعد کتاب کو کھولا تو صفحہ ۲۵ کھلا اور بھی چند مقامات سے آپ نے کتاب کو ملاحظہ فرمایا اور پھر فرمایا کہ مولانا (حضرت مسیح الامّت) کہاں ہیں، اس کتاب کا نام تو ـــ شریعت و تصوّف ہونا چاہیئے۔

جس وقت حضرت حکیم الامت نے یہ ارشاد فرمایا، حضرت والا بھی میرے سامنے ہی تشریف فرما تھے۔ حضرت حکیم الامّت کے اس ارشاد پر سب نے سکوت کیا۔ مولوی غلام محمد صاحب موصوف کو کتاب کی اشاعت کا بہت اشتیاق اور فکر تھا انہوں نے اپنا یہ خواب حضرتِ والا دامت برکاتہم کی خدمت میں عرض کیا تو حضرت والا نے یہی نام شریعت و تصوّف کتاب کا بدل دیا، ضخامت اور تفصیل کے اعتبار سے پہلے کی نسبت اتنے اضافات فرما دیئے ہیں کہ اس کے اعتبار سے بھی اب یہ ایک مستقل کتاب بن گئی ہے۔

کتاب کے شروع میں حضرت مسیح الامّت کی حیاتِ طیبہ کے چند نقوش اس کمترین کے قلم سے ہیں۔ حضرت والا دامت برکاتہم کے جو واقعات و حالات لکھے ہیں وہ اپنی بساط کے مطابق عقیدت مندانہ غلو سے بالکل بچتے ہوئے پوری تحقیق و تصدیق کے ساتھ لکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماویں، اور اس ناچیز کیلئے ذریعۂ نجات فرمادیں۔

غرض نقشے است کز ما یاد ماند
کہ ہستی را نمی بینم بقائے

بندہ رشید احمد میواتی

Marfat.com

مسیح الامّت کی حیاتِ طیّبہ کے

چند نقوش

از

مولانا رشید احمد صاحب میواتی

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

پیشِ لفظ

اللہ ربّ العزّت نے اپنے مُنعَم علیہم بندوں کی راہ پر چلنے کی دُعا کی تعلیم سورۂ فاتحہ میں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کے اندر فرمائی ہے جسے بندۂ مومن نماز کی ہر رکعت میں مانگتا ہے اور انہیں منعم علیہم مقربینِ بارگاہِ قدس کی اِتباع کا حکم اللہ ربّ العزّت نے وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ کے اندر فرمایا ہے انہیں انفاسِ قدسیہ کی صحبتِ بابرکت میں خدا ملتا ہے، انہیں کی کیمیاء اثر نظروں سے تزکیۂ نفس و تربیتِ باطن ہوتی ہے جس پر فلاحِ دارین موقوف ہے جیسا کہ ارشادِ باری ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا۔ اسی لئے کہا ہے:

شعر
نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے مؤمنین کو تقویٰ کے ساتھ صالحین کی معیّت کا حکم فرمایا چنانچہ ارشاد ہے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ۔ چونکہ اصل تقویٰ صالحین کی صحبت و معیّت ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اسی لئے کہا ہے: ؎

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

لہٰذا چونکہ فلاحِ دارین اہل اللہ کی صحبت پر موقوف ہے اسی لئے سلف سے یہ طریق چلا آ رہا ہے کہ ان مقبولین و صادقین کے حالات و حکایات ملفوظات و مکاتیب مجالس و مواعظ کو ان کے خدّام مستفیدین نے قلم بند کیا ہے، جس سے بعد کے آنے والے بندگانِ خدا بھی مستفیض ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے۔ چونکہ جن اوصافِ حمیدہ کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں چاہتے ہیں ان تمام اوصاف کا مجموعہ شریعت و طریقت کا عملی نمونہ انہیں اہل اللہ کی زندگیوں میں ملتا ہے۔

اسی لیے خیال ہوا کہ مرشدی و استاذی مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب دامت فیوضہم کی حیاتِ طیبہ کے چند نقوش حسب قاعدہ مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ لکھے جائیں۔ جس سے طالبینِ اہلِ سلسلہ خصوصاً اور جمیع مسلمین عموماً مستفید ہوں۔

ان چند سطروں کی کیا بساط ہے۔ حضرت والا دامت برکاتہم کو اللہ تعالےٰ نے جن کمالات سے نوازا ہے ان میں سے ہر ایک کیلئے ایک

Marfat.com

دفتر درکار ہے، اگر مستقل لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے، گو انحصار پھر بھی ناممکن ہے۔ بقولِ حضرتِ سعدی علیہ الرحمۃ۔

نہ حُسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں
بمیرد تشنہ مُستسقی و دریا ہم چناں باقی

مگر اس خیال سے کہ اپنا بھی نام آپ کے تذکرہ نگاروں میں ہو جائے کیا عجب ہے کہ یہی نسبت باعثِ نجات بن جائے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔ آپ کی حیاتِ طیبہ کے یہ چند نقوش لکھے ہیں:

غرض نقشے است کز ما یاد ماند
کہ ہستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحبدلے روزے برحمت
کند درکار مسکینے دُعائے

واضح رہے کہ جو حالات لکھے ہیں وہ خود براہِ راست حضرت والا دامت برکاتہم سے سُن کر لکھے ہیں اور جو واقعات دوسرے حضرات سے سُنے وہ حضرتِ والا کو سُنا کر تصحیح کرانے کے بعد لکھے ہیں اور پھر دوبارہ لکھنے کے بعد بھی تمام واقعات کو حضرت والا کو سُنا دیا گیا ہے۔ حتی الامکان اپنی طرف سے اس کی پوری کوشش کی ہے کہ صحیح واقعات و حالات لکھے جائیں۔

Marfat.com

ولادتِ شریفہ

مژدہ اے دل کہ مسیحا نفسے می آید
کہ زانفاس خوشش بوئے کسے می آید

آپ کی ولادتِ شریفہ ۱۳۲۹ھ یا ۱۳۳۰ھ میں آپ کے وطن سرائے برلہ تحصیل اترولی ضلع علی گڑھ میں ہوئی، بالتعیین بقید ماہ وسال تاریخِ ولادت معلوم نہ ہوسکی۔ حضرت والا نے تاریخِ ولادت کے متعلق استفسار پر فرمایا کہ

بالتعیین تاریخِ ولادت لکھی ہوئی نہیں ہے۔

اسمِ گرامی

آپ کا نام نامی مسیح اللہ خاں رکھا گیا، گویا اعجازِ مسیحائی کے وصف کو منجانب الغیب آپ کے اسم با مسمّٰی ہی میں مضمر کر دیا گیا۔ اکثر اسم کا اثر مسمّٰی پر ہوتا ہے مگر آپ پر تو یہ اثر اس درجہ غالب ہے کہ آپ تو سراپا مسیح ہیں۔ کتنے ہی اہلِ درد مریضانِ دل ہیں جن کی آپ ہر وقت مسیحائی فرماتے رہتے ہیں۔ کتنے شکستہ دل ہیں جن کی آپ دل جوئی فرماتے ہیں۔ کتنے بچے ہیں جن کیلئے آپ کی شفقت

Marfat.com

ماں باپ سے بڑھ کر ہے اور آپ کی شفقتوں نے انہیں اُن کے ماں باپ کو بھلا دیا ہے، کتنی مخلوق ہے جن کی آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز آپ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ کتنے اہلِ حاجت ہیں جن کی آپ حاجت روائی فرماتے ہیں۔ کتنی آنکھیں ہیں جن کے آنسو آپ کے دیدار سے تھم جاتے ہیں۔ کتنے ہی افسردہ چہرے ہیں جو آپ کے الطاف سے کھل جاتے ہیں۔ کتنا سچا ہے اس کا قول جس نے آپ کا اسم گرامی مسیح اللہ رکھا۔

خاندان

آپ کا تعلق شیروانی خاندان سے ہے جو ہمیشہ سے بہت سی خصوصیات کی وجہ سے پٹھانوں میں ممتاز چلا آیا ہے۔ اس خاندان میں بڑے بڑے رؤسا و اُمراء اہلِ جاگیر و ریاست اربابِ فن و اہلِ کمال صوفیاء و اہل اللہ پیدا ہوئے۔ گویا یہ خاندان ہی کانِ کمال ہے، جس میں ہمیشہ اہلِ کمال پیدا ہوتے رہے، اسی خاندان میں بڑے بڑے اُمرا ہوئے، جن کو شاہانِ ہند کے درباروں میں بڑا شرف و مرتبہ نصیب ہوا، اور بڑے بڑے خطابات و انعامات سے سرفراز ہوتے رہے، جن میں سکندر خاں شیروانی، عمر خاں شیروانی، سیف خاں شروانی، فیروز خاں شیروانی اور نواب مزمل اللہ خاں شیروانی اور ان کے علاوہ بہت سے اُمراء خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ پیشہ ہمیشہ جاگیرداری و زمینداری

24722

Marfat.com

رہا۔

گو یہ شیروانی خاندان پٹھان مشہور ہے، مگر تحقیق یہ ہے کہ آپ کا یہ شیروانی خاندان اصل سے سیّد ہے۔ چونکہ اس خاندان کے جدِ اعلےٰ سید حسین غوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

مطابق بیان حاجی عباس خاں شیروانی مؤلف شیروانی نامہ خلیفہ عبد الملک کے زمانے میں سیّد حسین غوری غور سے نکل کر کوہِ سلیمان کے جوار میں بٹن بن قیس عبدالرشید کے ہاں آ کر رہے جو کہ پٹھان تھے چنانچہ لکھتے ہیں۔

"خلیفہ عبدالملک بن مروان کے زمانے میں سیّد شاہ حسین غوری کسی وجہ سے غور سے نکل کر کوہِ سلیمان کے جوار میں بٹن بن قیس عبدالرشید کے یہاں آ کر رہے"۔ شیروانی نامہ ص ۱۹۔ ان سیّد شاہ حسین غوری نے ان پٹھانوں میں آ کر اپنی شادی بھی بٹن بن قیس کی صاحبزادی متّو سے کر لی جن سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے۔ لودی اور سروانی۔ سروانی کی جو اولاد آگے چلی وہ سروانی کہلائی اور بعد میں کثرتِ استعمال کی وجہ سے شیروانی لقب مشہور ہو گیا۔"

چنانچہ صاحب شیروانی نامہ لکھتے ہیں۔

"سیّد حسین شاہ غوری کی اولاد ہونے کے لحاظ سے لودی اور شیروانی دونوں سیّد ہیں، مگر مؤرخین نے ان کا شمار پٹھانوں میں اس وجہ سے کیا کہ دونوں نے بٹن بن قیس کی اولاد کے ساتھ پٹھان کے گھر

Marfat.com

میں پرورش پائی اور اُن کی ماں متّو بھی پٹھان کی اولاد سے تھی" شیروانی نامہ ص۲۰۔ صاحبِ شیروانی نامہ کی تحقیق ہے کہ یہ خاندان محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان میں آیا اور پھر یہیں بود و باش اختیار کر لی۔

وطن شریف

وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِيْ
وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَ

آپ کا وطن شریف سرائے برلہ تحصیل اترولی ضلع علی گڈھ ہے سرائے برلہ کے متعلق مؤلف شیروانی نامہ لکھتے ہیں۔

" یہ موضع برلہ کا مزرعہ ہے، مگر آبادی دونوں جگہ کی متصل ہے اور ایک دوسرے کے قریب ہے جیسا کہ نام سے معلوم ہوتا ہے۔ اسلامی عہد میں کبھی بسایا گیا مگر یہاں ہندو عہد کی کوئی پرانی آبادی تھی، کیونکہ راقم الحروف نے موسمِ برسات میں راستہ میں درمیان سے مٹی ہٹ جانے کے بعد پرانے زمانے کی بہت بڑی پختہ اینٹیں دیکھی ہیں، جہاں ایک شکستہ مندر گوشائیوں کا تھا اور اب تک دو گوشائیں خاندان آباد رہے۔ اس کی آبادی کے قریب جانبِ شمال مغرب گنج شہیداں ہے، جہاں کئی ایک شہداء کے مزار ہیں۔ یہ نہیں معلوم کہ کس زمانے کے ہیں، اس سے آگے اور موضع مدالپور کے قریب ایک پرانا کھیڑا ہے، جہاں پرانی آبادی کے نشانات ہیں"۔ شیروانی نامہ ص۲۰۳

Marfat.com

آپ کا شجرۂ نسب آپ کے موضع سرائے برلہ کے مورثِ اعلیٰ صفات خاں تک مؤلف شیروانی نامہ نے اس طرح لکھا ہے۔

"مولانا مسیح اللہ خاں بن احمد سعید خاں بن جیون خان بن شہباز خاں بن ممریز خاں بن صفات خاں۔"

نوٹ: مزید تفصیل کے ساتھ آپ کے شیروانی خاندان کے تاریخی حالات شیروانی نامہ، مؤلفہ حاجی عباس شیروانی میں ملاحظہ فرمائیں۔

بچپن

آپ مادر زاد ولی تھے، اور بچپن ہی سے سعادت و نجابت کے اوصافِ حمیدہ آپ کے اندر ودیعت کئے ہوئے تھے۔

حُسنِ صورت کے ساتھ حُسنِ سیرت کے بھی تمام کمالات اللہ رب العزت نے آپ کی فطرتِ سلیم کے اندر ودیعت فرما دیئے تھے۔

بالائے سرش ز ہوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی

آپ کا خاندان بہت ہی با اثر و با ثروت تھا، اسی رئیسانہ ماحول میں جہاں تہذیب و شائستگی، آداب و اخلاق گھٹی میں پلائے جاتے تھے آپ نے پرورش پائی۔

آپ کے والد ماجد احمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت ذکی

Marfat.com

قابل باا ثرا ور بہت بڑی انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے۔
چنانچہ حضرت والا نے فرمایا کہ :

والد صاحب کا ذہن انتظامی معاملات میں بہت چلتا تھا۔ چنانچہ جب کسی رئیس کا گاؤں بگڑتا تھا تو اس کے انتظام کو سنبھالنے کے لئے انہیں کو بلایا جاتا تھا وہ جاکر سنبھالتے تھے ، اسی طرح شادیوں کا انتظام بھی اکثر انہیں کے سپرد کیا جاتا تھا اور ہمارے تایا صاحب بہت پڑھے لکھے اور نازک مزاج آدمی تھے ، البتہ والد صاحب نازک مزاج نہیں تھے، موٹا کھاتے تھے اور موٹا پہنتے تھے۔

بچپن ہی میں آپ کو ذکر و نوافل، نمازِ پنجگانہ کا بہت شوق تھا چنانچہ راتوں کو اُٹھ کر تہجد پڑھتے ، ذکر کرتے اور دعائیں مانگا کرتے تھے نماز پنجگانہ کے علاوہ نوافل تہجد وغیرہ کی اہتمام کے ساتھ پابندی فرماتے تھے۔ نماز ہمیشہ مسجد میں باجماعت پڑھتے تھے۔ آپ کی پابندی فرمانے کا یہ اثر تھا کہ اتفاق سے کبھی اگر کسی وجہ سے آپ کو مسجد پہنچنے میں جماعت کے وقت پر دیر ہو جاتی تو نمازی آپ کا انتظار کیا کرتے تھے۔

نفل نماز کی طرح آپ نفل روزے بھی اکثر رکھا کرتے تھے۔ صالحین اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ چنانچہ مولوی محمد الیاس صاحب مرحوم جو آپ کے دُور کے عزیزوں میں سے تھے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ بچپن ہی میں آپ اُن کی صحبت میں بیٹھتے تھے اور اُن سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ دعواتِ عبدیت

Marfat.com

اور رسالہ النّور وغیرہ لے کر مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔ انہیں مواعظ کے دیکھنے سے حضرت حکیم الامت قدسؒ سرہٗ سے آپ کو غائبانہ ہی ایسی عقیدت و محبت ہو گئی کہ بقولِ حضرتِ والا دامت برکاتہم پھر کسی دوسرے کیطرف خیال بھی نہیں گیا، گویا آپ اس شعر کے مصداق بن گئے۔

ہمہ شہر پر ز خوباں منم و خیالے ماہے
چہ کنم کہ چشم یک بیں نکند بکس نگاہے

بہشتی زیور کا مطالعہ آپ نے اپنے ماموں صاحب سے لے کر کیا ادھر آپ کی فطرتِ سلیمہ اور ادھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کے مواعظ و رسالہ النّور وغیرہ کا اس عقیدت مندی کے ساتھ مطالعہ، اُس نے سونے پر سہاگہ کر دیا اور ابتدا ہی میں بہت اچھا دینی و علمی ذوق آپ کو حاصل ہو گیا اس کم سنی ہی کے اندر اللہ رب العزّت نے حیا و ادب، وقار و متانت سعادت و نجابت کے ان اوصاف سے نواز دیا کہ بڑے بھی آپ کا پاس و لحاظ کرنے لگے، حتیٰ کہ والد صاحب مرحوم بھی اسی پاس کی وجہ سے آپ سے حقّہ نہیں بھرواتے تھے، انہیں اوصافِ حمیدہ کی بنا پر آپ نے سب کے دلوں میں جگہ پالی، اور سب اہلِ بستی بلا امتیاز ہندو مسلم اہلِ خاندان چھوٹے اور بڑے آپ کا لحاظ کرتے تھے۔ اسی طرح آپ سب کے پیارے اور ہر دل عزیز بن گئے۔ ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

Marfat.com

آپ کے والد محترم کے حقّہ نہ بھروانے کے متعلّق آپ نے یہ قصّہ بیان فرمایا کہ والد صاحب حقّہ پیتے تھے مگر اس کے باوجود مجھ سے کبھی حقّہ نہیں بھرواتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ منہ ڈھانک کر لیٹے ہوئے تھے میں گیا اور میں نے حقّہ بھرنے کیلئے چلم اُتاری تو پوچھا، کون؟ میں نے کہا ننھا (مجھے محبّت سے ننھا کہا کرتے تھے) فرمایا، تم نہیں پھر لیٹ گئے میں نے دوبارہ چلم اُتاری تو ذرا سختی سے فرمایا، نہیں رکھ دو۔ بالآخر آپ کو حقّہ نہیں بھرنے دیا۔ آپ کی دینداری، اطاعت شعاری و سعادت مندی کی وجہ سے آپ کے والد صاحب آپ کو مولوی صاحب کہا کرتے تھے۔ حضرتِ والا نے فرمایا کہ جب والد صاحب مجھے لحاظ کی وجہ سے مولوی صاحب کہہ کر پکارا کرتے تھے تو مجھے شرم آیا کرتی تھی۔

فطرۃً ہی آپ کی طبیعت کا رنگ ایسا تھا کہ آپ کو غیر مشروع لہو ولعب گانے وباجے وغیرہ سے طبعی نفرت تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ حضرتِ والا نے بیان فرمایا کہ میں گھر میں رات کو لیٹا ہوا تھا۔ محلّے میں ہندوؤں نے گانا بجانا شروع کر دیا بس میری نیند اڑ گئی اور بے چین ہو گیا اور رونا آ گیا۔ پھوپھی صاحبہ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے بیٹھک (مردانہ) سے حضرت والد صاحب کو جگایا وہ اُٹھے، دریافت کیا کیا بات ہے؟ پھوپھی صاحبہ نے میرے متعلّق کہا کہ وہ رو رہا ہے۔ اس پر والد صاحب نے کہا، یہ خواہ مخواہ ایسی باتیں کیا کرتا ہے، وہ اپنا کام کر رہے

Marfat.com

ہیں یہ اپنا کام کریں۔ عرض کیا گیا کہ اس کو بہت تکلیف ہے بند کرا دیجئے چنانچہ والد صاحب گئے لوگ بہت ڈرتے تھے، دیکھتے ہی سب بھاگ گئے۔

جنہوں نے بھی آپ کو بچپن سے دیکھا ہے، سب نے آپ کے مادر زاد ولی، نیک فطرت، پاک طینت وسعادت مند ہونے کی شہادت دی ہے اور آپ کے مدّاح رہے ہیں۔

انہیں میں سے حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب لکھنوی قدس سرہٗ ہیں جن سے بندہ راقم الحروف کو شرف تلمذ و خصوصی طور پر خدمت میں رہنے کی سعادت حاصل ہے۔ حضرت مفتی صاحب موصوف نے حضرت والا کی حیاتِ طیبہ کو بچپن سے لے کر آخر تک دیکھا اور حضرت والا کے اُستاد بھی تھے۔ کئی سال تک آپ نے حضرت مفتی صاحب سے پڑھا تھا۔ مفتی صاحب نے متعدد بار بندہ سے آپ کے متعلق فرمایا کہ

یہ (حضرتِ والا) بچپن ہی سے حیا و ادب، وقار و حلم، ذکاوت و ذہانت کے اوصافِ حمیدہ کے حامل ہیں۔ حضرت مفتی صاحب خود بھی آپ کے اس درجہ معتقد تھے کہ باوجودیکہ آپ حضرت والا کے اُستاد تھے اور علم و فضل میں یگانۂ روزگار، بہت بڑے فقیہ و مُحدّث غرض کہ ہر فن میں آپ کو کمال حاصل تھا، پھر بھی آپ نے حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کی وفات کے بعد آپ سے رجوع فرمایا۔

حالانکہ حضرت حکیم الامت کی طرف سے آپ مجازِ صحبت ہو چکے

Marfat.com

تھے۔ مگر اس کے باوجود بھی آپ سے رجوع فرمایا اور آپ کی جانب سے مجازِ بیعت بھی ہوئے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا آپ سے رجوع فرمانا اور آپ کے اوصافِ حمیدہ کی بچپن ہی کے زمانے سے تعریف فرماتے رہنا آپ کے مادرزاد ولی ہونے کی سب سے بڑی شہادت ہے، جیساکہ پہلے گذر چکا، دینی کتابوں سے آپ کو ایسا شغف تھا کہ ابتدائی عمر میں بہشتی زیور دعواتِ عبدیت اور رسالہ النور وغیرہ کے پڑھنے سے آپ کو کافی دینی معلومات حاصل ہوگئیں کہ لوگ آپ سے مسائل پوچھا کرتے تھے، آپ جب کسی دینی مسئلہ کو بیان فرماتے تو سننے والوں کو ایسا محسوس ہوتا کہ گویا آپ نے کافی دینی تعلیم حاصل کی ہے، اسی سلسلہ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ

لکھنؤ میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنے کے زمانے میں آپ محمد مصطفےٰ کاتب صاحب سے خوش نویسی کی مشق کے لیئے جایا کرتے تھے اور اکثر بہت تفصیل سے دینی مسائل کو بیان فرمایا کرتے تھے تو ایک مرتبہ محمد مصطفےٰ صاحب کاتب نے دریافت کیا آپ کی دینی تعلیم کہاں تک ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ ابتدائی تعلیم ہے کنز وغیرہ پڑھی ہیں، اور بہشتی زیور اور حضرت تھانوی کے مواعظ کا مطالعہ کیا ہے، یہ سب حضرت تھانوی ہی کی برکت سے ہے تو اس پر ان کو بہت تعجب ہوا۔ بچپن میں ورزشی کھیلوں اور نشانہ وغیرہ کا بھی آپ کو شوق تھا۔ بچپن میں آپ نے تانت کی غلول خوب چلائی، تلوار اور گدکا پھری میں بھی آپ کو کمال حاصل ہے اسکول

Marfat.com

میں دوڑ کے اندر بھی، چونکہ آپ کا بدن ہلکا پھلکا تھا، آپ اکثر ساتھیوں سے آگے رہتے تھے۔

تعلیم

آپ نے بچپن میں ابتدائی تعلیم درجہ ششم تک سرکاری اسکول میں حاصل کی اور اس کے ساتھ ہی بہشتی زیور اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کا ازخود مطالعہ فرمایا، اسکول کی تعلیم میں بھی اپنے ساتھیوں سے آگے رہے اور اچھے نمبرات سے کامیاب ہوتے رہے مگر چونکہ شروع ہی سے آپ کی طبیعت دینی تعلیم کی طرف مائل تھی اس لیئے آپ نے اسکول کی تعلیم کیطرف سے بے التفاتی شروع کر دی۔

چنانچہ حضرت والا دامت برکاتہم نے فرمایا کہ والد صاحب نے اپنے شوق سے مجھے عربی پڑھانے نہیں بٹھایا تھا، میں نے ہی علی گڈھ جا کر اسکول میں کوتاہی شروع کر دی۔ امتحان ہی نہیں دیا اس پر والد صاحب کو گرانی ہوئی اور انہوں نے عربی کی طرف ڈال دیا۔ کافی عمر میں اپنے شوق سے ہی میں نے پڑھنا شروع کیا تھا۔ غالباً اس وقت میری عمر پندرہ سال کی تھی، جب میں نے فارسی شروع کی تھی، پھر عربی پڑھی، اسی لیئے فارغ ہونے میں دیر لگی اور غالباً بائیس تیئس سال کی عمر میں فراغت ہوئی فارسی

Marfat.com

اور مشکوٰۃ تک عربی آپ نے اپنے وطن میں پڑھی اکثر کتابیں کئی سال میں مشکوٰۃ شریف تک اپنے وطن ہی میں حضرت مفتی سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں، اور مشکوٰۃ شریف اور ہدایہ سے لے کر دورۂ حدیث شریف تک دارالعلوم، دیوبند میں پڑھا، اور اس کے بعد بھی دو سال تک اُمور عامہ قاضی مبارک تصریح شرح چغمینی سبع سداد وغیرہ جملہ فنون کی آخری نصاب تک تکمیل فرمائی۔

قرأت میں ابتدائی کتب فوائد مکیہ، جمال القرآن دارالعلوم میں داخل ہونے سے قبل پڑھیں اور جزری وغیرہ فن کی دوسری کتابیں آپ نے دارالعلوم میں پڑھیں۔ زمانۂ تعلیم میں آپ کامل یکسوئی اور پورے آداب کے ساتھ تحصیلِ علم میں منہمک رہتے ادھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بیعت کا تعلق ہو چکا تھا اسی وجہ سے تمام طلباء میں آپ کو ایک خصوصی امتیاز حاصل تھا اور اساتذہ کرام آپ سے خوش رہنے کی وجہ سے آپ کا بہت لحاظ فرماتے تھے۔

اساتذہ کرام

اساتذہ کرام میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رح، حضرت مولانا سید اصغر حسین رح صاحب دیوبندی حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رح، حضرت علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی رح، حضرت مولانا محمد رسول خاں

Marfat.com

صاحبؒ، مولانا محمد الیاس خاں صاحب برلوی رحؒ کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

بیعت

حضرت حکیم الامّت نوّر اللہ مرقدہٗ سے غائبانہ عقیدت تو آپ کو بہشتی زیور و مواعظ وغیرہ کے دیکھنے سے بچپن ہی میں پوری طرح ہو چکی تھی جس کے متعلق حضرت والا نے فرمایا کہ، حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے غائبانہ ایسی عقیدت تھی کہ باوجودیکہ بہت سے مشائخ کو دیکھا اور ان کے حلقہ میں بھی بسا اوقات بیٹھنے کا اتفاق ہوا، مگر حضرت کے علاوہ کبھی کسی دوسرے کی طرف خیال بھی نہیں ہوا۔

آپ نے پہلی مرتبہ حضرت حکیم الامّت کی زیارت علی گڈھ میں فرمائی جس سال آپ دارالعلوم تشریف لائے، اُسی سال آپ نے حضرت حکیم الامّت رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلّق قائم فرمالیا اور باقاعدہ خط وکتابت اصلاحی سلسلے کی شروع کر دی۔ پھر اُسی سال یا دوسرے سال آپ نے بیعت کی درخواست کی جس پر لبعد مغرب حضرت حکیم الامتؒ نے آپ کو بیعت فرمالیا۔

اصلاحی تعلق ہونے کے بعد ہی سے آپ برابر پوری پابندی کے ساتھ حضرت حکیم الامّت کی خدمت میں حالات کی اطلاع فرماتے

Marfat.com

رہے اور حسبِ ارشاد تبلیغ دین کا مطالعہ فرمایا۔ دارالعلوم میں طالب علمی کے زمانے میں آپ کا معمول یہ رہا کہ ۱۵ر شعبان کی چھٹیوں میں امتحان سے فارغ ہو کر آپ تھانہ بھون تشریف لے آتے اور رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں گھر تشریف لے جاتے اور مختلف اوقات میں بھی شش ماہی وغیرہ کی چھٹیوں میں تشریف لاتے رہتے۔

زمانۂ طالب علمی میں آپ پر عبدیت، رحمدلی اور توحید کا بہت غلبہ ہوا آپ نے اپنا وہ حال حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں لکھا جو مع حضرت حکیم الامتؒ کے جواب کے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

مسیح اللہ، دارالعلوم، دیوبند ۹ر رجب ۱۳۵۰ھ

حضرت مرشدنا ماوٰنا وملجأنا عمّت فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حضرت کا یہ غلام بدتر از خلائق عرصہ سے اپنے اندر ایک تغیّر پاتا ہے، جس کی اطلاع کا ارادہ اسی وقت تھا مگر خیال ہوا کہ یوں ہی معلوم ہوتا ہے، خیال ہی خیال ہے کہ تغیّر ہوا ہے، مگر جب عرصہ گذر گیا اور اس میں زیادتی دیکھی پھر اپنا فرض سمجھا کہ حضور والا کو اطلاع کرکے حسب ارشاد اتباع کرے کہ یہ اپنا فرض عین ہے گذشتہ سال تک اپنی یہ حالت تھی کہ اگر خلافِ طبیعت کسی سے کوئی بات ہو جاتی تو بہت ناگوار ہوتا تھا کہ ناراض بھی ہو جاتا اور اس کا اثر اس سال کے شروع میں بھی رہا۔ رفتہ رفتہ اب بہت عرصہ سے یہ حالت ہے کہ خلافِ طبیعت وقاعدہ ہونے پر قلب کو تکلیف تو ہوتی ہے۔ مگر غصّہ تو

کیا ناگواری بھی نہیں ہوتی یہاں تک کہ بعض دفعہ نان بائی بڑی دیر سے کھانا
لایا، کبھی بالکل نہیں لایا۔ انتظار میں فاقہ کرنا پڑا۔ دھوبی نے وقت پر کپڑے
نہ دیئے، کبھی لے نہ گیا اور کبھی خود ڈال آیا، کبھی ہاتھ سے دھو کر پہن لیئے مگر
ان بیچاروں سے ناراض ہونے کو غصہ کرنے کو دل نہیں چاہتا کبھی نرمی سے
سمجھا بھی دیا تو خیال ہوا کہ شاید ناگواری ہوئی ہو۔ دوسرے وقت احقر معافی
چاہتا ہے اور خوش کرنے کو کچھ پیسے زائد دیدیتا ہے حضرت والا ایسے موقع
پر فوراً یہ خیال ہو جاتا ہے کہ اس غلام میں اور ان بے چاروں میں کوئی فرق نہیں
ہے اور یہ خیال آتا ہے کہ یہ سب میرے محبوب کے ہیں پھر تو کچھ کہنے کی ہمت
نہیں ہوتی، شرم آتی ہے کہ اس نالائق سے محبوب خدا کے کسی مخلوق کو تکلیف
پہنچے، حتیٰ الامکان کوشش ہوتی ہے کہ خادم سے کسی کو ایذا نہ ہو، حضرت اس
کا یہ اثر ہے کہ بھڑ تک کے مارنے کو دل نہیں چاہتا۔ یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ
نابکار سب سے بدتر روز و شب خدا کی نافرمانی کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ
معاف فرماتے رہتے ہیں، اگر گرفت فرمائیں کہیں ٹھکانہ نہ رہے۔ یہ لوگ
بیچارے تیری طبیعت کے خلاف کر دیتے ہیں۔ کیا یہ نہیں ہوتا کہ تو ضبط کرلے
اور تیری طبیعت ہی کیا جو ناگواری ہو۔ حضرت یہ بھی دل میں آتا ہے کہ سب
من جانب اللہ ہے کہ کوئی کھانا نہ لایا، کسی نے کپڑے نہ دھوئے کسی نے کچھ
گم کر دیا، حالانکہ ایسے وقت میں یہ خیال آتا ہے کہ یہ جانور موذی ہیں اور
موذی کے مارنے کا حکم ہے اور ان افعال میں ان لوگوں کے کسب کو دخل
ہے، اگر ان جانوروں کو مار دیا جائے اور ان لوگوں کو کچھ کہہ دیا جائے اور

Marfat.com

کہتے وقت اپنے بڑے ہونے کا خیال قطعاً نہ آوے اوران بے چاروں کو
جھوٹا و حقیر نہ سمجھ کر کہا جائے تو کوئی حرج نہ ہوگا گناہ نہ ہوگا مگر حضرت واللہ یہ خیال
کہ یہ سب میرے محبوب کے ہیں ان باتوں سے روکتا ہے کسی سے کچھ کہنے کو دل
نہیں چاہتا۔

فقط والسلام

جواب حضرت حکیم الامت قدس سرہ

مبارک ہو، مگر بھڑ میں قدرے ترمیم کی ضرورت ہے۔ جس کی صورت
یہ ہے کہ اورکسی کو بتلا دیا کہ یہ بھڑ بیٹھی ہے۔

ایک مرتبہ اس خط کے واقعہ کو بیان فرمانے کے بعد حضرتِ والا
نے فرمایا کہ میری طبیعت کا یہ رنگ ابھی تک گیا نہیں، خود کبھی کسی جانور کو
نہیں مارتا، اتفاق سے کبھی مار دیا تو مار دیا ورنہ اکثر دوسروں کو بتلا دیتا ہوں
چنانچہ ایک مرتبہ مجلس میں ہم خدام بیٹھے ہوئے تھے کہ گدے میں سے حضرت
والا کو کسی کھٹمل نے کاٹ لیا۔ حضرت نے دیکھ کر فرمایا کہ وہ ہے چھوٹا سا
چنانچہ حاضرین میں سے مولوی محمد ہاشم صاحب راوت نے کھڑے ہو کر اس
کھٹمل کو پکڑ کر باہر لے جاکر مار دیا اسی طرح ایک مرتبہ حضرتِ والا نے ذکر
کے متعلق اپنا حال حضرت حکیم الامت رح کی خدمت میں لکھا جس پر حضرت
حکیم الامت نے جواب میں لکھا کہ آپ جو ذکر و شغل چاہیں جسطرح چاہیں
کریں عام اجازت ہے اور اس پر یہ بھی فرمایا کہ بہت کم ایسا ہے کہ میں نے
کسی کو اس طرح اجازت دی ہو۔

Marfat.com

خلافت

جس سال آپ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے اس سال بھی حسب معمول آپ ۱۵ر شعبان کے بعد تھانہ بھون تشریف لے آئے اور رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں گھر تشریف لے گئے۔ وہاں سے آپ نے حالات کا خط لکھا جس پر حضرت حکیم الامت نے آپ کو خلافت مرحمت فرمادی کہ میری طرف سے آپ کو تعلیم و تلقین و بیعت کی اجازت ہے۔ یہ خوب قِران السعادتین ہوا کہ جس سال ۱۵ر شعبان ۱۳۵۱ھ کو آپ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے اسی سال ۲۵ر شوال ۱۳۵۱ھ کو حضرت حکیم الامت نوراللہ مرقدہ نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔

مخصوص خلفاء میں

ادھر آپ کے فطری اوصاف سعادت و نجابت اتباع و انقیاد کی وجہ سے اکتسابِ فیوض کی استعدادِ تام ادھر مرشد حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی آپ کے ان اوصافِ خصوصی کی وجہ سے آپ پر غایتِ توجہ و شفقت جس کی وجہ سے اس کم عمری ہی میں آپ کا شمار مخصوص خلفاء میں ہونے لگا چنانچہ جب حضرت حکیم الامت نے اپنی علالت کے زمانے میں گیارہ مخصوص خلفاء کے نام ایک اعلان کے ذریعے شائع فرمائے جس میں تحریر فرمایا تھا کہ

Marfat.com

اپنے چند مجازین کے نام لکھتا ہوں جن کی طرزِ تعلیم پر مجھے اعتماد ہے۔ ان میں سے جس سے چاہیں اپنی تربیت متعلق کرلیں[1] ان گیارہ مخصوصین میں آپ کا نامِ نامی بھی تھا جس سے بہت سے حضرات کو تو آپ کی نوعمری کی وجہ سے تعجب ہوا کہ آپ سے پہلے خلافت یافتہ بہت سے حضرات موجود تھے بحمد اللہ تعالیٰ ان مخصوصین میں سے اب صرف حضرت والا کی ذاتِ گرامی بقیدِ حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھیں۔ آمین۔

آپ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی اعتماد

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کو آپ کی تعلیم و تربیت پر ایسا خصوصی اعتماد تھا کہ ایک مرتبہ خانقاہ شریف سے ایک شخص کو کسی وجہ سے نکال دیا اور کئی سال تک وہ خانقاہ سے نکلے ہوئے رہے۔ حضرت حکیم الامت کی خدمت میں ان کے متعلق بہت سفارشیں ہوئیں حضرت مولانا شبیر علی صاحب مرحوم نے بھی سفارش فرمائی۔ اس پر حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ اچھی بات ہے اس شرط پر اجازت ہے خانقاہ میں آنے کی کہ مولوی مسیح اللہ خانصاحب سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کرلیں اور ہر ماہ جو خط و کتابت ہو وہ مجھے دکھلا دیا کریں۔ حضرتِ والا نے اولاً تو ان صاحب سے اصلاحی تعلق سے معذرت فرمادی پھر حضرت مولانا شبیر علی صاحب مرحوم

[1] سیرتِ اشرف ص ۱۶۴

نے آپ سے بھی سفارش فرمائی ، اس پر آپ نے ان کا اصلاحی تعلق منظور فرما لیا۔ اس کے بعد سے دو تین سال تک برابر حضرت حکیم الامت اصلاحی خط و کتابت کو ملاحظہ فرماتے رہے مگر الحمد للہ کبھی کوئی اصلاح آپ کے جوابات پر نہیں فرمائی۔ چنانچہ حضرت والا نے بیان فرمایا کہ چاند کا مہینہ جب ختم ہوتا تھا تو ہم کانپتے تھے کہ آج ہماری اصلاحی مکاتبت پیش ہوگی کہیں گرفت نہ ہو جائے۔ تقریباً دو یا تین سال تک برابر یہ سلسلہ چلتا رہا میری بھی خانقاہ میں اس دوران میں برابر حاضری ہوتی رہتی تھی۔ مگر الحمد للہ کبھی کوئی گرفت اس تحریری اصلاح پر نہیں فرمائی۔ پہلی تاریخ کے بعد جب میں حاضر ہوتا تھا تو ڈرتا تھا کہ خطوط کے جوابات میں کوئی بات پکڑی نہ جائے ـــــــــــــ

یہ شرف بھی کم کسی کو نصیب ہوتا ہے کہ شیخ مجاز بیعت فرمانے کے بعد اتنی طویل مدت تک ان کی اصلاحی خط و کتابت کو ملاحظہ فرمائیں، اور پھر اتنی طویل مدت میں کہیں کوئی گرفت نہ ہو اور خصوصاً حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کے ہاں تو کسی قسم کی رو رعایت اس سلسلہ میں نہیں تھی مگر چونکہ آپ کی تعلیم و تربیت ماشاء اللہ باضابطہ تھی، اس لئے کہیں بھی تنبیہہ کی نوبت پیش نہ آئی۔

عیسیٰ اور مسیح سب سے بڑھ گئے! حکیم الامتؒ کا ارشادِ گرامی

حضرت والا نے فرمایا کہ مجھ سے معتمد ملنے والوں نے اس ملفوظ کو نقل کیا

کہ ایک مرتبہ کسی کے دریافت کرنے پر حضرت حکیم الامّت نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ عیسیٰ اور مسیح سب سے بڑھ گئے۔

حضرت حکیم الامّت رح نوّر اللہ مرقدہٗ کی زبان فیض ترجمان سے یہ تمغۂ تخصّص و بشارتِ عظمیٰ آپ کے کثرتِ فیوض علو مرتبت و مقبولیتِ بارگاہِ الٰہی کی شہادت ہے جس کا حرف بحرف بتمام وکمال آج مشاہدہ ہورہا ہے۔

خصوصاً حضرت حکیم الامّت رح جن کے یہاں مدح و ذم دونوں کیلئے نپے تُلے الفاظ ہوتے تھے اُن کی زبانِ فیض ترجمان سے یہ تعریفی کلمات کہ عیسیٰ اور مسیح سب سے بڑھ گئے۔ مدح وتوصیف کے بڑے بڑے سپاس ناموں سے بڑھ کر ہیں۔

آپ کی تعلیم وتربیّت کے بالتّرتیب ہونے کی تعریف

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ نے آپ کے متعلق فرمایا کہ بالترتیب اُن کی طبیعت میں انتظام ہے۔ لہٰذا ان کی تعلیم بالترتیب ہوتی ہے۔

حضرت حکیم الامّت کا مجمع عام میں

آپؒ کے متعلّق اظہارِ محبّت

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت جلال آباد جلسہ میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ سب لوگوں کے سامنے آپ نے فرمایا کہ میرے جی میں ایک بات ہے اُسے میں کیوں نہ کہدوں اور میں سب کے سامنے صاف صاف کہتا ہوں کہ مولوی مسیح اللہ صاحب سے مجھے محبّت ہے۔

آپ کے وارداتِ قلبیہ کے متعلّق

ارشادِ گرامی

حضرت حکیم الامّت نوّر اللہ مرقدہٗ نے حضرت والا کو فرمایا کہ جو بات بار بار تقاضے کے ساتھ تمہارے دل میں آوے بس اسی پر عمل کر لینا حضرت والا نے اس ملفوظ کو بیان فرمانے کے بعد فرمایا کہ چنانچہ جب کسی کے اصرار پر اس بنا پر کہ میری طبیعت میں مُروّت بہت زیادہ ہے۔ خلاف کرتا ہوں تو نقصان اُٹھاتا ہوں۔

حضرت حکیم الامّتؒ کے اس ارشادِ گرامی میں آپ کے جلائے قلب وصفائے باطن نیز ورودِ اسرار و علوم وہبی کی بشارت ہے چنانچہ

Marfat.com

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ التکشف میں وارداتِ قلبیہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں :

"جب ذکر اللہ کی مواظبت و ریاضت و مجاہدات کی کثرت سے ظلماتِ نفسانیہ وکدوراتِ طبیعیہ کا ازالہ ہو جاتا ہے اور قلب و روح کو حق تعالےٰ کے ساتھ ایک نسبتِ خاصہ وتعلق مخصوص پیدا ہو جاتا ہے اس وقت قلب پر بلاواسطہ اسبابِ ظاہری تحصیلِ سماع وغیرہ کے کچھ اسرارِ لطیفہ وعلومِ شریفہ کا ورود و القار ہونے لگتا ہے۔"

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی

آپ کے طریقِ بیعت کی تائید وتصدیق

ایک شخص نے آپ سے بیعت کی درخواست کی، چونکہ ہمیشہ سے آپ پر تواضع غالب ہے، اس لیئے پہلے آپ نے ان سے انکار فرمایا، بعد میں اُن کے مزید اصرار پر ان کو چند کتابوں کے مطالعہ کیلئے فرمایا جب انہوں نے ان کا بھی مطالعہ فرمالیا اور پھر درخواست کی تو آپ نے ان کو بیعت فرمالیا۔ اس کے بعد حضرت حکیم الامت رح کی خدمت میں مندرجہ ذیل مکتوب تحریر فرمایا جس میں سارے حالات آپ نے بالترتیب مفصّل تحریر فرمائے ۔ اس کے جواب میں حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ نے شروع سے لے کر اخیر تک آپ کے

Marfat.com

طریق بیعت و تعلیم کی تصویب و تصدیق فرمائی۔ وہ مکتوبِ گرامی مع جواب کے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

از مکتوب حضرت والا دامت برکاتہم

"ایک صاحب جن کی عمر تقریباً پچاس سال کی ہوگی، مدّت سے اصلاح کی فکر میں تھے۔ ملازم پیشہ ہیں، مگر اُن کی سمجھ میں کوئی پیر نہ آیا تھا۔ یہاں اپنے مکان پر چھٹی لے کر آئے تو بعض اپنے احباب سے تذکرہ کیا۔ انہوں نے احقر کا ذکر کیا، وہ صاحب تشریف لائے، احقر کو بخدا شرم معلوم ہوئی انکار کیا بعض دوسرے حضرات کے اسماء بتلا دیئے، مگر وہ مُصِر رہے۔ احقر نے کہا، جلدی کیا ہے آپ بھی ابھی یہاں ہیں اور میں بھی، آپ خوب اچھی طرح دیکھ بھال لیجئے اس وقت تو تشریف لے گئے، بعد دو ایک روز پھر آئے کہنے سننے لگے تو احقر نے کہا بہشتی زیور کا مطالعہ کیجئے۔ انہوں نے اس کا مطالعہ کیا، پھر تشریف لائے اور کہنے لگے کہ اب تعطیل ختم ہو رہی ہیں۔ مدّت سے تلاش میں تھا کہ کسی سے بیعت ہوں، مگر حسب منشاء کہ عالم بھی ہو نہ ملتا تھا اب اَلحمدُللہ آپ حسب منشاء ہیں، احقر نے کہا کہ آپ قصد السبیل دیکھئے۔ آداب الشیخ والمرید کا مطالعہ کیجئے پھر دیکھا جائے گا۔ بے چاروں نے سب کو دیکھا، چند دن کے بعد پھر کہا تو احقر نے بیعت کر لیا۔

احقر نے یہ حال اس لیے عرض کیا ہے کہ حضور اصلاح فرمائیں

Marfat.com

اس ترتیب سے ان کو بیعت کرنا مناسب ہوا یا نہیں؟ یا ایک مدت تک اصلاح کا تعلق رہنے کے بعد بیعت کیا جاتا۔"

جوابِ حکیم الامت قدس سرہٗ

"دونوں طریق مسلوک ہیں، جس شخص کے لیئے جس طریق کو دل قبول کرے" (عریضہ) "یہ صاحب مہینہ میں دو خط بھیجتے ہیں احقر کا خیال ہے کہ جب تک مناسبت نہ ہو دل ثبوت نہ دیدے پختہ تعلق کا اس وقت تک بیعت کرنا ٹھیک نہیں، چنانچہ بعض صاحب کو اسی بناء پر باوجود کئی بار کہنے کے بیعت نہیں کیا، یہ خیال غلط ہے یا صحیح۔"

(جوابِ حکیم الامت) ——— "بالکل صحیح ہے"

(عریضہ) "یہ صاحب کسی قدر بدعت کی طرف مائل تھے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ یہ بات بالکل معدوم ہے۔ بہشتی زیور دیکھنے کی تاکید کردی ہے۔ دس تسبیح اللہ اللہ کی، دس تسبیح نفی و اثبات بتادی ہیں، فی الحال چونکہ ملازم ہیں، اس لیئے ناجائز آمدنی سے بچنے کی تاکید کی خط آیا لکھا ہے کہ میں حرام آمدنی سے پرہیز کرتا ہوں، احقر نے اس پر لکھا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ. دل خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرماویں۔

"یہ جواب کیا مناسب تھا؟"

(جوابِ حکیم الامت) ——— "بالکل مناسب ہے"

اس مکتوبِ گرامی سے جہاں آپ کے طریقِ بیعت و تعلیم و تربیت طالب کے حسبِ حال مناسب تجویز اور طریقِ اصلاح کی حضرت حکیم الامت

Marfat.com

نور اللہ مرقدہٗ کی جانب سے تصویب و تصدیق ظاہر ہوئی ، وہیں پر آپ کا اپنے مُرشد سے سعادت مندانہ کامل تعلق بھی ظاہر ہوا کہ آپ نے مجازِ بیعت ہونے کے باوجود بھی ہر امر میں اپنے شیخ سے تفصیلی طور پر مراجعت فرمائی جس سے یہ ثابت ہوا کہ مجازِ بیعت ہونے کے بعد بھی کبھی اپنے شیخ سے مستغنی نہ ہونا چاہیئے ۔ آپ کا طریق بعینہٖ حضرت حکیم الامّت قدس سرّہٗ کے ارشاد کے مُطابق ہے جس کا جیسا حال ہوتا ہے ۔ اسی کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ بیعت و اصلاح کے سلسلے میں فرماتے ہیں ، کسی کو حسبِ حال قبل از بیعت اس کے مناسب کتابوں کے مطالعہ کا حکم فرماتے ہیں ۔ کسی کو کچھ مدّت تک مجلس میں بیٹھنے کیلئے فرماتے ہیں ۔ کسی کو بلا اس کے ہی بیعت فرما لیتے ہیں ۔

آپ کے رؤیائے صالحہ

سَلَف صالحین کی جانب سے آپ کے مُتعلق مُبشّراتِ مَنامی

آپ کو منامی طور پر سلف صالحین کی جانب سے بڑی بڑی نیک بشارتیں ہوئیں اور الحمدُللہِ وہ سب روزِ روشن کی مانند ظاہر ہو رہی ہیں انہیں مُبشّرات کے متعلّق حدیث پاک میں ہے :

قَالُوا مَا المُبَشِّرَاتُ یَا رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

Marfat.com

اَلرُّؤْیَا الصَّادِقَةُ وَبِہٖ فَسَّرَ قولہ تعالیٰ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔

یعنی صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبشرات کیا ہیں، آپ نے فرمایا، صالح خواب اور یہی تفسیر ہے اللہ تعالےٰ کے قول لھم البشریٰ کی یعنی ان کیلئے خوش خبری ہے دنیا کی زندگی میں۔

آپ کے رؤیائے صالحہ کے متعلق

حضرتِ حکیم الامّتؒ کا ارشادِ گرامی

ایک مرتبہ وصل بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ نے خواب دیکھا، جب آپ نے اس خواب کو لکھ کر حضرت حکیم الامت کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت حکیم الامتؒ نے دوسرے حضرات سے فرمایا کہ میرے ایک دوست نے وصل بلگرامی کو خواب میں دیکھا ہے جن کو خوابوں سے مناسبت ہے اور آپ کے اس خواب کو مجلسِ عام میں پڑھ کر بھی سُنایا اور اس کے بعد رسالے میں شائع کرنے کیلئے مولانا شبیر علی صاحب مرحوم کے حوالے فرمایا۔

حضرت حکیم الامّت کے ارشادِ گرامی سے آپ کی رویائے صالحہ کے ساتھ مناسبت کی تصدیق ہوتی ہے جیسا کہ حضرت حکیم الامّت

کے ارشادِ گرامی سے ظاہر ہے ـــــ چنانچہ وصل بلگرامی مرحوم کو خواب میں دیکھنے کے سلسلہ میں حضرت والا دامت بر کاتہم نے واقعہ بیان فرمایا کہ میں اپنے خواب حضرتِ والا کو سُنایا کرتا تھا ـــــ وصل بلگرامی مرحوم کی وفات کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا کہ اُن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اُن کو بخش دیا۔ چونکہ ہمارے محبوب اُن کی رعایت کیا کرتے تھے۔ لہذا ہم نے بھی ان کی رعایت کی اور بخش دیا، یہ خواب میں نے پرچے پر لکھ کر حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا۔ خواب طویل تھا، اب پورا یاد نہیں رہا۔ حضرت والا نے دیکھ کر فرمایا کہ میں تو انتظار ہی میں تھا کہ میرے دوستوں میں سے ان کو کوئی خواب میں دیکھے، میں نے میرے محبوب کے لفظ پر حاشیہ میں لکھا تھا،

حضرت والا نے اس پر دریافت فرمایا یہ کیسے معلوم ہوا کہ میرے محبوب سے میں مراد ہوں، میں نے عرض کیا کہ علم ضروری کے طور پر۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ۔ "ٹھیک ہے"۔

خواب میں دیدارِ الٰہی و زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت والا دامت بر کاتہم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ خواب میں دیکھنا تو یقیناً یاد ہے، اور تیسری مرتبہ میں بھول ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو بہت مرتبہ ہوئی ہے۔

Marfat.com

حضرت میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی رح

کی جانب سے

بشارت کثرتِ فیض

حضرتِ والا دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ بغرضِ علاج حضرت والا (حکیم الامت قدس سرہٗ) لکھنؤ تشریف لے گئے تھے اس زمانے میں میں نے خواب میں دیکھا کہ میں لوہاری میں ایک مکان کے بالاخانہ پر ہوں، حضرت میاں جی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو جب میرا آنا معلوم ہوا تو بالاخانہ پر مکان کے زینے سے تشریف لائے جب مجھے معلوم ہوا کہ بالاخانہ پر حضرت میاں جی صاحب میرے پاس تشریف لا رہے ہیں تو میں استقبال کیلئے اُٹھ کر چلا، دیکھا کہ حضرت میاں جی صاحب رح زینے کے اُوپر کے حصّہ میں تشریف لا چکے ہیں۔ حضرت میاں جی صاحب رح تشریف لائے ملاقات ہوئی اور اسی کمرہ میں تشریف لے آئے۔ جس میں میں ٹھیرا ہوا تھا، میں نے ادب کی وجہ سے اپنے بیٹھنے کی جگہ حضرت میاں جی صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کو بٹھایا اور خود سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ حضرت چائے بناؤں، فرمایا کہ بناؤ۔ چنانچہ میں نے خود چائے بنائی اور پیش کی۔ حضرت میاں جی صاحب رح نے چائے نوش فرمائی اور مجھے بھی ایک پیالی عنایت فرمائی، جب میں نے

پی تو معلوم ہوا کہ چائے میں نمک ذرا تیز ہو گیا۔ اس سے مجھے بہت شرمندگی ہوئی، اور اس کے آثار میری پیشانی پر ظاہر ہو گئے تو حضرت میاں جی صاحبؒ نے فرمایا کہ نہیں کچھ نہیں، اب پیو۔ حضرت کے اس فرمان کے بعد جو میں نے پیا تو نمک بالکل تیز نہیں تھا۔

اس کے بعد فرمایا کہ ذرا تھانہ بھون جا کر معلوم کرو تمہارے حضرت سفر سے آئے یا نہیں، چنانچہ میں تھانہ بھون چھوٹی پیرانی صاحبہ کے مکان پر گیا، وہاں معلوم ہوا کہ حضرت مظفر نگر تشریف لے گئے ہیں۔ اس کے بعد میں خانقاہ گیا، وہاں بھی معلوم ہوا کہ حضرت مظفر نگر تشریف لے گئے ہیں۔ اب اطلاع لے کر واپس میں جو لوہاری حضرت میاں جی صاحبؒ کو اطلاع کرنے چلا اور حضرتِ والا کے چھتہ والے مکان کے قریب جہاں منشی مظہر صاحب کا مکان ہے گلی میں داخل ہوا اور مڑ کر جو نظر کی تو دیکھا کہ حضرت میاں جی صاحب نور اللہ مرقدہٗ تشریف لا رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر حضرت میاں جی صاحبؒ میری طرف تشریف لے آئے اور مجھ سے کچھ باتیں فرمانے لگے کہ اتنے میں ایک اور شخص بھی اسی گلی میں آ گئے اور اپنا کوئی حال حضرت میاں جی صاحبؒ سے بیان کیا اور سلوک کا کوئی مسئلہ پوچھا۔ اس پر حضرت میاں جی صاحبؒ نے میری طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ ان سے معلوم کرو۔ میں نے شرماتے ہوئے گردن نیچی کر لی۔ اس شخص نے دوبارہ حضرت میاں جی صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت آپ ہی بتلا دیجئے۔ اس پر حضرت میاں جی صاحب نے فرمایا کہ نہیں نہیں

Marfat.com

انہیں سے پوچھو اور تمہیں معلوم نہیں ہے حضرت تھانویؒ کے بعد انہیں کی طرف تو رجوع ہے۔ یہ الفاظ اتنی شدت کے ساتھ فرمائے کہ میری آنکھ کھل گئی۔

حضرتِ والا دامت برکاتہم نے اس خواب کو بیان فرمانے کے بعد فرمایا کہ میں اکثر اپنے خوابوں کو حضرتِ والا کی خدمت میں پیش کرتا تھا مگر اس خواب کو پیش نہ کر سکا، اولاً تو یہ کہ میں شرمایا اور دوسرے اس وجہ سے بھی کہ اس میں حضرت والا کی وفات کی طرف اشارہ تھا۔

قطبُ العالم حضرت گنگوہیؒ کی جانب سے اجازتِ وعظ وارشاد

وعظ کی اجازتِ منامی آپ کو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کی طرف سے حاصل ہے۔ چنانچہ حضرت والا نے بیان فرمایا کہ وعظ کا یہ قصہ ہوا کہ خواب میں کچھ لوگوں نے مجھ سے وعظ کے لئے کہا میں نے عذر کر دیا کہ بھائی مجھے وعظ کہنا نہیں آتا، اس پر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کہدیجئے اس میں کیا بات ہے جو آتا رہے کہتے رہیں بس وعظ ہوگیا۔

واقعۂ خواب کو بیان فرمانے کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ اس

Marfat.com

کے بعد سے وعظ کا سلسلہ شروع ہوگیا اور خدا کے فضل سے مجامع میں موقع بموقع میں وعظ کہنے لگا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی طرف سے انتقالِ نسبت دعا و بشارتِ قبولیت

خواب میں دعا کیلئے خصوصیت کے ساتھ آپ کو حکم فرمایا چنانچہ حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے خواب میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ نے فرمایا کہ دعا کو ہم تمہاری طرف منتقل کرتے ہیں، جو تمہارے پاس دُعا کیلئے آئے دعا کر دیا کرنا۔

اس فرمان میں آپ کے مستجاب الدعوات ہونے کی بھی بشارت ہے چنانچہ حسبِ ارشاد جو بھی اہلِ حاجت آپ کی خدمت میں دُعا کیلئے آتے ہیں آپ بسہولت و عافیت ان کے مقصد کے حصول کی دعا فرما دیتے ہیں۔ بکثرت اہلِ حاجت اپنے دینی و دنیوی مقاصد میں کامیابی کی دعا کیلئے آپ کی خدمت میں آتے ہیں۔ تو ان کو دعا کے ساتھ ساتھ اس کے کرنے کے سلسلہ میں بڑی مفید اور تجربے کی باتیں بھی بتلا دیتے ہیں، اسی طرح کسی دینی حاجت کیلئے دعا کرانے والے کیلئے بھی اکثر اس سلسلے کی مفید اور کار آمد باتیں فرما دیتے ہیں۔

Marfat.com

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ

کا آپ کے ساتھ ادب کا برتاؤ

جب حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ جلال آباد مدرسے کے جلسہ میں تشریف لاتے اور حضرت والا دامت برکاتہم ملاقات کیلئے تشریف لے جاتے یا کسی دوسری جگہ کسی جلسہ میں ملاقات ہوتی یا آپ دیوبند دولت کدہ پر تشریف لے جاتے تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے، اسی طرح ایک مرتبہ موضع بھیسانی میں جو جلال آباد سے چار میل کے قریب ہے، وہاں جلسے میں تشریف لائے لوگوں نے بیعت کی درخواست کی تو انکار فرما دیا پھر جب لوگوں نے زیادہ اصرار کیا اور بعض حضرات نے سفارش بھی فرمائی تو حضرت مدنی قدس سرہٗ نے سختی سے انکار فرما دیا اور فرمایا کہ میں کہہ تو چکا کہ میں بیعت نہیں کروں گا۔ یہاں مولانا مسیح اللہ صاحب موجود ہیں۔ اُن کے ہوتے ہوئے میں بیعت نہیں کروں گا۔

جس طرح حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ آپ کا پاس اور لحاظ فرماتے تھے۔ اسی طرح آپ بھی ان کا بڑا ادب فرماتے تھے۔

Marfat.com

مسیح الامتؒ کے

پاکیزہ اوصاف و کمالات!

جیسا کہ ابتداء میں عرض کر چکا ہوں آپ کے جمیع محامد اوصاف و کمالات کا کما حقہٗ تعارف اس بے بضاعت کی فہم و ادراک سے باہر اور بیان و تحریر سے بالاتر ہے۔

خوبی ہمہ کرشمۂ و ناز و خرام نیست
بسیار شیوہ ہاست بتاں راکہ نام نیست

لہٰذا ان چند سطروں کو بجائے تعارف کے آپ کے اوصاف حمیدہ و اخلاقِ کریمہ میں سے چند اوصاف کا مختصر تذکرہ کہنا چاہیئے اور یہ تذکرہ بھی آپ کے علو مرتبت کی نسبت سے اگر دیکھا جائے تو آپ کے کمالات کا نہایت ہی ناقص تذکرہ ہونے کی وجہ سے بجائے مدحت و منقبت کے یک گونہ منقصت میں داخل ہے، جسے واقعی آپ کے فیوض و برکات کا مشاہدہ

Marfat.com

کرنا ہو وہ جلال آباد آئے اور دیکھے جہاں آپ کے فیض سے بازارِ علم و معرفت لگا ہوا ہے اور طلب و اخلاص پر بڑے سے بڑا گوہرِ مقصود اس بازار معرفت سے حاصل ہو سکتا ہے قصبہ جلال آباد جہاں آپ شعبان ۱۳۵۷ھ میں اپنے مرشد حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کے ارشاد پر تشریف لائے وہیں مستقل جم گئے اور وہیں پر آج بھی جلوہ افروز ہیں، جلال آباد میں تشریف آوری کے متعلق حضرت والا نے فرمایا کہ میں خانقاہ میں آیا ہوا تھا یہاں مدرس کی ضرورت تھی حضرتِ والا سے مدرس کیلئے عرض کیا گیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جلال آباد تم چلے جاؤ جب میں یہاں آیا تو ایک حافظ صاحب اور تھے ایک میں تھا کل دو کمرے تھے جن میں سے ایک میں میں اور دوسرے میں حافظ صاحب پڑھایا کرتے تھے۔

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کا یہ الہامی انتخاب تھا کہ اس جلال آباد کیلئے آپ کو تجویز فرمایا جس کی برکت سے آج۔ ؎

جلال آباد قصبہ بن گیا تھانہ بھون ثانی

شورشِ عندلیب نے روح چمن میں پھونک دی
ورنہ یہاں کلی کلی مست تھی خوابِ ناز میں

مدرسہ جس کی ابتداء صرف دو کمروں سے ہوئی، محض حضرت والا دامت برکاتہم کے اخلاص وللہیت اور آپ کے سایۂ عاطفت کے فیوض و برکات سے تقریباً تیس سال کی تھوڑی سی مدت میں ایک مکتب سے پورا جامعہ علمیہ بفضلہٖ تعالیٰ بن گیا، جس میں درس نظامی کی مکمل تعلیم مع فنون کے

Marfat.com

جاری ہے اور ساتھ ہی شعبۂ حفظ و تجوید بھی قائم ہے۔ مدرسہ میں ہندوستان کے مختلف صوبوں اور بیرونِ ہند کے خصوصاً افریقی طلباء کی کثیر تعداد ونیز مقامی طلباء کو ملا کر کل طلباء کی تعداد تقریباً پانچ سو (۵۰۰) ہے، اور دورۂ حدیث شریف میں شرکاء کی تعداد چالیس کے قریب ہے۔ مدرسہ کی عمارت وسیع اور باضابطہ ہے جس میں سادگی کے باوجود عمارت کی موزونیت کی وجہ سے حسن و کمال جھلکتا ہے ۲۱ اساتذہ کرام ہیں، اور مصارف کا سالانہ میزان تقریباً تین لاکھ ہے۔

چونکہ افریقہ کے کافی طلباء مدرسہ میں تعلیم حاصل کررہے ہیں اور پاسپورٹ کے ضوابط کی وجہ سے اُن کے پاس وقت کم ہوتا ہے لہٰذا ان کیلئے مخصوص طور پر ایک چار سالہ نصاب تکمیل مرتب کیا گیا ہے جو بحمداللہ تعالیٰ بہمہ وجوہ کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔

باوجود اتنے کثیر مصارف کے مدرسہ کا بیرونی کوئی سفیر نہیں ہے مستقل صرف ایک سفیر ہیں جو قرب و جوار میں اکثر غلہ وغیرہ کی وصول یابی کرتے ہیں۔ خود ہی اہلِ خیر بلا کسی سفیر اور بلا اپیل و اعلان کے کام کو دیکھ کر اور حضرتِ والا دامت برکاتہم کی زیرِ نگرانی مصرف صحیح سمجھ کر امداد فرماتے ہیں۔ اور اتنا بڑا کام محض توکلاً علی اللہ چل رہا ہے۔ اللہ ربّ العزّت اس چشمۂ فیض کو حضرت والا کے زیرِ سایہ بترقیات جاری رکھے۔ (آمین)۔

پہلے مدرسہ میں ایک چھوٹی سی مسجد تھی، جس میں مدرسہ کے تمام

طلبار بھی نہیں سما سکتے تھے۔ اب بحمداللہ تعالیٰ جناب الحاج سعید الدین صاحب انصاری میئو، الہ آباد کی جانب سے اس مسجد کو شہید کر کے نئی مسجد تعمیر کی گئی ہے۔ جو نہایت وسیع اور عالیشان ہے۔ جس میں تقریباً ڈیڑھ ہزار آدمی بیک وقت جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ مسجد کے شمال وجنوب کی ہر دو جانب خانقاہ کے کمرے ہیں مسجد کے اندرونی حصّہ میں چھ، برآمدے میں تین، اور بیرونی صحن میں بیس صفیں آسکتی ہیں۔

مسجد میں گل کاری کا ایسا نفیس کام کیا گیا ہے جو فن تعمیر کے نادر نمونوں میں شمار کیئے جانے کے قابل ہے جسے دیکھ کر آدمی معمار کے کمال فن کی بار بار داد دیئے بغیر نہیں رہتا۔

مدرسہ کا سارا انتظام واہتمام حضرتِ والا خود فرماتے ہیں، اکثر آپ کے قیمتی اوقات اس مصروفیت میں گذرتے ہیں کہ مجلس بھی ہو رہی ہے اور اسی میں طلبار کی درخواستیں بھی آرہی ہیں۔ اُن کے جوابات بھی تحریر فرما رہے ہیں، کسی طالب علم کو اس کی کسی غیر مفید یا غیر ضروری درخواست پر سمجھا رہے ہیں۔ کسی کی ضرورت کا انتظام فرمارہے ہیں۔ مختلف قسم کے اہلِ حاجت آرہے ہیں، اُن کی بھی حاجت روائی فرمارہے ہیں۔ کسی کی مالی امداد فرمارہے ہیں۔ کسی کیلئے دعا فرمارہے ہیں، کسی کو تعویذ لکھ کر عنایت فرمارہے ہیں، کسی کا پانی پڑھ کر دے رہے ہیں۔ ڈاک کے جوابات بھی تحریر فرمارہے ہیں اور مجلس بھی جاری ہے۔ اہلِ مجلس کو بھی ارشاداتِ عالیہ سے مستفیض فرمارہے ہیں۔ مریدین کی اصلاح بھی فرمارہے ہیں، اور چھوٹے چھوٹے

Marfat.com

بچوں کی دلداری بھی کر رہے ہیں، کوئی پیسے مانگ رہا ہے اور کوئی اور کسی چیز کا عین اس مصروفیت کے وقت میں آکر تقاضا کر رہا ہے اور آپ خندہ پیشانی اور بشاشت کے ساتھ اس کی مانگ پوری فرما رہے ہیں کہیں بیماروں کی بیمار پرسی فرما رہے ہیں، اگر کسی کے متعلق معلوم ہو گیا کہ فلاں بیمار ہے تو آپ اس کی جائے قیام ہی پر تشریف لے جا کر بیمار پرسی فرما رہے ہیں گویا اس شعر کے مصداق کامل ہیں۔ ؎

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

آپ بیک وقت اتنے مختلف النوع امور کو بکمال و تمام انجام دیتے ہیں کہ اگر مستقل ہر کام کو ایک ماہر کارکن کے سپرد کیا جائے تو ایک بڑی جماعت بھی بمشکل انجام دے سکے۔

صرف اگر آپ کی روزانہ کی تحریرات کی نقل کی جائے تو ایک پختہ کار منشی کیلئے پورے دن کے واسطے یہی کام کافی ہے، حالانکہ تحریر کے علاوہ اور کتنے ہی امور ہیں جنھیں آپ انجام دیتے ہیں اکثر صبح صادق سے قبل اٹھ کر معمولات کے بعد مشاغل کثیرہ میں ایسی مصروفیت ہوتی ہے کہ باوجود اس پیرانہ سالی ضعف اور گوناگوں امراض کے بھی شام تک چارپائی پر نہیں لیٹتے برابر کام میں مصروف رہتے ہیں صالحین سے جو خلافِ عادت صادر ہو اسی کو کرامت کہتے ہیں انجان لوگ صرف ہوا پر اُڑنے اور دریا پر مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھنے ہی کو خلافِ عادت

Marfat.com

سمجھ کر کرامت سمجھتے ہیں۔ ورنہ اگر بنظرِ انصاف سے دیکھا جائے تو ایک ذات سے استے کثیر مختلف النوع امور کی انجام دہی سب سے بڑی کرامت ہے۔

اب ذیل میں آپ کے چند اوصاف حمیدہ کا مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

اتباعِ سُنّت

ہر ایک قول و عمل میں سنت کی پوری پوری پابندی فرماتے ہیں اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور جوتا پہننے غرضکہ ہر عمل میں طریقِ سنت کی اتباع شدّت کے ساتھ فرماتے ہیں۔ چنانچہ اس کتاب میں نصائح کے اندر فرمایا ہے۔

خدا تعالیٰ کی محبّت کی علامت یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کے محبوب کی پیروی اخلاق، افعال، احکام اور سنتوں میں کرے۔

کمالِ تقویٰ

جس اہتمام کے ساتھ آپ سنت کی اتباع فرماتے ہیں اسی اہتمام کے ساتھ مکروہات و مشتبہات سے بھی شدّت کے ساتھ اجتناب فرماتے

Marfat.com

ہیں۔ خصوصاً ہدیہ کے اندر اگر قرینہ اس کے مشتبہ ہونے کا موجود ہو تو قبول نہیں فرماتے۔ ایک مرتبہ ایک شخص ہدیے میں کچھ امرود لے کر آیا۔ راقم الحروف بھی حاضر تھا۔ آپ نے لانے والے سے پہلے اس کے صحتِ اجارہ کے بارہ میں تحقیق فرمائی۔ چونکہ لبا اوقات پھلوں کے اجارے فاسد طریق پر ہوتے ہیں۔ اس شخص نے درست صورت اجارہ کی بیان فرمائی تو آپ نے قبول فرمالیئے اور حاضرینِ مجلس میں بھی ایک ایک امرود تقسیم فرمایا۔

کمالِ حلم

آپ بہت ہی حلیم اور بردبار ہیں، کیسی ہی خلاف طبع بات پیش آجائے، اُسے اس طرح برداشت فرمالیتے ہیں کہ ناگواری کا اظہار نہیں ہونے دیتے، کتنی ہی کسی کی طرف سے تکلیف پہنچ جائے۔ کبھی اس پر انتقام نہیں لیتے۔ نہ کسی دوسرے کو لینے دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہی شخص اگر اپنی ضرورت لے کر آئے تو پوری بشاشت کے ساتھ ——— اس کی وہ ضرورت پوری فرمادیتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص جن کی اکثر ضرورتوں کا تکفّل حضرت والا فرمایا کرتے تھے۔ کسی بات پر آپ سے ناراض ہوکر درپردہ مخالفت کرنے لگے، اور بعض دوسرے مخالفین سے اپنا تعلق پیدا کرلیا۔ انہیں کو جب ایک مرتبہ اپنی کسی ضرورت کے لئے کچھ رقم کی ضرورت ہوئی اور کہیں نہ مل سکی تو حضرتِ والا کی خدمت میں آئے اور اپنی ضرورت کا اظہار

Marfat.com

کیا تو آپ نے بلا کسی قسم کی اظہارِ ناراضگی کے اُن کو رقم عنایت فرما دی اور کچھ نہیں فرمایا۔

مروّت

آپ دوسروں کی بے حد رعایت فرماتے ہیں اور مروّت آپ پر اس درجہ غالب ہے کہ اکثر لوگوں کے اصرار پر حدِ شرعی کے اندر اپنے خلافِ طبع درخواستیں بھی منظور فرما لیتے ہیں اور پھر اس طرح نباہ دیتے ہیں کہ دوسروں کو اپنے خلافِ طبع ہونے کا علم بھی نہیں ہونے دیتے۔ اپنی ساری راحت دوسرے کی خوشی کیلئے قربان فرما دیتے ہیں اور پھر اس پر ذرا بھی اظہارِ احسان نہیں فرماتے۔

تواضع

ہمیشہ آپ کے ہر ہر قول و عمل سے فروتنی و تواضع ظاہر ہوتی ہے لبا اوقات بھری مجلس میں نہایت صداقت اور اخلاص کے ساتھ فرماتے ہیں کہ تم سب لوگ مجھ سے اچھے ہو آنے والے سے بڑے تپاک و خندہ روئی کے ساتھ ملاقات فرماتے ہیں، کبھی اپنی بڑائی کا اظہار نہیں فرماتے اگر کوئی شخص کچھ دینی یا دنیوی اعتبار سے خصوصیت رکھتا ہو تو اس کا اس کے

Marfat.com

مرتبے کے اعتبار سے لحاظ فرماتے ہیں، تواضع آپ کا حال بنا ہوا ہے، جس کا آپ کے ہر حال و قال سے ہر وقت اظہار ہوتا رہتا ہے۔ ایک روز پندنامہ کی ساری جماعت آپ کے پاس سبق پڑھنے کے لئے بیٹھی تھی ایک شخص کے چند تعریفی کلمات کہنے پر فرمایا کہ میں سچ کہتا ہوں کہ یہ جتنے بیٹھے ہیں، سب مجھ سے اچھے ہیں۔ کسی طالب علم کی اگر بیماری کی اطلاع آجائے تو اکثر اس کی بیمار پرسی کے لیئے تشریف لے جاتے ہیں اور اس کا سر اور پیر وغیرہ دبانا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسی لطف و مہربانی شفقت و تسلّی کی باتیں فرماتے ہیں کہ مریض پر ایک فرحت و انبساط کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ باستثنار طالبین و مریدین کے اگر ذرا بھی کسی بات پر کسی کی ناگواری کا خیال ہو جائے تو بار بار فرماتے ہیں کہ بھائی اگر کوئی تکلیف پہنچی ہو تو معاف کرنا کبھی دریافت فرماتے ہیں کہ تم کو ہمارے اس کہنے پر تکلیف تو نہیں پہنچی، اور بھائی اگر پہنچی ہو تو معاف کرنا۔ اسی طرح کئی کئی بار فرماتے ہیں۔

غرض اس کا بہت اہتمام فرماتے ہیں کہ آپ کی طرف سے کسی کو ذرہ برابر بھی رنج و تکلیف نہ ہو۔

انسان تو خیر انسان ہیں آپ جانوروں تک کی تکلیف کا بھی بے حد خیال فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ مکان پر تشریف لا رہے تھے۔ باہر کے بڑے دروازے کے قریب ایک کتا آ رہا تھا۔ ساتھ میں مفتی نصیر احمد صاحب تھے۔ انہوں نے کتے کو ایک طرف ہٹانا چاہا تو آپ نے ان کو منع فرما دیا اور فرمایا، رد کو مت آنے دو۔ یہ عام راستہ ہے، اس

میں ہر ایک کو گذرنے کا حق ہے۔

اسی طرح گھر میں ایک مرتبہ پلی ہوئی بلّی آپ کے بستر مبارک پر سو گئی تو اس کے جاگنے کی تکلیف کی وجہ سے آپ رات بھر بستر پہ نہیں سوئے

اسی طرح ایک صوفی عبدالحمید صاحب نومسلم طالب علم تھے جن کی تمام ضروریات کا تکفّل حضرت والا فرمایا کرتے تھے۔ ان کی طبیعت کا عجیب رنگ تھا۔ جب بھی ان کے جی میں آتا، عین مجلس میں آکر جو کچھ زبان پر سخت سُست آتا حضرت والا دامت برکاتہم کو کہہ دیتے۔ دوکان داروں کا قرض کر لیتے اور پھر آکر تقاضا کرتے کہ مجھے پیسے چاہئیں دیدیجئے۔ آپ پیسے دیدیتے انہیں صوفی صاحب کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ مجلس میں آئے اور کہاکہ ہمارے جوتے ٹوٹ گئے اور بنوا دیجئے۔ حضرت والا نے فرمایاکہ ابھی تو خرید واکر دیئے تھے۔ تھوڑے سے ٹوٹے ہوں گے مرمّت کرادی جائے گی۔ اس پر صوفی جی نے کہاکہ ہمیں معلوم نہیں آپ دیکھ لیجئے آپ نے فرمایا کہ لاؤ دیکھ لوں۔ اس پر انہوں نے کہاکہ وہ ہیں، چق کے باہر، آپ دیکھ لیجئے ــــــ اُن کے اس جواب پر حضرتِ والا مجلس سے اٹھ کر دھوپ میں باہر تشریف لائے، جہاں سب لوگوں کے جوتے نکلے ہوئے تھے اور چونکہ آپ کو اُن کے جوتے کی شناخت نہیں تھی۔ اس لیے مختلف جوتے اُٹھا اُٹھا کر فرماتے رہے۔ کہ یہ تمہارے جوتے ہیں اور وہ صوفی صاحب اندر کھڑے کھڑے ہی انکار کرتے رہے۔ بالآخر جب حضرت والا کو دھوپ میں کھڑے کھڑے جوتوں کو اس طرح دکھاتے ہوئے کافی دیر گذر گئی ــــ تو

Marfat.com

حاضرین اساتذہ میں سے ہمت فرما کر ایک صاحب نے صوفی صاحب سے کہا کہ تم سے اتنا بھی نہیں ہوتا کہ آگے بڑھ کر دکھلا دو کہ میرے جوتے یہ ہیں اس پر انہوں نے اپنے جوتے بتلائے تب حضرت والا نے انہیں دیکھ کر مرمت کیلئے جیب سے پیسے نکال کر دیئے۔

ان صوفی صاحب کے متعلق ایک مرتبہ کسی نے حضرتِ والا سے عرض کیا کہ حضرت یہ صوفی جی ایسی بے ڈھنگی باتیں کرتے رہتے ہیں تو حضرت والا دامت برکاتہم نے فرمایا کہ بھائی حضرت تو سبھی لوگ کہتے ہیں کوئی ایسا بھی تو ہو کہ جس سے میں اپنے آپ کو سنبھالتا رہوں اور میری اصلاح ہوتی رہے۔ یہ صوفی صاحب مدرسہ میں بیمار ہوئے۔ حضرتِ والا نے بہت کچھ علاج کرایا، مگر شفا نہ ہوئی اور بالآخر انتقال فرما گئے۔ اُن کے انتقال پر حضرت والا نے اظہارِ غم فرماتے ہوئے فرمایا کہ بھائی میرا ایک کھیل تھا، میں ان سے کھیل لیتا تھا وہ ختم ہو گیا۔

اسی ایک واقعہ سے آپ کا کمالِ حسن خلق تواضع حلم وسخاوت شفقت ومہربانی روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔

نیز یہ بھی ظاہر ہوا کہ اہل اللہ باوجود نفس کے مطمئنہ ہو جانے کے بھی کبھی اس کی نگرانی سے غافل نہیں رہتے۔

اسی قسم کا ایک یہ واقعہ سنیے کہ حضرتِ والا کے مدرسہ تشریف لے جانے کے راستہ میں ایک بڑے میاں اپنے مکان کے دروازے کے باہر چارپائی پر لیٹے ہوئے آہ آہ کر رہے تھے۔ حضرتِ والا نے اُن سے

Marfat.com

سلام کے بعد فرمایا، بڑے میاں اس طرح آہ آہ کیوں کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت بڑھاپا زیادہ آگیا کمر میں درد رہنے لگا۔ حضرتِ والا نے فرمایا، لائیں آپ کی کمر دبا دوں واقعی تو ہالاٹھ (مضبوط) کر دوں گا، بڑے میاں نے کہا کہ حضرت جی مرنے کو تو ہو ہی رہا ہوں اور یہ گناہ سر پر لیتا جاؤں کہ آپ جیسی ہستیوں سے کمر دبواؤں۔ حضرتِ والا کے ساتھ طلباء و اساتذہ بھی مدرسہ جا رہے تھے، بڑے میاں نے ان حضرات کو مخاطب کر کے کہا اے علمائے کرام آپ حضرت کی باتیں سنتے ہیں۔ مجھ بے ادب اور گنہگار کرنا چاہتے ہیں۔ جب بڑے میاں نے نہ مانا تو حضرت والا مدرسہ چلے گئے اور دوبارہ رات کو دس بجے کے بعد پھر ان بڑے میاں کے پاس تشریف لے گئے جو اپنے مکان سے باہر چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے اُن کی چادر میں ہاتھ ڈال کر کمر پر ہاتھ رکھا وہ بڑے میاں بیدار تھے۔ انہوں نے چادر جو ہٹا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرتِ والا ہیں۔ اس پر وہ بڑے میاں اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت ایسا نہ کیجئے۔ آپ نے فرمایا نہیں کیا ہوا اس وقت تو آپ شاید ان علماء اور طلباء سے شرما رہے تھے۔ اس وقت کوئی نہیں، اب میں اور آپ ہیں خوب کمر دباؤں گا آپ کو آرام ملے گا۔ بڑے میاں نے کہا کہ میں تو آپ سے نہیں دبواؤں گا۔ اور یہ کہہ کر کھڑے ہو گئے وہ حضرتِ والا کے لحاظ میں چارپائی پر نہیں لیٹے اس پر حضرت والا تشریف لے گئے۔

نیز مولوی محمد اسماعیل صاحب کتھراوا افریقی جواب ماشاء اللہ مفتاح العلوم سے فارغ التحصیل اور حضرتِ والا دامت برکاتہم کی جانب سے مجازِ بیعت

Marfat.com

ہوکر اپنے وطن تشریف لے گئے، اپنے زمانۂ طالب علمی کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ بیمار ہوگئے، تو حضرت والا بذاتِ خود بعد عشاء اُن کی قیام گاہ پر تشریف لے جاکر اُن کی دَوا پکاتے اس کا قوام تیار فرماتے اور دوا پلانے کے بعد تشریف لاتے۔

اسی طرح آپ سادات کا بھی بہت اعزاز و احترام فرماتے ہیں، چنانچہ ایک طالب علم حافظ سیّد ہارون صاحب افریقی حضرت والا کے ہاں پندنامہ کے درس میں شریک ہوئے تھے۔ آپ ان کے ادب کی وجہ سے انہیں ہمیشہ سراہنے کی جانب قالین پر بٹھلاتے تھے۔ سادات کے ادب کے سلسلہ میں ایک روز ارشاد فرمایا کہ سادات کا ادب ہمیں نسبت کی وجہ سے کرنا ہے، یہ نہیں دیکھنا کہ ان کے اعمال کیسے ہیں؟ ان کے اعمال کے متعلق وہ جانیں، خدا تعالیٰ جانیں۔ نیز فرمایا کہ جس کے سیّد ہونے میں شک ہو اس کا ادب اس کے مقابلے میں جس کا سیّد ہونا یقینی طور پہ معلوم ہو اور بھی زیادہ کرنا چاہیے۔ جس کا سیّد ہونا یقیناً معلوم ہے اس کا تو ادب کیا ہی جاتا ہے۔ کمالِ ادب تو یہ ہے کہ باوجود شک کے بھی محض احتمال پر ادب کیا جاوے۔

سخاوت وکرم

بہت سے حاجت مند ایسے ہیں جن کی آپ مخفی طور پر مالی اعانت فرماتے ہیں۔ بعض کے ماہانہ وظائف مقرر ہیں اور بعض کے ہفتہ وار

بعض سائل ایسے ہیں جو جمعرات و جمعہ کو آکر سلام کرتے ہیں۔ اُن میں سے کسی کو آپ ایک روپیہ، کسی کو دو روپے کسی کو اور کچھ کم و بیش عنایت فرماتے ہیں، بہت سے طلباء کی اپنے پاس سے امداد فرماتے ہیں۔ ایک معتدبہ رقم حاجت مندوں کو دیتے رہتے ہیں۔

عفو و رحم

آپ کی طبیعت میں شفقت و رحم بے حد ہے۔ کسی کی ذرا سی تکلیف کو دیکھ کر بے چین ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی کی بیماری کا حال معلوم ہو جائے تو آپ بار بار دریافت کراتے ہیں کہ اس وقت کیا حال ہے۔ کبھی دوا عنایت فرماتے ہیں۔ کبھی حکیم یا ڈاکٹر کو بلواتے ہیں۔ بعض مرتبہ اسی دردمندی کی وجہ سے کسی کا حال دیکھ کر یا سُن کر آپ پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔ بڑے سے بڑے مجرم کی خطا کو معاف فرما دیتے ہیں اور معاف فرمانے کے بعد کسی بھی قسم کا اثر ناراضگی کا ظاہر نہیں ہونے دیتے۔

آپ کبھی کسی پر غضبناک نہیں ہوتے۔ اسی سلسلے میں ایک مرتبہ فرمایا پہلے تو میرے اندر کچھ جلال تھا۔ اب تو طبیعت ذرا اور قسم کی بن گئی ہے اس وقت طلباء بھی بہت ڈرتے تھے۔ ڈرتے تو اب بھی ہیں۔ مگر اب محبت غالب ہے۔

Marfat.com

حسنِ ظن

آپ کبھی کسی پر بدگمانی نہیں فرماتے بلکہ ایسے مواقع پر جہاں پر لوگ بدگمان ہو جاتے ہیں آپ دور سے دور کی تاویل فرما لیتے ہیں اور اسی کی تاکید فرماتے ہیں۔

چنانچہ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ:

روایت تو خیر روایت ہے اس میں تو ہزاروں احتمالات نکل سکتے ہیں۔ اگر رُویت بھی ہو، تب بھی جہاں تک ہو سکے تاویل ہی کرنی چاہیئے چونکہ بسا اوقات ہماری رویت بھی غلط ہوتی ہے جیسا کہ ہم ریل کو دیکھتے ہیں کہ یہ چل رہی ہے، اور حالانکہ وہ ٹھیری ہوئی ہے۔ دوسری ریل چل رہی ہے

آپ کا حسن ظن اس درجہ بڑھا ہوا ہے کہ آپ کے متعلق یہ بات مشہور ہو چکی ہے کہ حضرتِ والا کی فہرست میں سوءِ ظن کا کوئی خانہ نہیں ہے۔ حسنِ ظن کے متعلق راقم نے آپ کی زبان فیض ترجمان سے بارہا سُنا ہے۔ فرمایا کرتے ہیں کہ ہمیں تو ہر شخص کے ساتھ نیک گمان ہی رکھنا چاہیے

کمالِ انتظام و اہتمام

مدرسہ کے اتنے وسیع نظام کا اس خوبی و کمال کے ساتھ چلنا آپ کے کمال انتظام و اہتمام کی زندہ مثال ہے۔

آپ کی مردم شناسی، حلم وتدبر، عفو وچشم پوشی مضبوط عزم اور دور اندیشی کے اوصاف میں آپ کے حُسن انتظام کا راز مضمر ہے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو مردم شناسی کی ایسی فراستِ صادقہ عطا فرمائی ہے کہ ہر شخص سے آپ اس کے مرتبہ کے اعتبار سے معاملہ فرماتے ہیں۔

طلباء کی مختلف قسم کی درخواستیں عین مصروفیت کی حالت میں آتی ہیں۔ آپ درخواست پر صرف ایک نظر فرماتے ہی اس کے پورے منشا و مقصد کو سمجھ جاتے ہیں اور بسا اوقات اس طالب علم کو سمجھانے کے سلسلہ میں اس کے مقصد کو ایسی وضاحت کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ شاید خود صاحبِ درخواست بھی اس طرح اپنے منشا کو تفصیل سے نہ بیان کر سکتا۔ بعد میں طلباء میں سرگوشیاں ہوتی ہیں کہ حضرتِ والا کو ان باتوں کا کیسے علم ہوگیا۔

طلباء پر باوجود آپ کی بے انتہا شفقت، عفو ورحم نرم مزاجی و مہربانی کے بھی آپ کی خدا داد ہیبت و رعب اس درجہ ہے کہ مدرسہ میں آپ کے قدم رنجہ فرماتے ہی ہر طالب علم پر خوف و ادب کی ملی جُلی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ کسی طالب علم کی ہمت نہیں ہوتی کہ وہ آپ کے سامنے کوئی نامناسب بات کہے یا کوئی ناشائستہ حرکت کرے۔

یہی حال مدرسہ کے اساتذہ کرام کا ہے کہ ہر ایک اپنے اپنے مرتبہ کے اعتبار سے حضرت والا دامت برکاتہم کا ادب و احترام محبّت وعقیدت لئے ہوئے ہے۔

Marfat.com

طلباء کے ساتھ آپ اولاد جیسا برتاؤ کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کرتے ہیں کہ ہم تو طلبائ کے ساتھ اولاد جیسا سلوک رکھتے ہیں۔ جب ہمارے پاس کچھ ہوتا ہے دینے سے انکار نہیں کرتے مدرسہ کے اہتمام و انتظام کی تمام ذمہ داریاں باوجود مختلف قسم کے مشاغل کثیرہ کے آپ ہی انجام دیتے ہیں مدرسہ کے ہر شعبہ کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں اکثر ہمیشہ ہی تعمیرات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ وقتاً فوقتاً اسے دیکھنے کے لیے موقع پر تشریف لے جاتے ہیں

اضافہ

ماشاء اللہ تعالیٰ حضرت والا نے بنفس نفیس تقریباً نصف صدی تک مدرسہ کا انتظام و اہتمام چلایا اب حضرت والا نے مدرسہ کا انتظام و اہتمام کثرتِ مشاغل، اسفار، مجالس، ڈاک اور طالبین کی آمد و رفت پیرانہ سالی، ضعف کے باعث اپنے فرزند ارجمند حضرت مولانا صفی اللہ خاں صاحب کو عنایت فرما دیا ہے وہ ماشاء اللہ تعالیٰ بعونہ تعالیٰ بخلوص و صدق بحسن و خوبی اس خدمت کو حضرت والا کے زیرِ سرپرستی و نگرانی انجام دے رہے ہیں۔

حضرت مولانا صفی اللہ خانصاحب نہایت سلیقہ شعار باصلاحیت ہیں۔ مدرسہ کا اہتمام جس ہمت، محنت، دیانت اور جانفشانی سے اپنی استعداد ذاتی اور صلاحیتِ خداداد سے چلا رہے ہیں اس کا بیّن ثبوت

Marfat.com

مدرسہ کے تمام مدرسین و طلباء کا ان سے بہت خوش رہنا ہے اور بتوفیقہٖ تعالیٰ مدرسہ یوماً فیوماً ترقی کر رہا ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

اسفار

حضرت والا مقامی تعلیمی و تربیتی مصروفیات کے باوجود اندرونِ ہند اور بیرونِ ہند مثلاً سعودی عرب، پاکستان، برطانیہ، فرانس، امریکہ، جنوبی افریقہ، پانامہ، مصر، بیت المقدس، کشمیر وغیرہ کے تبلیغی و اصلاحی دورے بھی فرماتے رہتے ہیں۔

بحمداللہ تعالیٰ جس سے تشنگانِ تزکیۂ باطنی اور طالبانِ علوم و معارف وقتاً فوقتاً خوب سیراب ہو رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس چشمۂ فیض کو مدتِ مدید تک جاری و ساری رکھیں اور حضرت والا کے فیوضِ باطنی کے انوار و برکات کو سارے عالم میں خوب پھیلا دیں۔ (آمین)

ڈاک کے جوابات

اندرون ملک نیز افریقہ، امریکہ، پاکستان، برطانیہ اور سعودی عرب وغیرہ سے بکثرت ڈاک آتی رہتی ہے جن میں اکثر خطوط طالبین کے طویل بھی ہوتے ہیں اور ایسے خطوط کا اوسط تقریباً ۸۰ رہتا ہے جن کا جواب

آپ بالالتزام اسی روز تحریر فرما دیتے ہیں اور اگر اتفاقاً کبھی سفر یا بیماری کی وجہ سے ایک دو روز کی ڈاک جمع ہو جاتی ہے تو پھر نہایت ہی اہتمام کے ساتھ جمع شدہ ڈاک کے جوابات تحریر فرما دیتے ہیں اور جب تک ساری ڈاک کے جوابات سے فارغ نہیں ہو جاتے اطمینان نہیں ہوتا اکثر حاضرین سے فرماتے رہتے ہیں کہ بھائی آج ڈاک بہت ہے۔

آپ کے جوابات ایسے جامع اور طالب کے مناسب حال ہوتے ہیں کہ پڑھنے پر ایک عجیب سرور و سکون پیدا ہوتا ہے اور لبا اوقات آپ کے جوابات کو پڑھ کر سالک کا قبض رفع ہو جاتا ہے اور بے اختیار یہ شعر پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ ؎

اس وقت تیرا ساقی کیا حال ہوا ہوگا
جس وقت یہ مے تو نے شیشے میں بھری ہوگی

مجلس

عموماً صبح ناشتے کے بعد مجلس دو گھنٹے ہوتی ہے اور جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ بھی ہمیشہ مجلس ہوتی ہے، جس میں گرد و نواح کے بہت سے حضرات طالبین و مریدین مدرسہ کے طلباء و اساتذہ شریک ہوتے ہیں

حاضرینِ مجلس کی کثرت رہتی ہے کہ مجلس خانہ میں اندر جگہ باقی نہیں رہتی باہر فرش پر بھی چٹائیاں بچھائی جاتی ہیں جس پر بہت سے لوگ بیٹھتے ہیں اس مجلس میں عموماً حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ پڑھ کر سناتے ہیں۔

درمیان میں آپ موقع بموقع حسبِ ضرورت تفصیل و تشریح بھی فرماتے رہتے ہیں۔ مجلس میں تمام اہل مجلس ہمہ تن گوش بنے رہتے ہیں۔ ہر شخص کے چہرہ پر تقویٰ کا نور اور عزم و ہمت کے آثار نمایاں ہوتے ہیں مجلس میں بیٹھ کر ہر شخص اپنے دل میں خشیت و انابت کے آثار بیّن طور پر اپنی اپنی طلب اور اخلاص کے مطابق محسوس کرتا ہے چونکہ ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

ہر آدمی اپنی اپنی جگہ یہ خیال کرتا ہے کہ گویا حضرتِ والا میرے حال کے مطابق ہی بیان فرما رہے ہیں۔

روزانہ کے اوقاتِ مجلس اور جمعہ کی اس مجلس کے علاوہ بھی بالعموم جب بیٹھتے ہیں اور کوئی مخاطب طالب حاضر ہوتا ہے تو اکثر ارشاداتِ عالیہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ہر مسئلہ کو اس شرح و بسط کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ کہ طالب کی پوری تشفی فرما دیتے ہیں اور جیسا مخاطب ہوتا ہے اس کے مطابق ہی اس سے کلام فرماتے ہیں۔ ایک عامی آدمی کو جس طرح ایک مشکل سے مشکل مسئلہ کو آسان سے آسان اسلوب میں مثالوں اور واقعات و حکایات کی روشنی میں سمجھا دیتے ہیں۔ اسی طرح علماء و طلباء کو علمی اصطلاحات میں نہایت جامعیت کے ساتھ سمجھا دیتے ہیں۔ علوم لدنیہ اور

Marfat.com

واردات قلبیہ کو علوم اصطلاحیہ کی اصطلاحات کے ذریعہ سمجھا دینے کا ملکہ آپ کو حاصل ہے۔ علوم اصطلاحیہ کا ایسا استحضار ہے کہ رات دن درس و تدریس میں مشغول علماء بھی آپ کی علمی تقاریر کو سن کر حیرت کرنے لگتے ہیں۔

جب آپ تقریر فرماتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ اس نحیف سے جسم میں یہ اتنے سارے علوم کدھر سے القاء ہو رہے ہیں۔

راقم الحروف نے لبا اوقات اس کا مشاہدہ کیا ہے کہ بہت سے علماء پہلی ملاقات ہی میں آپ کی باتیں سُن کر گرویدہ و رطب اللسان ہو گئے۔ آپ کی شاید ہی کوئی ایسی مجلس ہوتی ہو گی جو حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے ذکر اور اُن کے ملفوظات وارشاداتِ عالیہ کے بیان سے خالی رہتی ہو۔ بار بار فرماتے رہتے ہیں کہ حضرت والا (حکیم الامت) نے اس بارے میں یہ فرمایا تھا یوں معلوم ہوتا ہے۔

کہ حضرت حکیم الامت کی تمام مجلسیں آپ کے دل میں نقش کا لحجر ہو گئی ہیں، جب بھی حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کے ارشاداتِ گرامی کا تذکرہ فرماتے ہیں تو ایک عجیب سوزِ عشق کی کیفیت آپ پر طاری ہو جاتی ہے گویا یہ حال ہو جاتا ہے ؎

پہلے جان و دل میں بھر لیں مستیٔ صہبائے شوق
پھر کسی کی لذتِ گفتار کی باتیں کریں

اور اکثر موقع بموقع حضرت حکیم الامتؒ کے سنائے ہوئے واقعات

اور قصے بیان فرماتے رہتے ہیں۔ جس سے مسئلہ پوری تمثیل کے ساتھ ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ بعض مرتبہ ایک ایک مسئلہ پر کئی کئی گھنٹے تک سلسلۂ ارشاد جاری رہتا ہے کہ اگر کوئی قلم بند کرنے والا ہو تو اس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ تیار ہو جائے۔ فقہ، حدیث، تصوف تفسیر عام اصلاحِ معاشرت کے ہر قسم کے مسائل آپ کی مجلس میں بیان ہوتے ہیں بعض مرتبہ ایک معمولی سا واقعہ ہوتا ہے۔ اس پر جب سلسلۂ بیان شروع ہو جاتا ہے تو کافی طویل بیان ہو جاتا ہے، آپ کی مجلس میں جی بالکل نہیں اکتاتا، یوں جی چاہتا رہتا ہے کہ آپ فرماتے ہی رہیں اور مجلس ختم نہ ہو۔

آپ کے ارشاداتِ عالیہ میں علمی تحقیقات کا نچوڑ ہوتا ہے ہمیشہ آیات واحادیث، سلف کے واقعات وفقہی جزئیات سے مدلل کلام فرماتے ہیں۔ بعض مرتبہ دلائل سے ایسے نتائج کا استخراج فرماتے ہیں کہ سننے والے اہلِ علم بھی دنگ رہ جاتے ہیں جس دلیل سے بظاہر مدعیٰ کے ثبوت کی طرف ذہن بھی نہیں جاتا۔ اسی دلیل سے دعویٰ کو ثابت فرمادیتے ہیں، اور باقاعدہ مقدمات کو ملا کر نتائج کے استخراج کو ظاہر فرماتے ہیں۔

بات ہمیشہ پوری اور واضح فرماتے ہیں۔ جب کسی مسئلہ کو بیان فرماتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ سامعین کے قلوب میں اپنی بات کو اتارتے چلے جا رہے ہیں۔ بقول کسے ؎

افلاک سے کھینچی جاتی ہے سینوں میں اتاری جاتی ہے
توحید کی مے ساغر سے نہیں نظروں سے پلائی جاتی ہے

Marfat.com

ہر شخص اپنی اپنی جگہ یہ سمجھتا ہے کہ خاص طور پر حضرت والا دامت برکاتہم کا مجھ ہی کو خطاب ہے اور میرے ہی دل کی بات فرما رہے ہیں۔ جب کلام فرماتے ہیں تو موتی بکھرتے ہیں جن میں کا ہر موتی انمول یکتا اور کوہ نور ہوتا ہے۔

آپ اگر کبھی کسی سے بمصلحت مزاح بھی فرماتے ہیں تو اس کے اندر بھی کتنے ہی علوم اور حکمتیں، مصالح اور منافع مضمر ہوتے ہیں۔

چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص سے مجلس میں آپ نے مزاحاً کچھ باتیں فرمائیں اُن کے جانے کے بعد آپ نے ہم خدام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

تم کہتے ہوگے کہ حضرت جی ایسی باتیں کر رہے ہیں، اس میں بھی ہماری بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ آنے والے کا ذرا دل کھلے اور وہ اپنی بات پوری کہہ سکے، آئندہ بھی ملنے کیلئے ہمت ہو اور شوق بڑھے۔ یہ صاحب حضرت والا کے مرید تھے۔

مزاح میں بھی کبھی کسی کو شرمندہ نہیں فرماتے، محض دل داری اور غلبۂ ہیبت کے دُور کرنے کیلئے گاہے بضرورت کسی سے مزاح فرماتے ہیں آپ کے مزاح کا بھی مخاطب پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ ہزار وعظ بھی اس پر قربان ہیں۔ جو بات بھی فرماتے ہیں جچی تلی فرماتے ہیں ــــــ دورانِ گفتگو میں اکثر تبسم فرماتے رہتے ہیں مگر کبھی بھی آپ کھل کھلا کر نہیں ہنستے۔

لباس

آپ ہمیشہ پاجامہ، کرتا، پانچ کلی گول ٹوپی زیب تن فرماتے ہیں۔

Marfat.com

پاجامہ تقریباً نصف ساق تک رہتا ہے۔ کرتا بھی گھٹنوں سے کچھ نیچا پہنتے ہیں۔ سردی میں روئی دار کن ٹوپ پہنتے ہیں۔ جوتا عموماً ہلکا اور سادہ ہوتا ہے۔ لباس قیمتی اور اوسط درجہ دونوں قسم کا استعمال فرماتے ہیں۔ رنگ کپڑوں کا اکثر سفید ہوتا ہے۔ سردی میں ہلکی رضائی پورے دن اوڑھے رہتے ہیں۔ لباس جمعہ کے دن بدلتے ہیں۔ اگر بیچ میں کبھی سفر بھی پیش آجائے تو صرف سفر کی وجہ سے لباس نہیں بدلتے متعدد جوڑوں کے پہننے کی ایک خاص ترتیب ہوتی ہے کہ کپڑوں پر نمبرات پڑے رہتے ہیں۔ انہیں کے اعتبار سے نمبروار ہر ایک جوڑے کو پہنتے ہیں تاکہ ہر جوڑا برابر استعمال میں آتا رہے۔

چغہ، عبا، عمامہ، وغیرہ پہننے کا کبھی التزام نہیں فرماتے صرف عیدین کے موقع پر چغہ زیب تن فرماتے ہیں جو کسی صاحب نے ہدیۃً پیش کیا ہے۔

حُسنِ خُلق

آپ کی طبیعت بہت ہی نرم ہے، کبھی کسی پر سختی نہیں فرماتے اور نہ موقع اصلاح میں کسی قابلِ اصلاح چیز سے چشم پوشی فرماتے ہیں جہاں کہیں بھی موقع اصلاح کا ہوتا ہے، نہایت نرمی کے ساتھ سمجھا دیتے ہیں کہ اگر مخاطب کے اندر تھوڑی سی بھی طلب اور اخلاص ہو تو وہ ضرور انشاء اللہ اس سے متاثر ہوگا۔ دوسروں کی شدید سے شدید ڈانٹ ڈپٹ

Marfat.com

بھی طالب پر وہ اثر نہیں کرتی جو آپ کا نرمی وحکمت کے ساتھ سمجھانا اثر کرتا ہے۔ آپ کا طرزِ کلام نہایت سادہ دل پذیر اور موثر ہوتا ہے جو کچھ فرماتے ہیں اس میں قال کے ساتھ چونکہ حال ہوتا ہے اور

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔

لہذا مخاطب پر اس کا بہت اثر ہوتا ہے۔

آپ ہر امر میں سادگی کو پسند فرماتے ہیں تکلّف وبناوٹ سے طبعاً گریز ہے، بات ہمیشہ پوری اور صاف فرماتے ہیں اور اس کی تعلیم فرماتے ہیں کہ بات صاف اور پوری کہی جائے۔ ادھوری بات سے مخاطب کو تشویش ہوتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ علالت کی حالت میں بہت سے حضرات مزاج پرسی کیلئے آتے رہتے ہیں۔ عین اس علالت کی حالت میں بھی جتنی تفصیل سے ایک شخص کو طبیعت کا حال بتلاتے ہیں اسی تفصیل کے ساتھ دوسرے سے بھی بیان فرماتے ہیں آپ کا چہرہ انور ہمیشہ خندہ وشاداں رہتا ہے کہ دیکھ کر ہی آدمی کا دل بہل جائے کیسا ہی غم گین سے غم گین آدمی ہو تھوڑی دیر آپ کی باتیں سن کر یوں محسوس کرتا ہے گویا بالکل کچھ غم تھا ہی نہیں۔

کیسے ہی سخت سے سخت اشتعال کے ساتھ کسی امر کو آپ کے سامنے پیش کیا جائے اس طرح سے گھبرا کر عجلت میں نہیں پڑتے۔ نہایت تدبّر، غور وفکر، متانت وسنجیدگی کے ساتھ اس کے بارے میں رائے قائم فرماتے ہیں، کبھی گھبرا کر اعتدال سے تجاوز نہیں فرماتے آپ کو۔

Marfat.com

بہت سے امور کو بیک وقت انجام دیتے رہنے کا ایسا ملکہ راسخہ حاصل ہوگیا ہے۔ کہ ہر کام کو اپنی اپنی جگہ بتمام و کمال انجام دیتے رہتے ہیں۔ اور کبھی گھبراتے نہیں نہ ایسی مصروفیت میں کسی آنے والے پر اس کثرتِ مشاغل کے بار کو ظاہر ہونے دیتے ہیں۔ کتنے ہی مشاغل کا ہجوم ہو کیا مجال جو چہرہ پر شکن آجائے۔ بقول کسے ؎

جو ہیں خاصانِ حق وہ اپنے دل کو شاد رکھتے ہیں
غم و اندوہ میں رنج و الم میں یاس و حرماں ہیں

پوری بشاشت کے ساتھ تمام امور کو انجام دیتے رہتے ہیں۔ بعض مرتبہ عین اسی مشغولیت کے وقت میں بعض اہلِ ضرورت آجاتے ہیں تو اسی مصروفیت کی حالت میں اس کی ضرورت بھی پوری فرماتے ہیں، کوئی تعویذ کیلئے آتا ہے تو اسے تعویذ مرحمت فرماتے ہیں کسی کے پانی پر دم فرماتے ہیں: ــــــ کسی کیلئے دعا فرماتے ہیں پورا وقت مسلسل اسی طرح افادہ و خدمتِ خلق میں گذرتا ہے آپ کے معمولات کے بارے میں ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا ؎

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست
بتسبیح و سجادہ و دلق نیست

آپ کی شفقت کا یہ عالم ہے کہ ہر ایک اپنی جگہ یہ سمجھتا ہے کہ حضرت کا تعلق مجھ سے سب سے زیادہ ہے۔ ؎

اخلاق کا یہ عالم ہر ایک یہ سمجھتا ہے
جو مجھ سے تعلق ہے اوروں سے نہیں ایسا

کتنے ہی خوش نصیب ایسے ہیں جن کی تربیت وتعلیم آپ نے اپنی نگرانی وتکفل میں فرمائی۔ مگر کبھی بھی کسی موقع پر آپ اظہار احسان نہیں فرماتے۔

آپ نہایت نرمی و ملاطفت سے تدبیر وحکمت سے سائل کو سمجھاتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک سفر میں کسی خانصاحب نے آپ سے متعدد اشکالات پیش کیے۔ آپ جوابات عنایت فرماتے رہے اور وہ برابر اعتراضات کرتے رہے کہ اتنے میں آپ اثنائے گفتگو ہی میں پیشاب کیلئے تشریف لے گئے اور اس کے بعد دو رکعت پڑھیں اور پھر خان صاحب سے دریافت فرمایا کہ فرمائیے خان صاحب اب کیا اشکالات باقی ہیں آپ کے نرمی وملاطفت کے ساتھ سمجھانے کا خان صاحب پر ایسا اثر ہوا کہ کہنے لگے اب تو کوئی بھی اعتراض نہیں ہے اور جو کچھ مجھ سے غلطی ہوئی ہے اس کی معافی چاہتا ہوں اور بہت ہی انکساری کے ساتھ معافی چاہنے لگے۔

اسی طرح ایک مرتبہ تھانہ بھون خانقاہ میں ایک سالک پر قبض طاری ہوگیا اور ان کو یہ خیال ہو گیا کہ میں شیطان ہو گیا۔ حضرت حکیم الامت نوراللہ مرقدہٗ اس زمانے میں بغرض علاج لکھنؤ تشریف لے گئے تھے، سالک نے اپنی اس پریشان خیالی کو کہ میں شیطان ہو گیا۔ خانقاہ میں موجودین کئی حضرات مجازین کے سامنے عرض کیا مگر ان کو سکون نہیں ہوا، قبض برابر باقی رہا۔ حضرت والا دامت برکاتہم جب خانقاہ تشریف لے گئے تو آپ کے سامنے بھی انہوں نے اپنا حال بیان کیا، آپ نے ان سے بطور سوال دریافت فرمایا کہ جب سے آپ کو شیطان ہونے کا خیال ہے اس وقت سے آپ نماز پڑھتے

ہیں یا نہیں، انہوں نے عرض کیا کہ پڑھتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ شیطان نے تو جب سے سجدہ سے انکار کیا ہے اور شیطان ہوا ہے وہ تو نماز نہیں پڑھتا، انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں شیطان تو نماز نہیں پڑھتا اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر آپ شیطان کس طرح ہوئے، یہ سنتے ہی ان کا قبض جاتا رہا اور مطمئن ہو گئے۔

آپ کاغذ کا بہت ادب فرماتے ہیں اگر کہیں کاغذ کا کوئی ٹکڑا پڑا ہو تو اُسے اٹھا لیتے ہیں۔

آپ کا مزاج بہت ہی لطیف، نازک اور حساس ہے، ذرا سی موسم کی تبدیلی سے فوراً طبیعت پر اثر ہوتا ہے اسی طرح بدبو سے بہت اذیت ہوتی ہے اسی لیئے مٹی کا تیل کبھی استعمال نہیں فرماتے ہمیشہ موم بتی جلاتے ہیں، اگر کہیں دور بھی لالٹین جل رہی ہو تو اس کی بو کا بھی احساس فرما لیتے ہیں اور باوجود اس لطافتِ طبع کے کہ آپ کو بدبو سے بہت اذیت ہوتی ہے، بہت سے ایسے مریض جن کے بدن میں بعض امراض کی وجہ سے شدید بدبو پیدا ہو گئی کہ جس سے خود ان کے عزیز واقارب بھی بمشکل ان کے پاس ٹھہر سکتے تھے، آپ برابر ان کی تیمارداری کیلئے تشریف لے جاتے رہے اور اُن کے پاس بیٹھ کر ان کی تسلی و تشفی فرماتے رہے۔

Marfat.com

تعلقِ مُرشد

مجدّد الملّۃ حکیم الامت حضرت تھانوی قدّس سرّہٗ کی ذاتِ بابرکات سے آپ کو ایسی والہانہ عقیدت اور محبت ہے کہ اکثر مجلسوں میں بار بار حضرت حکیم الامت کے ارشادات و تحریرات کا ذکر فرماتے رہتے ہیں، اکثر جب بھی کسی مسئلہ کو بیان فرماتے ہیں تو اس مسئلہ پر بطور استدلال واستشہاد تائید و توضیح حضرت حکیم الامت کے ملفوظات کو بیان فرماتے ہیں۔ اسی ذیل میں سلف کے بہت سے واقعات بھی حضرت حکیم الامت کی مجلس میں سُنے ہوئے سناتے رہتے ہیں۔

جب آپ کسی مسئلہ کو بیان فرماتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حکیم الامتؒ کے علوم آپ کی طرف منتقل ہوتے ہوئے آرہے ہیں اور حضرت میاں جی نور محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی دی ہوئی بشارت من وعن بتمام وکمال پوری ہورہی ہے، جیسا خاص تعلّق وعشق آپ کو حضرت حکیم الامت کی ذاتِ بابرکات سے ہے ایسا ہی مخصوص تعلّق آپ کے ساتھ حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کو تھا، جس کا بیان گذشتہ اوراق میں گذر چکا ہے۔ جب حضرت حکیم الامتؒ کا ذکر فرماتے ہیں تو ایک عجیب کیفیت آپ پر طاری ہو جاتی۔ ہے جیساکہ کسی نے کہا ہے ؎

ڈوب سا جاتا ہے دل رہ رہ کے اُن کی یاد میں\
کوئی کیا سمجھے کہ وجہِ بے خودی ہوتی ہے کیا

جمعہ کی مجلس میں حضرت حکیم الامت کے مواعظ و ملفوظات کو ایسے درد توجہ و انشراح کے ساتھ پڑھتے ہیں کہ وہ مضامین تمام اہلِ مجلس کے دل میں اُترتے چلے جاتے ہیں ؎

پہلے جان و دل میں بھر لیں مستیٔ صہبائے شوق
پھر کسی کی لذت گفتار کی باتیں کریں

بعض مرتبہ تو حضرتِ مرشدِ عالم حکیم الامت قُدِّسَ سِرُّہٗ کی یاد میں آپ آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔ مگر بڑے تحمل سے آپ ضبط فرما لیتے ہیں ؎

تری یاد کی خلش ہو ترے ذکر کی تپش ہو
مرے اشک ہائے غم کو کوئی چاہیئے بہانہ

اپنے شیخ سے جیسی محبت و عقیدت ہونی چاہیے اس کا کمال درجہ آپ کو حاصل ہے۔ جب بھی آپ کسی مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں تو بار بار فرماتے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اپنے شیخ کی برکت سے عرض کر رہا ہوں۔

جلال آباد کے زمانۂ قیام میں آپ ہمیشہ تھانہ بھون بالالتزام حاضر ہوتے رہے۔ چنانچہ آپ کا معمول تھا کہ جمعرات کی شام کو خانقاہ تشریف لے جاتے تھے اور ہفتہ کی مجلسِ خاص میں شرکت کے بعد تشریف لاتے تھے۔ خانقاہ میں مجلس عام و خاص و اخص الخاص ہر ایک میں آپ کو حاضری کا شرف حاصل تھا چنانچہ اس سلسلہ میں حضرتِ والا نے فرمایا کہ کبھی ایسا بھی ہوا کہ خاص مجلس میں صرف میں اکیلا ہی ہوتا تھا۔ غایت احترام کی وجہ سے آپ

Marfat.com

حضرت حکیم الامت قدس سرہ العزیز کے سامنے بہت کم صرف بقدر ضرورت
کلام فرماتے تھے اس پر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا بھی کہ آپ بولا کریں اور
فرمایا کہ میں نہیں کہہ رہا ہوں، حضرت (حکیم الامت) نے فرمایا ہے کہ اُن سے
یہ کہہ دو کہ مجھ سے بے تکلف ہوں، ذرا بولا کریں، اس سے حضرت حکیم الامت
کا غایت تعلق و محبت بھی آپ کے ساتھ ظاہر ہوا اس واقعہ کو فرمانے کے
بعد حضرت والا نے فرمایا کہ اس کے باوجود بھی ہمت نہیں ہوتی تھی، بس کبھی
کبھی معمولی سا بولا کرتا تھا۔

مجاز بیعت ہو جانے کے بعد بھی کبھی اپنے آپ کو شیخ سے مستغنی
نہیں سمجھا ہمیشہ حسب حال اطلاع فرماتے رہے اور استفادہ فرماتے رہے
چنانچہ پہلے آپ توجہ فرمایا کرتے تھے آپ کی قوتِ خیالیہ بہت قوی تھی
چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ اس زمانے میں میرے اُوپر کسی چیز کا
کوئی اثر نہیں ہوتا تھا کیسا ہی کوئی بڑے سے بڑا آدمی ہوتا یا چرندہ یا
درندہ ہوتا تھا۔ اس کا مطلق کوئی اثر نہیں ہوتا تھا اسی زمانے میں دہلی
تشریف لے گئے تھے وہاں ایک مسجد میں آپ نماز پڑھا کرتے تھے، وہاں
پر ایک شخص نے آپ سے اصرار کیا کہ ہمارے نقشبندی پیر آئے ہوئے
ہیں۔ ذرا وہاں چلو، حضرت والا دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جب انہوں
نے زیادہ اصرار کیا تو ہم نے کہا بھائی چلو ہم ان کے پاس پہنچے تو نماز کے
بعد حلقہ کر کے وہ مریدین پر باری باری توجہ دے رہے تھے میں سب سے
اخیر میں بیٹھا ہوا تھا انہوں نے تین بار میرے اُوپر توجہ ڈالی تو مجھے

Marfat.com

غیرت آئی کہ میرے چلے جانے کے بعد ان کو معلوم ہوگا کہ یہ فلاں جگہ بیعت ہیں میں نے جوان پر توجہ کی تو وہ کمبل اوڑھے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے۔ کمبل ہٹا اور ایک طرف کو گر پڑے، اس کے بعد میں چلا آیا۔ اور حضرت والا کی خدمت میں واقعہ لکھا۔ خانقاہ ہی میں لکھ کر عریضہ دیا تھا۔ منبر پہ جواب کیلئے ملنے کا پتہ لکھا تھا۔ حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ انہوں نے تو بچوں کا کھیل کیا ہی تھا تم نے بھی بچوں کا کھیل کیوں کیا۔ لہذا بیس نفل پڑھو جواب پڑھتے ہی وہیں بیس نفل پڑھے، اس کے بعد قوتِ خیالیہ میں ضعف آگیا اور توجہ دینا بند کر دیا۔ اس واقعہ سے بھی آپ کا کمالِ اتباع ظاہر ہے کہ حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کی صرف اتنی سی تنبیہ پر توجہ فرمانا ترک کر دیا اور جو حال پیش آیا تھا اس کی من وعن حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں اطلاع فرمائی۔ جو عقیدت بیعت سے قبل ہی غائبانہ طور پر پیدا ہوئی تھی کہ باوجود اور بہت سے حضرات کے دیکھنے کے کبھی حضرت حکیم الامت کے علاوہ کسی دوسری جانب خیال بھی نہیں گیا وہی کمالِ عقیدت محبت و انقیاد بتمام و کمال باقی رہا اور ہے، جس کا اظہار آپ کے ہر ہر قول و عمل سے ہوتا رہتا ہے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو بھی آپ کی ذات بابرکت کے ساتھ ہی کمال عقیدت محبت اتباع و انقیاد نصیب فرمائے اور آپ کے سایۂ عاطفت کو تادیر ہمارے اوپر باقی رکھے۔

۔ آمین ثم آمین ۔

Marfat.com

حضرتِ والا کی تالیفاتِ مفیدہ

فضل الباری تقریر بخاری
شریعت و تصوّف (مکمل)
تعلیمات اسلام
التوحید الحقیقی
حفظ المسلم
ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ذکر الہٰی
فضیلتِ علم
ملفوظاتِ اصلاحِ نفس
اصولِ تبلیغ
احکام التبلیغ
رسالہ اسٹرائک
ملفوظات اسٹرائک
تقلید و اجتہاد
مواعظ (دو جلدوں میں)
ملفوظات جلد اوّل ۔ الحج ۔ الجہاد

Marfat.com

اظہارِ معذرت

جن خوش قسمت حضرات کو حضرتِ والا دامت برکاتہم سے بالمشافہ شرف ملاقات حاصل ہے اور آپ کی مجلسوں میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ بالخصوص جن سعادت منداحباب کو کچھ دنوں آپ کی خدمت بابرکت میں رہنے کا کچھ موقع ملا ہے وہ یقیناً ان چند بے ربط سطروں کو نہایت ہی ناقص تذکرہ آپ کے اوصافِ حمیدہ کا خیال فرماویں گے اور خود یہ "سگِ آستانہ" میری بھی اس خیال میں احباب سے متحد ہے۔ آپ کا ہر وصف اپنے انوار و برکات سے معمور ہے کہ اگر لکھا جائے تو ہر ایک وصف پر ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے، آپ کی ذاتِ ستودہ صفات کے تعارف کیلئے ان چند سطروں کا لکھنا دریا کا تعارف ایک قطرہ سے کرانے کے مترادف ہے۔ اس ہیچمدان نے کچھ دنوں کے زمانۂ قیام خانقاہ میں صرف اس مختصر سے تعارف کو اس لیئے لکھا ہے تاکہ ان محبین مخلصین کے لئے جنہیں آپ کی ذات والا صفات سے عقیدت وارادت ہے باعثِ مسرت ہو اور اس ناچیز کیلئے ذرلیۂ اجرآخرت ہو۔ (آمین)

جو واقعات وحالات لکھے ہیں وہ بندہ نے از خود حضرت والا دامت برکاتہم سے دریافت کر کے لکھے ہیں یا جو بندہ نے خود مشاہدہ کئے یا بلا دریافت علی سبیل التذکرہ حضرتِ والا نے انہیں بیان فرمایا اور بندہ

Marfat.com

نے سُنا۔ اسی طرح جو چند خطوط کی نقل کی ہے۔ وہ بھی باصرار بندہ نے حضرت والا دامت برکاتہم سے لے کر کی ہے۔ حضرت والا دامت برکاتہم غایت عجز و انکساری کی وجہ سے ہمیشہ اپنے حالاتِ رفیعہ کا اخفاء فرماتے رہتے ہیں۔ یہ چند واقعات بھی بندہ کے اصرار پر ازراہِ شفقت و مروّت صرف ہم خدام کی دل جوئی کی خاطر بیان فرما دیئے اور میرے قلم بند کرنے کے بعد اپنی طبیعت پر جبر فرما کر میرے دوبارہ تصحیح کی غرض سے سُنانے پر جب میں نے تصحیح کی خاطر واقعات و حالات سنائے سنے۔ اس کے باوجود بھی کوئی بات حضرت والا کی شانِ عالی کے خلاف لکھی گئی ہو جس سے کسی بھی قسم کی منقصت آپ کی شان میں لازم آتی ہو، اسے سراسر اس بندہ کا قصور خیال فرماویں۔

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول اور مقبول فرماویں اور ہم سب کو اپنے صالحین بندوں میں داخل فرمائے اور انہیں کی راہ پر مستقیم فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

بندہ رشید احمد میواتی

۶ ؍ رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ

Marfat.com

Marfat.com

اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا

رحمٰن کی شان کسی باخبر سے پوچھو!

شریعت و تصوّف

مجلّد

فنِّ تصوّف کی مکمل و مدلّل کتاب

تالیفِ لطیف:

مسیح الاُمّت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب دامت فیوضہم

خلیفۂ ارشد

حکیم الاُمّت مجدّد الملّت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی

قُدّس سرّہٗ

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

پوسٹ بکس : ۴۳۰ ، ریلوے روڈ - ملتان - پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مؤلّف

کتاب کے بیشتر مضامین حضرت حکیم الامت مُجدد الملۃ جامع الشریعت والطریقت مرشدی و مولائی حضرت مولانا تھانوی قدس سرہٗ کی مختلف کتابوں مثلاً التکشف، بوا در النوادر، تعلیم الدین، قصد السبیل، حیات المسلمین، نیز دیگر کتب آداب الشیخ والمرید، تبلیغ دین، شریعت و طریقت وغیرہ سے لئے گئے ہیں۔ یا وہ باتیں لکھی گئی ہیں جو حضرت حکیم الامت کی مجلسوں میں میں سنے سُنی ہیں۔

یہ سب کچھ فی الحقیقت حضرت اقدس ہی کا فیض و برکت ہے بقولِ حضرت مولانا سیّد سلیمان صاحب ندویؒ جن کی تعلیم و تربیت تصنیف و تالیف وعظ و تبلیغ کی بدولت عقائدِ حقہ کی تبلیغ ہوئی مسائلِ صحیحہ کی اشاعت ہوئی، دینی تعلیم کا بند ولیت ہوا، رسوم و بدعات کا قلع قمع ہوا، سننِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم کا احیاء ہوا۔ غافل چونکے، سوتے جاگے، بھولوں کو یاد آئی، بے تعلقوں کو اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا

Marfat.com

ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سینے گرمائے اور اللہ تعالی کی یاد سے دل روشن ہوئے اور وہ فن جو جوہر سے خالی ہو چکا تھا پھر سے حضرت شبلیؒ وجنیدؒ وبسطامیؒ وجیلانیؒ سہروردیؒ وسرہندیؒ بزرگوں کے خزانوں سے معمور ہوگیا۔ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی رَحْمَةً وَّاسِعَةً اور یہ شان تجدید تھی جو اسی صدی میں مجددِ وقت کیلئے اللہ تعالے نے مخصوص فرمائی اللہ تعالی ہم سب مستفیضین کی جانب سے تا ابد اپنے لازوال ولا متناہی خزانوں سے ان کی روح پر فتوح پر اپنی رحمتوں کی بارش فرماتا رہے اور اپنے مراتبِ قرب سے ہمیشہ نوازتا رہے۔ آمین ثم آمین۔

احقر محمد مسیح اللہ عفی عنہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصوّف

حقیقتِ تصوّف شریعت کا وہ جز جو اعمال باطنی سے متعلق ہے تصوّف وسلوک اور وہ جز جو اعمالِ ظاہری سے متعلق ہے فقہ کہلاتا ہے۔ اس کا موضوع تہذیب اخلاق اور غرض رضائے الٰہی ہے اور اس کے حصول کا ذریعہ شریعت کے حکموں پر پورے طور سے چلنا ہے۔

گویا کہ تصوّف دین کی رُوح و معنیٰ یا کیف و کمال کا نام ہے جس کا کام باطن کو رزائل اخلاقِ ذمیمہ شہوت، آفاتِ لسانی غضب، حقد، حسد، حبِ دنیا، حُبِّ جاہ، بخل، حرص، ریا، عجب، غرور سے پاک کرنا اور فضائل یعنی اخلاقِ حمیدہ، توبہ، صبر، شکر، خوف، رجا، زہد، توحید و توکل محبّت، شوق، اخلاص، صدق، مراقبہ، محاسبہ و تفکر سے آراستہ کرنا ہے۔ تاکہ توجہ الی اللہ پیدا ہو جائے۔ جو مقصودِ حیات ہے۔ اسلئے تصوّف وطریقت، دین و شریعت کے قطعاً منافی نہیں بلکہ ہر مسلمان کیلئے لازم ہے کہ وہ صوفی بنے کہ اس کے بغیر فی الواقع ہر مسلمان پورا

مسلمان کہلانے کا مستحق ہی نہیں رہتا۔

ضرورتِ تصوف

جب یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ تصوف وطریقت، دین وشریعت کے منافی نہیں ہے بلکہ شریعت ہی کے ایک جز کا نام ہے تو اسی سے تصوف کی ضرورت بھی ثابت ہو گئی۔ چنانچہ حضرت حکیم الامّت قدس سرہٗ حقیقۃ الطریقہ کے شروع میں تحریر فرماتے ہیں۔

"بعد حمد وصلوٰۃ مدعائے ضروری یہ ہے کہ ہر مسلمان پر بعد تصحیح عقائد واصلاحِ ظاہری فرض ہے کہ اپنے اعمالِ باطنی کی اصلاح کرے قرآن مجید میں بے شمار آیات واحادیث میں بے انتہا روایات اس کی فرضیت پر صراحۃً دال ہیں۔ گو اکثر اہلِ ظاہر بسبب پابندی ہوا وہوس اس دلالت سے غافل ہیں، کون نہیں جانتا کہ قرآن وحدیث میں زہد وقناعت وتواضع واخلاص وصبر وشکر وحُبِّ الٰہی ورضا بالقضا وتوکل وتسلیم وغیر ذالک کی فضیلت اور ان کی تحصیل کی تاکید اور اُن کے اضداد حُبِّ دنیا وحرص وتکبر وریا وشہوت وغضب وحسد ونحو ہا کی مذمت اور وعید وارد ومذکور ہے، پھر اُن کے مامور بہ اور ان کے منہی عنہ ہونے میں کیا شبہ رہا۔ اور یہی معنیٰ ہیں۔ اصلاح اعمالِ باطنی کے اور یہی مقصود اصلی ہے طریقت میں، جس کا فرض ہونا بلا اشتباہ ثابت ہے۔"

نیز طریق القلندر میں فرماتے ہیں:

"تصوّف کے اصولِ صحیحہ قرآن اور حدیث میں سب موجود ہیں اور یہ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ تصوف قرآن اور حدیث میں نہیں ہے بالکل غلط ہے یعنی غالی صوفیہ کا بھی یہی خیال ہے اور خشک علماء کا بھی کہ تصوّف سے قرآن وحدیث خالی ہیں، مگر دونوں غلط سمجھے۔ خشک علماء تو یہ کہتے ہیں کہ تصوّف کوئی چیز نہیں، یہ سب واہیات ہے۔ بس نماز، روزہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے، اسی کو کرنا چاہیے، یہ صوفیوں نے کہاں کا جھگڑا نکالا ہے، تو گویا ان کے نزدیک قرآن وحدیث تصوّف سے خالی ہیں۔ اور غالی صوفی یہ کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں تو ظاہری احکام ہیں، تصوّف علم باطن ہے۔ ان کے نزدیک نعوذ باللہ قرآن وحدیث ہی کی ضرورت نہیں غرض دونوں فرقے قرآن وحدیث کو تصوّف سے خالی سمجھتے ہیں، پھر اپنے اپنے خیال کے مطابق ایک نے تو تصوّف کو چھوڑ دیا اور ایک نے قرآن وحدیث کو"۔

تصوّف اور قرآن

جس طرح قرآن میں وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ موجود ہے اسی طرح یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا یعنی اے ایمان والو صبر کرو اور وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ، اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ موجود ہے۔ اگر ایک مقام پر کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ اور لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ پاؤ گے تو دوسرے مقام پر یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ اور وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ بھی دیکھو گے۔

جہاں اِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی ہے۔ اس کے

ساتھ ہی یُرَآءُوْنَ النَّاسَ بھی موجود ہے۔ اگر ایک مقام میں تارکِ نماز و تارکِ زکوٰۃ کی مذمت ہے تو دوسرے مقام میں تکبر و عجب کی برائی موجود ہے۔

اسی طرح احادیث کو دیکھو جسطرح ابوابِ نماز و روزہ بیع و شرا نکاح و طلاق پاؤ گے، ابواب ریا و کبر وغیرہ بھی دیکھو گے، اس بات سے کون مسلمان انکار کرسکتا ہے کہ جسطرح اعمالِ ظاہرہ حکم خداوندی ہیں، اسی طرح اعمال باطنہ بھی حکم الٰہی ہیں۔ کیا اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ امر کا صیغہ ہے اور اصبروا واشکروا امر کا صیغہ نہیں کیا۔ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ سے روزہ کی مشروعیت اور مامور بہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ سے محبت کا مامور بہ ہونا ثابت نہیں بلکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ظاہری اعمال سب ہی باطن کی اصلاح کیلئے ہیں اور باطن کی صفائی مقصود و موجب نجات ہے اور اس کی کدورت موجب ہلاکت ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا یعنی بے شک جس نے نفس کو صاف کیا کامیاب رہا اور جس نے اس کو میلا کیا ناکام رہا۔ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ یعنی اس دن مال اور اولاد کام نہ آویں گے مگر جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاس سلامت قلب لے کر آیا۔

دیکھو پہلی آیت میں تزکیہ باطن کو موجبِ فلاح اور دوسری میں

Marfat.com

Maqsood Aazmi

سلامتی قلب کے بغیر مال و اولاد سب کو غیر نافع فرمایا ہے۔ ایمان وعقائد جن پر سارے اعمال کی مقبولیت منحصر ہے۔ قلب ہی کا فعل ہے اور ظاہر ہے کہ جتنے اعمال ہیں سب ایمان کی تکمیل کیلئے ہیں، پس معلوم ہوا کہ اصل مقصود دل کی اصلاح ہے جس سے انسان مقبولِ بارگاہ اور صاحب مدارج ومقام ہوتا ہے، اور اسی کا نام اصطلاح وعرف میں تصوف ہے۔

اقوالِ صوفیاء

اسی سلسلہ میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، "اگر تم کسی کو کرامات والا دیکھو کہ ہوا میں اُڑتا ہو تو دھوکے میں نہ آجانا، جب تک یہ نہ دیکھو کہ امر ونہی حفظِ حدود اور پابندی شریعت میں کیسا ہے"؟

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔

"مخلوق پر سب راہیں بند ہیں، سوا اس کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلے"

حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"جس کو دیکھو کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی ایسی حالت کا دعویٰ کرتا ہے جو اس کو حدِ شرعی سے باہر کر دیتی ہے تو اس کے پاس بھی نہ پھٹکو"

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی نے فرمایا"

کہ "متابعت" پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروری ہے۔ قولاً و فعلاً و ارادۃً اس لئے کہ محبتِ خدا تعالیٰ بے متابعت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نصیب نہیں ہوتی"

Marfat.com

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

"جو آدمی شریعت پر قائم ہوا اور جو کچھ احکام شرع کے ہیں ان کو بجالایا اور سرِ مُو تجاوز نہ کیا تو اس کا مرتبہ آگے بڑھتا ہے۔ یعنی تمام ترقیاں اس پر موقوف ہیں کہ شریعت پر ثابت قدم رہے۔"

حضرت حکیم الامت تعلیم الدین میں فرماتے ہیں۔

"جس کو دولتِ وصول میسّر ہوتی ہے۔ علمِ شریعت اور اتباعِ سنت سے ہوتی ہے۔"

شریعت وطریقت کی اصطلاحات الگ الگ بعد میں بضرورت مقرر کی گئیں

اسلام کی تمام تعلیمات کا سرچشمہ کتاب وسنت ہے، جس کی ابتدائی تعلیم مجلسِ نبوی میں دی جاتی تھی اور چونکہ ابتدائی دَور تھا حلقہ بگوشانِ اسلام اپنے اصلی مرکز میں موجود تھے جن کی تعداد بھی اس وقت اتنی زیادہ نہ تھی جتنی بعد میں ہوگئی اس لیئے نبوی درس گاہ میں تمام علومِ اسلام یعنی علم تفسیر علم حدیث علم فقہ اور علم تصوّف کی تعلیم یک جا دی جاتی تھی، کوئی الگ الگ شعبے قائم نہ تھے۔ البتہ اسی نبوی درس گاہ میں ایک اقامتی شعبہ ایسا بھی موجود تھا جس میں محبانِ خدا و عاشقانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تزکیۂ نفس واَصلاحِ باطن کی عملی تعلیم وتربیت کے لیئے ہر وقت موجود رہتے تھے اور وہ اصحابِ صُفّہ کہلاتے تھے۔

بعد ازاں جب اسلام عالم گیر حیثیت اختیار کر گیا تو اس کی تعلیمات

کو علمائے دین نے الگ شعبوں میں منضبط کر دیا، جنہوں نے علم حدیث کی خدمت کی وہ محدّث کہلائے اور جنہوں نے علم تفسیر کا کام سنبھالا وہ مفسر کہلائے۔

جو فقہ کا کام کرنے میں منہمک ہو گئے وہ فقیہہ بن گئے اور جنہوں نے تزکیہ نفس و اصلاح باطن کا شعبہ سنبھالا وہ مشائخ صوفیاء مشہور ہوئے اسی لیئے اکابر سلف میں سے کسی نے شریعت کو طریقت سے الگ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ طریقت کو شریعت کے تابع رکھا۔

شریعت، طریقت، حقیقت و معرفت

شریعت احکامِ تکلیفیہ کے مجموعہ کا نام ہے

اس میں اعمالِ ظاہری اور باطنی سب آگئے اور متقدمین کی اصطلاح میں لفظ فقہ کو شریعت کا مرادف (ہم معنیٰ) سمجھا جاتا ہے جیسے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ کی تعریف ۔ معرفۃ النفس مالہا وما علیہا منقول ہے یعنی نفس کے نفع اور نقصان کی چیزوں کو پہچاننا پھر متاخرین کی اصطلاح میں شریعت کے اس جز کا نام جو اعمالِ ظاہرہ سے متعلق ہے فقہ ہو گیا اور وہ چیز جو اعمالِ باطنہ سے متعلق ہے اس کا نام تصوّف ہو گیا، اور ان اعمالِ باطنی کے طریقوں کو طریقت کہتے ہیں۔ پھر ان اعمال کی درستی سے قلب میں جو جلا اور صفا پیدا ہوتا ہے اس سے قلب پر بعض حقائقِ کونیہ متعلقہ اعیان و اعراض (حقائق و لوازمات) بالخصوص اعمال حسنہ و سیئہ و حقائق الٰہیہ صفاتیہ و فعلیہ یا بالخصوص معاملات بین اللہ و بین العبد

یعنی جو معاملات اللہ اور اس کے بندے کے درمیان ہیں۔ وہ منکشف ہوتے ہیں، ان مکشوفات کو حقیقت کہتے ہیں اور اس انکشاف کو معرفت کہتے ہیں۔ اور اس صاحب انکشاف کو محقق اور عارف کہتے ہیں۔

پس یہ سب امور متعلق شریعت کے ہی ہیں اور عوام میں جو یہ شائع ہوگیا ہے کہ طریقت اور چیز ہے اور شریعت اور چیز ہے۔ محض غلط اور بے بنیاد ہے۔ جب حقیقتِ سلوک معلوم ہوگئی تو اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس میں نہ کشف وکرامات ضروری ہیں نہ قیامت میں بخشوانے کی ذمہ داری ہے نہ دنیا میں کاربرآری کا وعدہ ہے کہ تعویذ، گنڈوں سے کام بن جاویں یا مقدمات دُعا سے فتح ہوجائیں یا روزگار میں ترقی ہو یا جھاڑ پھونک تعویذات سے بیماری جاتی رہے یا ہونیوالی بات بتلادی جایا کرے، نہ تصرفات لازم ہیں کہ پیر کی توجہ سے مرید کی ازخود اصلاح ہوجائے۔ اس کو گناہ کا خیال بھی نہ آوے، خود بخود عبادت کے کام ہوتے رہیں۔ مرید کو ارادہ کرنا نہ پڑے یا ذہن وحافظہ بڑھ جائے۔ نہ ایسی باطنی کیفیات پیدا ہونے کی میعاد کو ہر وقت یا عبادت کے وقت لذت سے سرشار رہے، عبادت میں کوئی خطرہ ہی نہ آوے یا یہ کہ خوب رونا آوے ایسی محویت ہوجائے کہ اپنی پرائی خبر نہ رہے اور نہ ذکر وشغل میں انوار وغیرہ کا نظر آنا نہ کسی آواز کا سنائی دینا ضروری ہے، نہ اچھے خوابوں کا نظر آنا، یا الہامات کا ہونا لازمی ہے، بس اصل مقصود حق تعالیٰ کی رضا ہے اسی کو پیش نظر رکھے۔

Marfat.com

بیعت | بیعت جس کا حاصل معاہدہ ہے، اعمالِ ظاہری و باطنی کے اہتمام اور التزام احکام کا اس کو بیعت طریقت کہا جاتا ہے جواز سلف تا خلف بتواتر رائج ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب فرما کر علاوہ بیعتِ جہاد اور بیعتِ اسلام التزام احکام و اہتمام اعمال کیلئے بیعت فرمایا ہے متعدد احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ عوف بن مالک رضی کی یہ حدیث ہے۔

عن عوف ابن مالك الاشجعی رضی قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ و الہٖ وسلم تسعة او ثمانیة او سبعة فقال الا تبایعون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبسطنا ایدینا وقلنا علی ما نبایعك یارسول اللہ قال ان تعبد و اللہ ولا تشرکوا بہٖ شیئا و تصلّوا صلوات الخمس و تسمعوا و تطیعوا۔

(الحدیث اخرجه مسلم وابوداؤد ونسائی)

یعنی حضرت عوف ابن مالک اشجعی رضی فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ نو آدمی تھے یا آٹھ یا سات ارشاد فرمایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیے اور عرض کیا کہ کس امر پر آپ کی بیعت کریں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے فرمایا ان امور پر کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور پانچوں نمازیں

پڑھو اور احکام سنو اور مانو، اس کو مسلم، ابو داؤد و نسائی نے روایت کیا

اس بیعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو خطاب کیا جو کہ یہ نہ بیعتِ اسلامی تھی نہ بیعت جہادی، لہٰذا اس حدیث میں بیعت مروجہ فی المشائخ کا صریح ثبوت ہے، جس طرح فقہ میں چار سلسلے ہیں، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اسی طرح فنِ تصوف میں بھی چار سلسلے ہیں۔ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ۔ اور جس طرح اس طرف سلسلہ حنفی غالب ہے، اسی طرح سلسلہ چشتیہ غالب ہے ہمارے یہاں اکابرین چاروں سلسلوں میں بیعت فرماتے ہیں تاکہ ہر سلسلہ کا ادب ملحوظ رہے، مگر غلبہ چشتیت کا ہے۔

اسمائے گرامی حضرات سلاسل اربعہ

سلسلۂ چشتیہ میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح

سلسلۂ قادریہ میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رح۔

سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبندی رح۔

سلسلۂ سہروردیہ میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رح

Marfat.com

طریق بیعت شیخ مرید کے داہنے ہاتھ کو اپنے داہنے ہاتھ میں لے کر بیعت کرتا ہے اور کثیر مجمع کو بذریعہ رومال وغیرہ بیعت کیا جاتا ہے اور مستورات کو پردہ کے پیچھے کہ وہاں ان کا کوئی محرم بھی ہو رومال وغیرہ سے بیعت کیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ما مسّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ید امراۃٍ قط الا ان یاخذ علیہا فاذا اخذ علیہا فاعطتہ قال اذھبی فقد بایعتکِ رواہ الشیخان وابو داؤد۔

اس سے معلوم ہوا کہ بدون عورت کا ہاتھ میں ہاتھ لئے آپ معاہدہ فرماتے تھے پھر فرماتے میں نے تم کو بیعت کر لیا ہے۔ اس لئے مشائخ میں عورتوں کو بغیر ہاتھ میں ہاتھ لئے زبانی طور پر یا کسی کپڑے وغیرہ سے بیعت کرنا معمول ہے۔

یہ بیان تو شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہونے کا ہے اور جو شخص شیخ کی خدمت میں نہ پہنچ سکے وہ وہیں سے بذریعہ خط وکتابت یا بواسطہ شخص معتبر بیعت ہو سکتا ہے اور اس کو بیعتِ عثمانی کہا جاتا ہے، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بموقع بیعتِ رضوان بعدمِ موجودگی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے بائیں ہاتھ پر داہنے دستِ مبارک کو رکھ کر فرمایا کہ میں نے عثمان کو بیعت کر لیا۔

تعلیم بر وقتِ بیعت اول نماز اور روزوں کی قضا اس طرح کہ ہر نمازِ وقتی کے ساتھ جماعت سے قبل

بعد جماعت اس وقتی قضا کے صرف فرض ادا کرنا اور عشاء میں وتر بھی اور فرصت اور ہمت کے ساتھ ایک وقت میں یا ایک دن میں کئی کئی وقت یا کئی کئی دن کی نمازوں کو ادا کرلینا۔

نمبر۲ کسی کا مالی حق اپنے ذمّے ہو اس کو ادا کرنا یا معافی مانگنا۔

نمبر۳ آنکھ کان یا زبان کی پوری نگرانی اور حرام اور مشتبہ مال سے پوری احتیاط کرنا۔ وضع قطع، لباس، شکل وصورت سنّت کے مطابق رکھنا، شادی، غمی کے موقع پر جملہ رسومات و بدعات وخلافِ شرع باتوں، گانا بجانا، ڈھول، باجا، گیت، نیوتہ اور دکھاوا وغیرہ سے پرہیز کرنا۔ ہر معاملہ میں ناجائز اور محرماتِ طریق سے بچنا اور اس کا پورا خیال رکھنا کہ کسی کو اپنے ہاتھ اور زبان سے مالی قلبی اور جسمانی تکلیف اور رنج نہ پہنچے۔ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ اختلاط سے گریز، بقدرِ ضرورت ملنا، اور کلام سے بھی بدون ضرورتِ شدیدہ پوری احتیاط کرنا۔

نمبر۴ چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے، لیٹے بیٹھے، کلمۂ طیّبہ کا ورد رکھنا اس طرح پر کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتے رہیں۔ دس یا پانچ مرتبہ کہنے کے بعد یا سانس ٹوٹنے پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ عَلَیہِ وَسَلَّمْ ملا لیا کریں۔

نمبر۵ ہر نماز کے بعد اگر آیۃ الکرسی یاد ہو تو اس کو پڑھ کر تسبیح فاطمہ کی ایک تسبیح پڑھا کریں۔ یعنی تینتیس مرتبہ سبحان اللہ تینتیس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، چونتیس مرتبہ اَللّٰہُ اکبر پڑھ لیا کریں۔

Marfat.com

یا بشرطِ فرصت ظہر، مغرب، عشاء میں آیۃ الکرسی کے بعد تیسرا کلمہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ کی ایک تسبیح پڑھا کریں۔

نمبر۱۴ بعد نماز عشاء سوتے وقت محاسبہ و مراقبۂ موت کیا کریں۔

مُحاسَبَہ

یہ ہے کہ صبح اٹھنے کے وقت سے شب کو سونے کے وقت تک اپنے اعمال کا سوچنا عبادات و طاعات پر شکر اور طلبِ توفیق اور اپنی کوتاہی اور نامناسب باتوں پر ندامت۔

مُراقبۂ موت

نزع کی حالت اور قبر میں سوال و جواب، میدانِ حشر، حساب و کتاب حق تعالیٰ کے سامنے پیشی اور جواب دہ ہونا اور پُلصراط پر سے گذرنا ان سب چیزوں کو سوچنا اور عہد کرنا کہ آئندہ کسی معصیت کے پاس نہ جاؤں گا۔ پھر ایک تسبیح استغفار کی پڑھنا، استغفار یہ ہے:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

نمبر۱۵ اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھنا حتیٰ کہ اپنی آنکھوں سے بھی

کسی کو کیسا ہی بُرے سے بُرا کام کرتے ہوئے دیکھا جائے تب بھی اس کو حقیر نہ جاننا چاہیے اپنے کو اس سے اچھا نہ سمجھنا بلکہ یہ ڈر رکھنا اور خیال کرنا کہ کیا عجب ہے کہ یہ شخص پختہ توبہ کر کے نہایت درجہ متقی اور پرہیزگار ہو جائے اور میں خدا نہ کرے شیطان و نفس کے بہکانے اور اغوا سے پھسل جاؤں اور یہ طاعات اور عبادات قائم نہ رہیں۔ نہ خاتمہ کا علم ہے، اس لیئے کیا منہ ہے کہ اپنے کو کسی سے اچھا جانا جائے اور دوسرے کو حقیر سمجھا جائے۔

تنبیہ

یہ ساتواں جز اپنے کو کم سمجھنا سلوک میں اوّل قدم ہے۔ بدون اس کے راستہ نہیں کھلتا۔

۷/ر **حقیقتِ بیعت** بیعت جو کہ اپنے اندر بیع کے معنی لئے ہوئے ہے شیخ کے ہاتھ بک جانا ہے، جسمیں اپنے کو شیخ کے ہاتھ احکامِ ظاہرہ و باطنہ کے التزام کے واسطے گویا بیع کر دیا جس کی حقیقت یہ ہے کہ طالب کو اپنے شیخ پر پورا اعتقاد اور کلی اعتماد ہو کہ یہ میرا خیر خواہ ہے جو مشورہ دے گا وہ میرے لئے نہایت نافع ہو گا اس پر پورا اطمینان ہو۔ اس کی تجویز و تشخیص میں دخل نہ دیوے۔ یوں یقین رکھے کہ دنیا بھر میں میری جستجو اور میری تلاش میں میرے نفع کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی نہیں اس کو اصطلاحِ تصوّف میں وحدتِ مطلب کہا جاتا ہے۔ بدون اس

Marfat.com

کے بیعت ہونا نافع نہیں کیوں کہ اصلاحِ نفس کیلئے شیخ سے مناسبت شرط ہے اور مناسبت کی پہچان یہی ہے کہ اس کی تعظیم اور قول و فعل اور حال پر قلب میں اعتراض نہ ہو بالفرض اگر قلب میں اعتراض آوے تو رنجیدہ ہو، گھٹن ہو۔ عوام کیلئے بیعت کی صورت البتہ نافع ہوتی ہے۔ بیعت سے ان کے قلب پر ایک عظمت اور شان شیخ کی طاری ہو جاتی ہے، جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ اس کے قول کو باوقعت سمجھ کر اس پر عمل کرنے کیلئے مجبور ہو جاتا ہے، خواص کیلئے کچھ مدت کے بعد بیعت نافع ہوتی ہے بیعت سے جانبین میں ایک تعلق و خلوص پیدا ہو جاتا ہے۔ شیخ سمجھنے لگتا ہے کہ یہ ہمارا ہے اور مرید سمجھنے لگتا ہے کہ یہ ہمارے ہیں۔ ڈانواں ڈول حالت نہیں رہتی۔

ضرورتِ شیخ

عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ کوئی کمال بدوں استاد کے حاصل نہیں ہوتا تو جب اس راہِ طریقت میں آنے کی توفیق ہو۔ استادِ طریق کو ضرور تلاش کرنا چاہیے جس کے فیض تعلیم و برکتِ صحبت سے مقصودِ حقیقی تک پہنچے۔

گر ہوائے این سفر داری دلا ٭ دامنِ رہبر بگیر و پس بیا
بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق ٭ عمر بگذشت و نشد آگاہِ عشق

یعنی اے دل اگر اس سفر کی خواہش ہو تو رہبر کا دامن پکڑ کر چلو، اس لیئے جو بھی عشق کی راہ میں بغیر رفیق کے چلا اس کی عمر گذر گئی اور وہ عشق سے آگاہ نہ ہوا۔

Marfat.com

چنانچہ حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں :

بھلا نری کتابوں سے بھی کوئی کامل مکمل ہوا ہے۔ موٹی بات ہے کہ بڑھئی کے پاس بیٹھے بغیر کوئی بڑھئی نہیں بن سکتا۔ حتیٰ کہ بسولہ بھی بطور خود ہاتھ میں لے کر اٹھائے گا تو وہ بھی قاعدہ سے نہ اٹھایا جا سکے گا۔ بلا درزی کے پاس بیٹھے سوئی پکڑنے کا اندازہ بھی نہیں آتا بلا خوشنویس کے پاس بیٹھے اور بلا قلم کی گرفت اور کشش دیکھے ہرگز کوئی خوشنویس نہیں ہو سکتا، غرض بدوں کسی کامل کی صحبت کے کوئی کامل نہیں بن سکتا اسی کو کہا ہے

صحبتِ صالح ترا صالح کند ⁘ صحبتِ طالح ترا طالح کند
ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا ⁘ گو نشیند در حضورِ اولیاء
یک زمانہ صحبت با اولیاء ⁘ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء
صحبتِ نیکاں اگر یک ساعت است ⁘ بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است

مطلب یہ ہے کہ نیک آدمی کی صحبت تم کو نیک بنا دے گی، اسی طرح بدبخت کی صحبت تم کو بدبخت بنا دے گی۔ جو شخص خدا تعالیٰ کی ہم نشینی کا طالب ہو تو اس کو اولیاء کرام کی صحبت میں بیٹھنا چاہیے۔ اللہ والوں کی تھوڑی دیر کی صحبت سو سالہ بے ریا طاعت سے بہتر ہے نیکوں کی صحبت اگر ایک گھڑی بھی نصیب ہو جائے تو وہ سو سالہ زہد و طاعت سے بہتر ہے۔ نیز صحبتِ نیکاں کے متعلق یہ قطعہ بہت عجیب اور مناسب ہے۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے ⁘ رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری ⁘ کہ از بوئے دل آویز تو مستم
بگفتا من گلِ ناچیز بودم ⁘ ولیکن مدتے با گل نشستم

جمال ہم نشیں در من اثر کرد ۔۔۔ وگر نہ من ہما خاکم کہ ہستم

یعنی حمام میں ایک دن محبوب کے ہاتھ سے ایک خوشبودار مٹی مجھ کو ملی، میں نے اس سے کہا تو مشک ہے یا عنبر ہے کہ تیری دلآویز خوشبو سے میں مست ہو گیا ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ میں ناچیز اور معمولی مٹی ہی تھی مگر ایک مدت تک پھول کے ساتھ میری صحبت رہی، میرے ہم صحبت کی خوبی نے مجھ میں اثر کیا ورنہ میں تو وہی خاک ہوں۔ جیسی کہ پہلے تھی۔

ایک خط اور اس کا جواب

خط احقر اس سال دورۂ حدیث میں شریک ہے، ایک عرصہ سے خط لکھنے کا خیال کر رہا تھا، لیکن ایک عارض مانع بنا رہا وہ یہ کہ احقر کو آپ کے مصنفات وملفوظات دیکھنے کا بے حد شوق ہے، چنانچہ بچپن سے اب تک برابر دیکھتا رہا، بحمداللہ بہت مستفید ہوا، ان سے ایک خاص بات معلوم ہوئی وہ یہ کہ مامورات شرعیہ سب کے سب اختیاریہ ہیں۔ چونکہ مامورات اختیاریہ ہیں۔ اس لیے جہاں رکنے کا امر ہے وہ بھی اختیاری ہوئے۔ اس لئے سارے امراض کا علاج یہی ہے کہ اپنے اختیار سے رکے، اب اپنے متعلق بھی ہمیشہ یہی تقریر جاری کرتا رہا، اب سوال یہ ہے کہ مشائخ طریقت سے اس قاعدہ کے معلوم ہونے کے بعد کیا سوال اور علاج کرانا چاہیے میری سمجھ میں نہیں آتا۔

بہت عرصہ سے اس امر پر غور کر رہا ہوں، امید کہ جناب والا مطلع فرمادیں گے۔ تاکہ احقر اسی پر عمل کرے۔ آخر اس قاعدہ کلیہ کے علم کے

Marfat.com

بعد معالج و مشائخ کی ازالہ مرض میں کیا حاجت باقی رہتی ہے۔ امید کہ اگر کوئی غلطی ہوگئی ہو تو مطلع فرماویں گے۔

جواب از حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ

ماموراتِ ومنہیات سب اختیاری ہیں، لیکن اس میں کچھ غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ کبھی تو یہ کہ حاصل کو غیر حاصل سمجھ لیا جاتا ہے کبھی اس کا عکس مثلاً ایک شخص نے نماز میں خشوع کا قصد کیا اور وُہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے حاصل ہو گیا مگر ساتھ ہی ساتھ وساوس و خطرات کا ہجوم بھی ہوتا رہا یہ شخص اس کو خشوع کا مضاد (خلاف) سمجھ کر خشوع کو غیر حاصل سمجھا یا، ابتدائے عبادت یہ وساوس غیر اختیاری تھے، مگر اسی سلسلہ میں وہ وساوس اختیاریہ کی طرف منجر ہو گئے اور یہ ابتداء کے دھوکے میں رہ کر خشوع کو باقی سمجھا حالانکہ وُہ زائل ہو چکا اور کبھی غیر راسخ کو راسخ سمجھ لیا جاتا ہے۔ مثلاً دو چار خفیف حادثوں میں رضا بالقضا کا اُحساس ہوا یہ سمجھ گیا کہ ملکہ راسخ ہو گیا پھر کوئی بڑا حادثہ واقع ہوا اور اس میں رضا نہیں ہوئی، یا درجہ مقصود تک نہیں ہوئی، مگر یہ اسی دھوکہ میں رہا کہ اس میں رسوخ ہو چکا ہے۔ اب بھی رضا معدوم یا ضعیف نہیں ہے اور حاصل کو غیر حاصل سمجھنے میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ شکستہ دل ہو کر اس کا اہتمام چھوڑ دیتا ہے پھر وہ سچ مچ زائل ہو جاتا ہے اور اس کے عکس میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ اس کا اہتمام ہی نہیں کرتا اور محروم رہتا ہے اور غیر راسخ کو راسخ سمجھنے میں وہی خرابی عدم اہتمام تکمیل کی ہوتی ہے کبھی یہ غلطی ہوتی ہے کہ حاصل راسخ کو زائل سمجھ لیتا ہے۔ مثلاً شہوت حرام کے

Marfat.com

مقاومت کی اور وہ زمانہ غلبہ آثار ذکر کا تھا اس لیئے داعیہ شہوتِ حرام کا ایسا مضمحل ہوگیا کہ اس کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا۔ پھر ان آثار کا جوش و خروش کم ہونے سے طبعی التفات گو درجہ ضعیفہ میں سہی ہونے لگا، یہ شخص سمجھ گیا کہ مجاہدہ بے کار گیا اور شہوتِ حرام کا رذیلہ پھر عود کر آیا پھر اصلاح سے مایوس ہو کر پھر مع بطالت و خلاعت میں مبتلا ہو گیا یہ چند مثالیں ہیں غلطیوں کی اور ان کے مفاسد کی اگر کسی شیخ سے تعلق ہو اور اس پر اعتماد ہو تو اس کو اطلاع کرنے سے وہ اپنی بصیرت و تجارب کے سبب حقیقت سمجھ لیتا ہے اور ان اغلاط پر مطلع کرتا ہے اور یہ ان مضرتوں سے محفوظ رہتا ہے اور فرضاً سالک اگر ذکاوت و سلامت فہم کے سبب خود بھی مطلع ہو سکے، مگر ناتجربہ کاری کے سبب مطمئن نہیں ہوتا اور مشوش ہونا مقصود میں مخل ہوتا ہے۔ یہ تو شیخ کا اصلی منصبی فرض ہے اور اس سے زیادہ اس کے ذمہ نہیں، لیکن تبرّعاً وہ ایک اور بھی خدمت کرتا ہے وہ یہ کہ مقصود یا مقدمۂ مقصود کے تحصیل میں اور اسی طرح کسی ذمیمہ یا مقدمہ ذمیمہ کے ازالہ میں طالب کو مشقت شدید پیش آتی ہے گو تکرارِ مباشرت، اور تکرار مجانبت سے وہ مشقت اخیر میں مبدل بہ یُسر ہو جاتی ہے لیکن شیخ تبرعاً کبھی ایسی تدابیر بتلا دیتا ہے کہ اوّل امر ہی سے مشقت نہیں رہتی۔

یہ ایک اجمالی تحقیق تقریب فہم کیلئے ہے باقی ضرورتِ شیخ کا مشاہدہ اس وقت ہوتا ہے جب کام شروع کر کے اپنے احوال جزئیہ کی اس کو بالالتزام اطلاع کرتا ہے اور اس کے مشورہ کا اتباع کرتا ہے اور یہ اتباع کامل اس وقت ہو سکتا ہے، جب اس پر اعتماد ہو اور اس کے ساتھ تعلق انقیاد ہو اس وقت

Marfat.com

جساً معلوم ہو گا کہ بدون شیخ کے مقصود کا حاصل ہونا عادۃً متعذر ہے، اِلّا نادراً والنّادر کالمعدوم پھر اس ضرورت میں تفاوتِ فہم و استعداد کے اعتبار سے تفاوت فہم بھی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متقدمین کو کم ضرورت تھی۔

شیخِ کامل کی پہچان شیخ وہ ہے جو امراض باطنہ اخلاقِ رذیلہ و حمیدہ سے پوری واقفیت رکھے اور ان میں آپس کے التباس اور اُن کے خواص و تاثرات کو پہچاننے اور اُن کے حصول و ازالہ کی تدبیر پر مہارت تامہ رکھتا ہو۔ ان اخلاق کے عروج و نزول سے واقف ہو، نیز خواطرِ نفسانی و شیطانی و ملکوتی و ربانی سے پوری واقفیت رکھتا ہو کہ ان خطرات کے درمیان تمیز کر سکے۔ اس لیئے شیخ کا صاحب فن اور صاحبِ ذوق اور مجتہد ہونا ضروری ہے۔ اگر طریق کو محض کتب تصوف دیکھ کر یا لوگوں سے سُن کر حاصل کیا ہو اور تربیت کرنے کیلئے بیٹھ گیا تو وہ مرید کیلئے مہلک ہے اس لیئے کہ وہ طالبِ سالک کے حالات و واردات و تغیر حالات کو نہیں سمجھتا جس کو ابنِ عربیؒ نے شیخ کی علامات میں اجمالاً و اختصاراً بیان فرمایا ہے کہ شیخ کامل کی پہچان اجمالاً تین چیزیں ہیں۔

(۱) دین انبیاء کا سا (۲) تدبیر اطباء کی سی (۳) سیاست بادشاہوں کی سی۔

جس کی تفصیل یہ ہے (۱) بقدرِ ضرورت دین کا علم ہو خواہ تحصیلِ علم سے یا صحبت علمائے محققین سے (۲) کسی شیخِ کامل صحیح السلسلہ سے مجاز ہو (۳) خود متقی پرہیز گار ہو یعنی ارتکاب کبائر سے اور صغائر پر اصرار سے بچتا ہو (۴) کافی مدت تک شیخ کی خدمت میں مستفیض ہوا ہو خواہ بمکاتبت خواہ بمجالست

Marfat.com

(۵) اہل علم و فہم اس کو اچھا سمجھتے ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہوں (۶) اس کی صحبت سے آخرت کی رغبت محبت الٰہی کی زیادت اور محبت دنیا سے نفرت محسوس ہوتی ہو۔ (۷) اس کے مریدین میں سے اکثر کی حالت شریعت کے مطابق ہو (۸) اس میں حرص و طمع نہ ہو (۹) خود بھی ذاکر و شاغل ہو (۱۰) مریدین کو آزاد نہ چھوڑے۔ بلکہ جب کوئی ان کی نامناسب بات دیکھے یا معتبر ذریعے سے معلوم ہو تو روک ٹوک کرے اور ہر ایک کو اس کی استعداد اور حال کے مطابق سیاست کرے، ہر ایک کو ایک لکڑی نہ ہانکے جس میں یہ علامات پائی جائیں وہ شخص اس قابل ہے کہ اس کو شیخ بنائے اور اس کو اکسیر اعظم سمجھے اور اس کی زیارت و خدمت کو کبریتِ احمر جانے ان کمالات و علامات کے بعد پھر شیخ کامل میں کشف و کرامات تصرّف و خوارق تارکِ کسب ہونے کو ہرگز نہ دیکھے کہ ان کا ہونا شیخ کامل کیلئے ضروری نہیں۔

مناسبتِ شیخ

یہ امر تجربے سے ثابت ہو چکا ہے کہ فیوض باطنی کے لیئے پیر و مُرید کی باہمی مناسبت فطری شرط ہے کیوں کہ نفع عادتاً الفت پر موقوف ہے جو مناسبتِ فطری کی حقیقت ہے اور یہی مناسبت ہے جس کے نہ ہونے پر مشائخ طالب کو اپنے پاس سے بعض دفعہ دوسرے شیخ کے پاس جس کے ساتھ مناسبت ظن یا کشف سے معلوم ہو بھیج دیتے ہیں کیوں کہ اس طریق میں مصلح کے ساتھ مناسبت ہونا بڑی ضروری چیز ہے بدون مناسبت کے طالب کو نفع نہیں ہو سکتا اور مناسبت شیخ جو افاضہ و استفادہ کا مدار ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ شیخ سے مرید کو اس قدر

Marfat.com

انسیت ہوجائے کہ شیخ کے کسی قول و فعل سے مُرید کے دل میں طبعی نکیر نہ پیدا ہو گو عقلی پیدا ہو یعنی شیخ کی سب باتیں مرید کو پسند ہوں اور مُرید کی سب باتیں شیخ کو پسند ہوں اور یہی مناسبت بیعت کی شرط ہے۔ لہٰذا پہلے مناسبت پیدا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے اس کی سخت ضرورت ہے جب تک یہ نہ ہو مجاہدات ریاضت، مراقبات و مکاشفات سب بے کار ہیں، کوئی نفع نہ ہوگا اگر طبعی مناسبت نہ ہو تو عقلی پیدا کرلی جائے، اس پر نفع موقوف ہے، اس لئے جب تک پوری مناسبت نہ ہو بیعت نہ کرنی چاہیئے۔

شیخ کامل کی صحبت کے فوائد

(۱) شیخ کے اندر جو چیز ہے وہ شدہ شدہ آپ کے اندر بھی آئے گی (۲) اگر اصلاح کامل نہ بھی ہو تو کم از کم اپنے عیوب پر ہی نظر ہونے لگتی ہے یہ بھی کافی اور مفتاحِ طریق ہے (۳) اخلاق و عادات میں اس کا اتباع کرے گا۔ اذکار و عبادات میں نشاط اور ہمت کو قوت ہو گی (۴) جو حال عجیب پیش آوے گا، اس کے بارے میں اس سے تشفی ہو جائے گی (۵) جو افادات زبانی سننے میں آتے ہیں وہ تحقیقات و مسائل کا خلاصہ ہوتے ہیں، جس سے اپنی حالت بھی وضاحت کے ساتھ منکشف ہوتی ہے (۶) ان اہلِ صحبت میں جو بابرکت ہوتے ہیں وہاں ایک نفع صحبت کی برکت اور ان کے طرزِ عمل سے سبق لینا ہوتا ہے۔ (۷) عمل کا شوق بڑھتا ہے (۸) اپنی استعداد معلوم ہوجاتی ہے (۹) اہلِ محبت کی صحبت سے محبت پیدا ہوتی ہے (۱۰) مشائخ اعمالِ صالحہ کی وجہ سے بابرکت ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی تعلیم میں بھی برکت ہوتی ہے جس کی وجہ سے جلد شفا

ہو جاتی ہے، خود کتابیں دیکھ کر علاج کرنا کافی نہیں (۱۱) اہل اللہ کی صحبت کے مؤثر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بار بار اچھی باتیں جب کان میں پڑیں گی تو کہاں تک اثر نہ ہوگا ایک وقت چوکو گے، دو وقت چوکو گے، تیسری دفعہ تو اصلاح ہو ہی جائے گی اور ایک سبب باطنی بھی ہے وہ یہ ہے کہ جب تم ان کے پاس رہو گے اور تعلق بڑھاؤ گے تو اس سے دو طرح اصلاح ہوگی۔ ایک تو یہ کہ وہ دعا کریں گے اور ان کی دعا مقبول ہوتی ہے تو حق تعالیٰ تم پر فضل فرمائیں گے اور اکثر یہ ہے کہ اُن کی دُعا باذنِ حق ہوتی ہے تو ان کے منہ سے دعا نکلنا اس بات کی علامت سمجھنا چاہیے کہ حق تعالیٰ کے فضل ہونے کا وقت آگیا۔ دوسری وجہ بڑی خفی ہے اور یہ کہ تمہارے اعمال میں اُن کی محبت سے برکت ہوگی اور جلد جلد ترقی ہوگی اور جلد اصلاح ہو جائے گی۔

(۱۲) ان حضرات کے دل خدا کے نور سے روشن ہیں۔ ان کے پاس رہنے سے نور آتا ہے اور جب نور آتا ہے تو ظلمت جاتی ہے پس اس نور سے ہر چیز کی حقیقت کھل جاتی ہے اور شبہ جاتا رہتا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اگر طبیعت میں سلامتی ہو تو بدون پاس رہے ان حضرات کا دیکھ لینا ہی کافی ہو جاتا ہے اور اگر اس درجہ کی سلامتی نہ ہو تو البتہ پھر چند دن کی صحبت کی بھی ضرورت ہے۔

مُرشد کے حقوق

(۱) یہ اعتقاد رکھے کہ میرا مطلب اسی شیخ سے حاصل ہوگا اور

دوسری طرف توجہ کرے گا تو مرشد کے فیض و برکات سے محروم رہے گا
(۲) ہر طرح سے مرشد کا مطیع ہو جائے اور جان و مال سے اس کی خدمت کرے، کیوں کہ بغیر پیر کی محبّت کے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا اور محبت کی پہچان یہی ہے کہ مُرشد جو کہے فوراً بجالائے اور بغیر اس کی اجازت کے اس کے کسی بھی فعل کی اقتداء نہ کرے، کیوں کہ بعض اوقات وہ اپنے حال اور مقام کے مناسب کسی کام کو کرتا ہے کہ مرید اس کو کرے تو اس کے حق میں زہر قاتل ہے
(۳) جو ورد اور وظیفہ مرشد تعلیم کرے اس کو پڑھے اور تمام وظیفے چھوڑ دے، خواہ اس نے وہ اپنی طبیعت سے پڑھنے شروع کئے ہوں یا کسی نے بتائے ہوں
(۴) مُرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اس کی طرف متوجہ رہنا چاہیے، یہاں تک کہ سوائے فرض وسنت کے کوئی نفل وغیرہ بھی بغیر اس کی اجازت کے نہ پڑھے
(۵) اس کے روبرو کسی سے بات نہ کرے بلکہ کسی کیطرف متوجہ بھی نہ ہو (۶) جس جگہ مرشد بیٹھا ہو، اس طرف پیر نہ پھیلائے اگرچہ سامنے نہ ہو (۷) اس کی طرف تھوکے نہیں (۸) جو کچھ مرشد کہے یا کرے اس پر اعتراض نہ کرے، اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آوے تو حضرت موسیٰ اور خضر علیہ السلام کا واقعہ یاد کرے کہ نہ معلوم کیا مصلحت ہوگی۔ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید (۹) اپنے مُرشد سے کرامات کی خواہش نہ کرے (۱۰) اگر کوئی شبہ ہو تو فوراً عرض کر دے اور اگر وہ شبہ حل نہ ہو تو اپنی فہم کا نقص سمجھے، اور اگر مرشد اس کا کچھ جواب نہ دے تو جان لے کہ میں اس کے جواب کے لائق نہ تھا اور کسی دوسرے موقع کا منتظر رہے (۱۱) خواب میں جو کچھ دیکھے، وہ مُرشد سے عرض کر دے اور اگر اس کی

تعبیر ذہن میں آوے تو اس کو بھی عرض کر دے (۱۲) بلا ضرورت اور بلا اجازت مرشد سے علیحدہ نہ ہو (۱۳) مرشد کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے اور با آواز بلند اس سے بات بھی نہ کرے اور اتنی آہستہ بھی نہ ہو کہ سننے میں تکلیف ہو اور بقدر ضرورت مختصر کلام کرے اور نہایت توجہ سے جواب کا منتظر رہے (۱۴) مرشد کا کلام دوسروں سے اسقدر بیان کرے جس قدر لوگ سمجھ سکیں اور جس بات کے متعلق جانے کہ لوگ نہیں سمجھیں گے اسے نہ بیان کرے (۱۵) مرشد کے کلام کو رد نہ کرے اگرچہ حق بظاہر مرید ہی کی طرف معلوم ہو بلکہ یہ اعتقاد کرے کہ شیخ کی خطا میرے صواب سے بہتر ہے (۱۶) جو کچھ طالب کا حال ہو، بھلا یا بُرا وہ مرشد سے عرض کر دے، اس لیئے کہ مرشد طبیب روحانی ہے اطلاع کے بعد اس کی اصلاح کرے گا۔ مرشد کے کشف پر اعتماد کر کے سکوت نہ کرے بلکہ اپنے حالات کی اطلاع کا التزام رکھے (۱۷) اس کے پاس بیٹھ کر وظیفہ میں مشغول نہ ہو اگر کچھ پڑھنا ضروری ہو تو علیحدہ بیٹھ کر پڑھے (۱۸) جو کچھ فیض باطنی پہنچے اس کو مرشد کا طفیل سمجھے اگرچہ خواب یا مراقبہ میں دیکھے کہ کسی دوسرے سے فیض پہنچا ہے۔ تب بھی یہ سمجھے کہ مرشد کا کوئی لطیفہ اس بزرگ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

Marfat.com

مجاہدہ

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا یعنی جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو قرب و ثواب یعنی جنّت کے راستے ضرور دکھائیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

عَنْ فضالۃ الکامل قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُجَاھِدُ مَنْ جَاھَدَ نَفْسَہٗ فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ۔ (رواہ البیہقی) یعنی فضالہؓ کاملؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجاہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے۔ (مشکوٰۃ شریف)

مجاہدہ کی حقیقت مجاہدہ کی حقیقت نفس کی مخالفت کی مشق و عادت ہے کہ حق تعالیٰ کی رضا و طاعت کے مقابلے میں نفس کی جانی و مالی و جاہی خواہشات و مرغوبات کو مغلوب رکھا جائے۔

تشریح منافع نفس دو قسم کے ہیں، ایک حقوق جس سے قوامِ بدن

Marfat.com

اور بقائے حیات ہے۔ دوسرے حظوظ جو اس سے زائد ہیں سو مجاہدہ وریاضت میں حظوظ کی تقلیل یا ترک کرایا جاتا ہے حقوق کو ضائع نہیں کیا جاتا کہ یہ خلافِ سنت ہے، حدیث شریف میں ہے۔ اِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا" یعنی بے شک تمہارے نفس کا تم پر حق ہے۔ کیوں کہ اس سے ضعف بڑھ جاتا ہے اور صحت میں خلل پڑتا ہے۔ پھر ضروری اشغال و عبادات سے بھی عاجز ہو جاتا ہے۔

مجاہدہ کی ضرورت

اعمالِ صالحہ میں مشقت ہمیشہ رہتی ہے، کیوں کہ اعمال نفس کی خواہش کے خلاف ہیں۔ نفس اُن کے بارے میں قلیل یا کثیر منازعت ضرور کرتا ہے اسی لیئے مخالفتِ نفس کی عمر بھر ضرورت ہے۔

مبتدی کو بھی اور منتہی کو بھی دونوں ہی کو کبھی نہ کبھی اعمال میں منازعت کی وجہ سے کسل بھی پیش آتا ہے۔ مبتدی کو زیادہ اور منتہی کو کم اس کسل ہی کو دفع کرنے کیلئے مجاہدہ کی ضرورت ہے نیز کسی وقت دونوں کا نفس اپنے اپنے مرتبہ کے اعتبار سے معاصی کا بھی تقاضا کرتا ہے، اس کے مقابلے کیلئے بھی مجاہدہ کی دونوں کو ضرورت ہے۔

لہذا مبتدی کیلئے تو یہ غلط ہے کہ وہ اپنے نفس کو مشقت سے بچانا چاہے اور مجاہدہ ہی نہ کرے اور اس انتظار میں رہے کہ سارا کام بدون مشقت کے ہو جائے اور منتہی کی غلطی یہ ہے کہ وہ ابتدائیں مجاہدہ کر کے آئندہ کیلئے اپنے آپ کو مجاہدہ سے مستغنی سمجھ لے چونکہ لبا اوقات طبائع بشریہ پھر عود

Marfat.com

کرتے ہیں اور اس وقت منتہی کو معاصی کا تقاضا ہوتا ہے اس طرح اس کا نفس بھی بعض دفعہ طاعات میں کسل کرنے لگتا ہے اس وقت اس کو بھی مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے مگر مبتدی اور منتہی کے مجاہدہ میں بڑا فرق ہے، جیسے ایک تو وہ سوار ہے جس کے نیچے ایسا گھوڑا ہے جس پر ابھی ابھی سواری شروع کی گئی ہے ایسے سوار کو تو زیادہ ہوشیاری کی بھی ضرورت ہے اور زیادہ مشقت کا بھی سامنا ہے۔ کیوں کہ نیا گھوڑا بہت شرارت کرتا ہے اور قابو سے باہر ہو جاتا ہے، دوسرا وہ شخص ہے جو ایسے گھوڑے پر سوار ہے جو سواری میں شائستہ ہو چکا ہے۔ اس کو زیادہ مشقت کا تو سامنا نہیں مگر ہوشیار بیٹھنے کی اس کو بھی ضرورت ہے کیوں کہ سدھا ہوا گھوڑا بھی بمقتضائے حیوانیت شوخی کرنے لگتا ہے، مگر سوار کی ذرا سی دھمکی اس کے دفع کرنے کو کافی ہے لیکن اگر سوار بالکل غافل رہا تو کسی وقت یہ سدھے ہوئے گھوڑے کے اوپر سے بھی ضرور گرے گا۔ پس نفس کی نگہداشت کا مجاہدہ منتہی کو بھی لازم ہے۔

مجاہدہ میں اعتدال

مجاہدہ سے مقصود نفس کو پریشان کرنا نہیں ہے بلکہ نفس کو مشقت کا عادی بنانا اور راحت و تنعم کی عادت نکالنا ہے اور اس کیلئے اتنا مجاہدہ کافی ہے جس سے نفس پر کسی قدر مشقت پڑے بہت زیادہ نفس کو پریشان کرنا اچھا نہیں ورنہ وہ بالکل معطل و بے کار ہو جائے گا خوب سمجھ لو، محنت و مشقت ہمیشہ اور ہر حال میں مستحسن نہیں بلکہ جب اعتدال سے ہو اور اس پر نتیجہ اچھا مرتب ہو، اسی وقت مستحسن ہے پس مجاہدہ میں افراط بھی مذموم ہے لہٰذا اعتدال کی

Marfat.com

رعایت لازم ہے، اسی کو حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

نہ چنداں بخور کز دہانت بر آید
نہ چنداں کہ از ضعف جانت بر آید

یعنی نہ اتنا کھاؤ کہ منہ سے باہر آنے لگے اور نہ اتنا کم کھاؤ کہ جسم میں کمزوری آجائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا۔ یعنی خدا کے بندے وہ ہیں، جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں بلکہ وہ خرچ اس کے درمیان میں معتدل ہوتا ہے۔

پس مجاہدہ میں بھی اعتدال کی رعایت کرنا چاہیے، مگر اس اعتدال کو بھی اپنی رائے سے تجویز نہ کریں بلکہ کسی محقق سے درجہ اعتدال اور طریق مجاہدہ معلوم کریں۔

مجاہدے کے اقسام

مجاہدہ کی دو قسمیں ہیں، ایک مجاہدہ جسمانی کہ نفس کو مشقت کا عادی کیا جائے۔ مثلاً نوافل کی کثرت سے نماز کا عادی کرنا اور روزہ کی کثرت سے طعام کی حرص وغیرہ کو کم کرنا اور ایک مجاہدہ بمعنی مخالفتِ نفس ہے کہ جس وقت نفس معصیت کا تقاضا کرے اس وقت اس کے تقاضے کی مخالفت کرنا اصل مقصود یہ دوسرا مجاہدہ ہے اور یہ واجب ہے اور پہلا مجاہدہ اسی کی تحصیل کیلئے کیا جاتا ہے کہ جب نفس مشقت برداشت کرنے کا عادی ہوگا تو اس کو اپنے جذبات

Marfat.com

کے ضبط کرنے کی بھی عادت ہوگی، لیکن اگر بدون مجاہدہ جسمانیہ کے کسی کو نفس پر قدرت ہو جائے تو اس کو مجاہدہ نفسانیہ کی ضرورت نہیں مگر ایسے لوگ بہت کم ہیں اسی واسطے صوفیاء نے مجاہدۂ جسمانیہ کا بھی اہتمام کیا ہے اور ان کے نزدیک اس کے چار ارکان ہیں۔

(۱) قلتِ طعام (۲) قلتِ کلام (۳) قلتِ منام (۴) قلتِ اختلاط مع الانام ـــــ جو شخص ان ارکان کا عادی ہو جائے گا۔ واقعی وہ اپنے نفس پر قابو یافتہ ہو جائے گا کہ معصیت کے تقاضے کو ضبط کر سکے گا اور مجاہدہ نفسانیہ یہ ہے کہ جب نفس گناہ کا تقاضا کرے اس کی مخالفت کیجائے اور یہ بات اس وقت حاصل ہوگی، جب نفس کی جائز خواہشوں کی بھی کسی حد تک مخالفت کیا کریں۔ مثلاً کسی لذیذ چیز کو جی چاہا تو فوراً اس کی خواہش کو پورا نہ کیا جائے بلکہ اس کی درخواست کو رد کر دیا جائے اور کبھی کبھی سخت تقاضے کے بعد اس کی جائز خواہش پوری کر دی جائے، تاکہ نفس پریشان نہ ہو جائے بلکہ اس کو خوش رکھا جائے اور اس سے کام بھی لیا جائے اس لئے کہ ع

مزدورِ خوش دل کند کارِ بیش

پھر جب مباحات میں نفس کی مخالفت کے عادی ہو جاؤ گے، اس وقت معاصی کے تقاضے کی مخالفت پر آسانی سے قادر ہو گے اور جو شخص مباحات میں نفس کو بالکل آزاد رکھتا ہے وہ بعض اوقات تقاضائے معصیت کے وقت اس کو دبا نہیں سکتا۔

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ ریاضت و مجاہدہ کے دو رکن ہیں، اول مجاہدہ اجمالی یا جسمانی دوسرا مجاہدہ تفصیلی یا نفسانی مجاہدہ اجمالی کے چار اصول ہیں۔ قلتِ کلام قلتِ طعام، قلتِ منام اور قلتِ اختلاط مع الانام۔ ان سب امور میں مرتبۂ اوسط حسبِ تعلیم شیخ کامل ملحوظ رکھے، نہ اس قدر کثرت کرے جس سے غفلت وقساوت وکاہلی پیدا نہ ہو اس قدر قلت کرے کہ جس سے صحت وقوت زائل ہو جائے۔

دوسرے رکن مجاہدہ تفصیلی کی دو قسم ہیں۔ اوّل اخلاقِ حمیدہ ہیں دوسری اخلاقِ رذیلہ ہیں۔ ان دونوں قسموں کی تفصیل آئندہ اخلاق کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

مجاہدۂ اجمالی کے اقسامِ اربعہ کی تشریح

۱۔ قلتِ کلام

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ

یعنی وہ کچھ بات نہیں بولتا ہے مگر اس کے نزدیک نگہبان تیار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ صَمَتَ نَجَا (رواہ احمد والترمذی)

یعنی جو چپ رہا، اس نے نجات پائی۔

عَنْ مَالِكٍ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ قَالَ لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ

Marfat.com

بِغَیرِ ذِکرِ اللّٰہِ تعالیٰ فتقسوا قلوبکم وَ اَنَّ الْقَلْبَ الْقَاسِی بَعِیْدٌ مِنَ اللّٰہِ وَالٰکِنْ لَّا تَعلَمُونَ وَلَا تَنظُرُوا فِی ذُنُوبِ النَّاسِ کَاَنَّکُم اَرْبَابٌ وَانظُرُوا فِی ذُنُوبِکُم کَاَنَّکُم عَبِیدٌ فَاِنَّمَا النَّاسُ مُبْتَلیً وَمُعَافیً فَارحَمُوا اَھلَ البَلَآءِ وَاحْمَدُوا اللّٰہَ تَعَالیٰ عَلَی العَافِیۃِ۔ (تیسیر ص۲۴۲)

مطلب یہ ہے کہ امام مالکؒ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ذکر اللہ کے سوا تم بہت کلام نہ کیا کرو کہ اس سے تمہارے دل سخت ہو جائیں گے یعنی ان میں خشوع نہ رہے گا اور یہ بالکل تجربہ کی ہوئی بات ہے اور جس دل میں قساوت ہو وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے، لیکن تم کو اس کی خبر نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ سے بُعد ہو گیا کیوں کہ حقیقت تو اس کی آخرت میں مشاہد ہو گی اور آثار گو یہاں بھی مشاہد ہیں مگر ان کا ادراک بوجہ بے التفاتی کے نہیں ہوتا اور تم لوگوں کے گناہوں پر اسطرح نظر مت کرو کہ گویا تم مالک ہو اور اپنے گناہوں پر نظر کیا کرو کہ گویا تم مملوک اور غلام ہو یعنی غلاموں کی خطاؤں کو دیکھنا بھلا سزا دینے کیلئے یہ مالکوں کا کام ہے اور تم مالک نہیں بلکہ غلام ہو اور غلاموں کا کام اپنی خطاؤں کو دیکھنا ہے تاکہ اس کی تلافی و اصلاح کریں۔ غرض آدمی دو طرح کے ہیں۔ ایک مبتلا دوسرا صاحب عافیت تو تم اہلِ بلا پر رحم کرو اور عافیت پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاؤ۔ پس گناہ ایک بلا ہے۔ اس پر تحقیر یا طعن مت کرو۔ ترحم کے ساتھ نصیحت یا دعا کرو اور گناہ سے محفوظ رہنا ایک عافیت ہے اس پر عجب اور ناز مت کرو، بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت بلا استحقاق سمجھ کر شکر کرو اور اس کے عموم میں اور بلّیات سے عافیت بھی آ گئی۔

Marfat.com

تشریح تقلیل کلام کی تشریح یہ ہے کہ انسان جتنے کلام کرتا ہے بظاہر اس کی تین قسمیں ہیں :

اوّل مفید جس میں کوئی دین یا دنیا کا فائدہ ہو۔

دوم مضر، جس میں دین یا دنیا کا کوئی نقصان ہو۔

سوم نہ مفید نہ مضر، جس میں نہ کوئی فائدہ ہو نہ نقصان۔

اس تیسری قسم کو ہی حدیث میں لا یعنی کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے لیکن جب ذرا غور سے کام لیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ یہ تیسری قسم بھی درحقیقت دوسری قسم یعنی مضر میں داخل ہے، کیوں کہ وہ وقت جو ایسے کام یا کلام میں صرف کیا گیا اگر اس میں ایک دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہہ لیتا تو میزانِ عمل کا آدھا پلہ بھر جاتا، کوئی اور مفید کام کرتا تو گناہوں کا کفارہ اور نجاتِ آخرت کا ذریعہ یا کم از کم دنیا کی ضرورتوں سے بے فکری کا سبب بنتا، حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انسان کا اسلام درست و صحیح ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ بے فائدہ کاموں اور باتوں کو چھوڑ دے۔ احیاء العلوم میں ہے کہ لا یعنی کلام کا حساب ہوگا اور جس چیز کا حساب و مواخذہ ہو اس سے خلاصی یقینی نہیں۔

یہ تقلیل کلام کا مجاہدہ تقلیلِ طعام و تقلیل منام دونوں مجاہدوں سے زیادہ مشکل ہے، کیوں کہ کھانے میں کچھ تو اہتمام کرنا پڑتا ہے نیز اگر زیادہ بھی کھائے گا، ایک دو دفعہ کھائے گا پھر کہاں تک کھائے گا، جب ہضم نہ ہو گا خود ہی تقلیل ہو جائے گی اسی طرح کہاں تک سوئے گا، کبھی تو جاگے گا، بخلاف بولنے

کے کہ اس میں کچھ اہتمام ہی نہیں کرنا پڑتا نہ زیادہ بولنے سے بدہضمی ہوتی ہے نہ زبان چلانے سے کچھ تعب ہوتا ہے دوسرا راز یہ ہے کہ انسان جس قدر حظوظ اختیار کرتا ہے، لذت کیلئے کرتا ہے سو کلام کے سوا دوسرے جس قدر حظوظ ہیں ان میں کثرت کرنے سے لذت کم ہوجاتی ہے پیٹ بھرنے کے بعد پھر کھانے میں مزا نہیں آتا نیند بھر جانے کے بعد سونے سے جی گھبراتا ہے بلکہ بولنے کی لذت ختم ہی نہیں ہوتی بلکہ جتنا بولتے جاؤ اتنی ہی لذت بڑھتی جاتی ہے، اس لئے تقلیل کلام سب سے زیادہ دشوار ہے مگر باوجود دشواری کے اس میں آزادی اس لئے نہیں دی گئی کہ زیادہ بولنے میں آفات بہت ہیں، اور ان سے گناہوں میں ابتلاء بکثرت ہوجاتا ہے اس لئے اس کی تقلیل کو مجاہدہ کا ایک رکن قرار دیا گیا ہے، لیکن تقلیل کلام کا یہ مطلب نہیں کہ ضروری باتوں کو بھی کم کردے بلکہ مطلب یہ ہے کہ فضول کلام چھوڑ دے گو مباح ہی ہو باقی جو باتیں حرام ہیں جیسے جھوٹ، غیبت و بہتان وغیرہ وہ تو اس سے خود ہی چھوٹ جائیں گے، کیوں کہ وہ تو مجاہدۂ حقیقیہ ہے، جو شخص مجاہدۂ حکمیہ کرے گا وہ مجاہدۂ حقیقیہ کیسے ترک کرسکتا ہے رہا ضروری کلام سو اس کا ترک کرنا جائز نہیں، چونکہ اس سے ضرورت میں حرج ہوگا یا مخاطب کو تکلیف ہوگی۔

ضرورت کی تفسیر

ضرورت کی تفسیر یہ ہے۔
لَوْ لَاہُ لَتَضَرَّرَ یعنی بات کے نہ کرنے سے ضرر ہو۔

پس جس بات کے ترک کرنے سے دنیا یا دین کا ضرر ہو وہ بات ضروری

ہے، مثلاً تاجر کے پاس کوئی خریدار گھنٹہ بھر تک چیزوں کی قیمتیں دریافت کرتا رہے اور تاجر کو اُمید ہے کہ یہ ضرور کچھ خرید لے گا تو جب تک یہ اُمید ہو اس وقت تک خریدار سے باتیں کرنا ضرورت میں داخل ہے کیوں کہ اس صورت میں خریدار سے باتیں نہ کرنے میں دنیا کا نقصان ہے، اس لئے شریعت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ وہ تجارت کی باتیں کرے اور جو باتیں ضرورت میں داخل ہیں ان سے قلب میں ذرہ برابر ظلمت نہیں ہوتی، چنانچہ حضرات عارفین کا مشاہدہ ہے کہ ضروری گفتگو دن بھر بھی ہوتی رہے تو اس سے قلب پر اثر نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایک کنجڑا اگر دن بھر "لے لو امرود" پکارتا پھرے تو اس سے قلب پر ذرہ برابر بھی ظلمت نہ آوے گی، چوں کہ یہ کلام بضرورت ہے اور بے ضرورت ایک جملہ بھی اگر زبان سے نکل جائے تو دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ شریعت نے تقلیلِ کلام کی وہ صورت تجویز نہیں کی کہ زبان بند کر کے بیٹھ جاؤ بلکہ اس کی یہ صورت تجویز کی کہ تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہو یا ذکر کرتے رہو جس سے مجاہدۂ تقلیل کلام کا فائدہ بھی حاصل ہو جائے کہ زبان گناہوں سے بچی رہے فضول باتیں کرنے کی عادت کم ہو جائے اور اسی کے ساتھ ثواب بھی بے شمار ملتا رہے جو خاموش رہنے میں کبھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

طریقِ علاج بات کرنے سے قبل تھوڑی دیر تامّل کریں، اور سوچیں کہ اس بات سے اللہ تعالیٰ جو کہ سمیع و بصیر ہیں ناخوش تو نہ ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ کوئی بات منہ سے گناہ کی نہ نکلے گی

اور اگر پھر بھی طبیعت میں ایسی بات کرنے کا تقاضا ہو تو اس وقت ہمت سے کام لے۔ اگر کوئی بات ایسی منہ سے نکل جائے تو اس کا تدارک اس طرح کرے کہ فوراً توبہ کرے اور اگر کسی کو گالی دی ہو یا کسی سے تمسخر کیا ہو یا چغل خوری یا غیبت کی ہو تو توبہ کے بعد اس صاحبِ حق سے بھی معافی مانگے اور اگر کسی وجہ سے معاف کرانا دشوار ہو تو اس شخص کیلئے اور اس کے ساتھ اپنے لیئے استغفار کرتے رہیں، اس طرح اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلَہٗ یعنی اے اللہ ہماری اور اس کی مغفرت فرما حضرت شیخ فریدالدین عطّار رحمۃ اللہ علیہ نے ان دو شعروں میں خاموشی کے فوائد کے مضمون کو کس کمال جامعیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے،

بطبعم ہیچ مضمون بہ زلب بستن نمی آید ؞ خموشی معنیٔ دارد کہ در گفتن نمی آید

یعنی میرے ذہن میں خاموشی سے بہتر کوئی مضمون نہیں آتا اور خاموشی اتنے فوائد رکھتی ہے کہ ان کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔

سینہ ہا را خامشی گنجینۂ گوہر کند
یاد دارم از صدف ایں نکتۂ سر بستہ را

یعنی خاموشی سینوں کو حکمت کے موتیوں کا خزانہ بنا دیتی ہے اور اس پوشیدہ نکتے کو میں نے سیپی سے سمجھا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جسطرح سیپی پانی کے قطرے کو اپنے اندر لے کر بند ہو جاتی ہے تو وہ پانی کا قطرہ موتی بن جاتا ہے، اسی طرح انسان کا سینہ بھی لب بند کرنے سے حکمت کے موتیوں کا خزانہ بن جاتا ہے۔

۲۔ قلتِ طعام اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

Marfat.com

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ

یعنی خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

يُجْزِئُهُمْ مَا يُجْزِئُ اَهْلَ السَّمَآءِ مِنَ التَّسْبِيْحِ وَالتَّقْدِيْسِ۔

(مشکوٰۃ)

مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو غذا کی جگہ وہ چیز کافی ہو جائے گی جو اہلِ آسمان کو کافی ہو جاتی ہے یعنی تسبیح و تقدیس بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے خلوت میں مدتوں کھانا نہیں کھایا۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ بعض اوقات صرف ذکر و تسبیح بھی غذا کا کام دے سکتے ہیں لیکن تقلیلِ غذا کے جو واقعات منقول ہیں آج کل ان پر عمل نہیں ہو سکتا، کیوں کہ ان حضرات کو قوت زیادہ تھی کہ غذا کم کرنے سے بھی جمعیت قلب فوت نہیں ہوتی تھی اور ان کی قوت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان سے بعض اشغال ایسے منقول ہیں جو آج کوئی کرے تو کمر ہی ٹوٹ جائے چنانچہ صلوٰۃِ معکوس ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ الٹا لٹک کر شغل کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے تقلیل طعام کو تجویز کیا ہی نہیں بلکہ کھانے کے اوقات معتادہ کو بدل کر ان میں فصل زیادہ تجویز کیا ہے اور اس تبدیلِ عادت و زیادت فصل سے جو نفس کو تکلیف ہوتی ہے اس کو شریعت نے تقلیل طعام کے قائم مقام سمجھا ہے اس میں جتنی صورتیں مجاہدے کی نکل سکتی ہیں۔

Marfat.com

روزہ ان سب میں افضل ہے۔ لہٰذا تقلیل طعام کو شریعت نے روزہ کی صورت میں مقرر فرمایا ہے اس کے علاوہ صورتیں اہلِ مجاہدہ نے جو تقلیل طعام کی اختیار کی ہیں۔ شریعت میں اس کی مقصودیت کی اصل نہیں، یعنی کم کھانا اور بھوکا رہنا یہ شرعی مجاہدہ نہیں اور بھوک کی جو فضیلت وارد ہے اس سے اختیاری بھوک مُراد نہیں بلکہ غیر اختیاری مُراد ہے۔ یعنی یہ اس بھوک کے فضائل نہیں جو باوجود غلّہ گھر ہونے کے اختیار کی جائے، بلکہ کسی شخص پر فاقہ آپڑے تنگ دستی ہو تو اس کی تسلّی کیلئے فضائل بیان کر دیئے گئے ہیں کہ مسلمان کو فاقہ سے پریشان نہ ہونا چاہیے اس سے اس کو ثواب ملتا ہے درجات میں ترقی ہوتی ہے۔ یہ فضائل ایسے ہی ہیں جیسا کہ احادیث میں بیماری کے فضائل ہیں اور اس پر ثواب بیان کیا گیا ہے، یقیناً اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ خود بیمار پڑ جائے اسی وجہ سے چونکہ قلتِ طعام نہ خود بالذات مقصود ہے اور نہ اتنی قلت طعام کی، آج کے قویٰ کے اعتبار سے سہار ہے جتنی کہ متقدمین کو تھی اسی لئے تبلیغ دین کے قلتِ طعام کے بیان پر عمل کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔

الغرض قِلّتِ طعام فی نفسہٖ مقصود نہیں بلکہ ذریعۂ مقصود ہے اور مقصود کسر قوّت بہیمیہ ہے اور اس کسر سے بھی مقصود نفس کو گناہوں سے روکنا ہے، پس اگر یہ گناہوں سے نفس کا رکنا بلا تقلیلِ طعام ہی میسّر آجائے تو تقلیلِ طعام (کھانے کو کم کرنا) ضروری نہیں نیز عبادت میں سرور و نشاط صحت اور قوّت ہی سے ہوتا ہے اور تجربہ ہے کہ آجکل تقلیل غذا سے اکثر صحت برباد ہو جاتی ہے لہٰذا سالک کو چاہیے کہ نہ اتنی تقلیل کرے کہ

Marfat.com

صحت برباد ہو جائے اور نہ اتنی کثرت ہو کہ حد سے زیادہ کھالے بلکہ اوسط درجے کا لحاظ رکھنا چاہیے اور ہر شخص کا اوسط اس کی خوراک کی مقدار کے اعتبار سے جُدا جُدا ہوتا ہے، اصل طریقہ یہ ہے کہ جس وقت بھوک لگے اس وقت کھانا کھائیے اور اتنا کھا کر رک جائیے کہ چند لقمے کھانے کو اور جی چاہ رہا ہو۔

۳۔ قلّتِ منام

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ۔

یعنی رات کو کھڑے رہا کرو، مگر تھوڑی سی رات یعنی نصف رات یا اس نصف سے کسی قدر کم کر دو۔

مذکورہ بالا آیت میں قیام لیل کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ ریاضت کے خوگر ہوں جس سے استعدادِ نفس اکمل و اقویٰ ہو چونکہ رات کا اٹھنا اور جاگنا نفس کے کچلنے میں خوب مؤثر ہے اور دعا ہو یا قرأت ہو، نماز ہو یا ذکر ہو، ظاہراً و باطناً ہر بات خوب ٹھیک سے ادا ہوتی ہے۔ ظاہراً تو اس طرح کہ فرصت کا وقت ہوتا ہے۔ الفاظ خوب اطمینان سے ادا ہوتے ہیں اور باطناً اس طرح کہ خوب جی لگتا ہے اور موافقت دل و زبان کا یہی مطلب ہے۔

اسی لیئے رمضان المبارک میں نماز تراویح کا ادا کرنا شرعی حکم ہے جو کہ تقلیل منام کو مستلزم ہے۔ جس طرح صوم کو تقلیل طعام میں دخل ہے اسی طرح تراویح کو تقلیل منام میں دخل ہے اور جس طرح روزہ میں تبدیلِ عادت سے مجاہدہ کی شان آجاتی ہے اسی طرح یہاں بھی شریعت نے محض تبدیلِ عادت سے مجاہدہ کا کام لیا ہے۔ کیوں کہ عام عادت یہی ہے کہ اکثر لوگ عشاء کے بعد

فوراً سو جاتے ہیں تو نیند کے وقت میں تراویح کا امر کر کے عادت کو بدل دیا ہے جس سے نفس پر گرانی ہوتی ہے اور یہی مجاہدہ ہے۔ غرض شریعت نے تقلیل منام میں محض بیداری پر اکتفا نہیں کیا کہ خالی بیٹھے جاگتے رہو بلکہ اعمال کی تلقین فرمائی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نیک بندوں کی تعریف اس طرح فرماتے ہیں

وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۔ یعنی وہ پچھلے حصہ رات میں استغفار کیا کرتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (الآیۃ)

مطلب یہ ہے کہ رات کو نماز پڑھتے ہیں، مگر طرز کلام سے عموم ظاہر ہے لہٰذا مطلق دعا و ذکر بھی مراد ہو سکتا ہے پھر اس میں دینی فوائد کے علاوہ دنیوی فوائد بھی ہیں۔ چنانچہ نیند کم ہونے سے رطوبتِ فضلیہ کم ہوتی ہے، جو صحت کیلئے مُعین ہے۔ نیز اس سے چہرے پر نور پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک محدّث کا قول ہے۔

مَنْ كَثُرَتْ صَلٰوتُهٗ فِى اللَّيْلِ حَسُنَ وَجْهُهٗ فِى النَّهَارِ

یعنی جو رات کو نماز زیادہ پڑھے گا، دن میں اس کا چہرہ خوبصورت ہو جائے گا۔

اور حد سے زیادہ سونے سے برودت بڑھ جاتی ہے جس سے قوتِ فکریہ کم ہو جاتی ہے اور قوت فکریہ کی کمی سے دنیا اور دین دونوں کے کام

Marfat.com

خراب ہوتے ہیں۔ جن سے امور انتظامیہ میں خلل پڑتا ہے ایسے شخص کو پابندیٔ اوقات کبھی نہیں نصیب ہوتی۔

اعتدال در قلتِ منام

اس مجاہدہ میں بھی اعتدال مطلوب ہے۔ چنانچہ آجکل چھ سات گھنٹہ ضرور سونا چاہیے اور اگر نیند بہت غالب ہو تو اس کو دفع نہ کیا جائے وظیفہ کو چھوڑ کر سو رہنا چاہیے پھر دوسرے وقت پورا کر لیا جائے اور اگر زیادہ غلبہ نہ ہو تو ہمت کر کے جاگنا چاہیے، غلبہ کی صورت میں اگر نیند کو دفع کیا جائے تو اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ دماغ میں خشکی پیدا ہو جاتی ہے۔ صفرا میں اشتعال بڑھ جاتا ہے سودا میں ترقی ہو جاتی ہے۔ خیالات فاسدہ آنے لگتے ہیں اور بعض اوقات وہ ان کو الہام سمجھ کر اپنے کو بزرگ جاننے لگتا ہے۔ آخر یہ ہوتا ہے کہ جنون ہو جاتا ہے۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِّنَ اللَّيْلِ فَاسْتَعْجَمَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى لِسَانِهٖ فَلَمْ يَدْرِ مَا يَقُوْلُ فَلْيَضْطَجِعْ

یعنی جب تم میں سے کوئی شخص رات کو اُٹھے پھر غلبۂ نوم سے قرآن اس کی زبان سے صاف نہ نکلے اور کچھ خبر نہ ہو کہ کیا زبان سے نکل رہا ہے تو اس کو لیٹ جانا چاہیے جو بعض لوگ تقلیل منام وغیرہ اسبابِ مجاہدہ میں بہت غلو کرتے ہیں کہ نقصان کے لاحق ہونے کی طرف بھی التفات نہیں کرتے اس حدیث میں اس کی اصلاح ہے اور راز اس میں دو ہیں۔ ایک یہ کہ غلو

سے بعض اوقات ضرر جسمانی لاحق ہوجاتا ہے جیسا کہ اُوپر گذرا اور پھر ضروری عبادت بھی نہیں ہوسکتی، دوسرا یہ کہ جب غلبۂ نوم سے الفاظ صحیح نہیں نکلیں گے تو جو ثواب ان الفاظ کے متعلق ہے وُہ حاصل نہ ہو گا، پھر تیرے جاگنے سے کیا فائدہ ہے ؟

۴۔ قِلّتِ اِختِلاطْ مَعَ الاَنَامْ

یعنی لوگوں سے غیر ضروری اختلاط میل جول نہ بڑھانا یاد رکھنا چاہیے کہ ماسوی اللہ سے تین قسم کے تعلقات ہیں۔ ایک تعلق محمود جس کا شریعت نے امر فرمایا ہے وہ تو عین تعلق بحق ہے اس کا قطع کرنا ناجائز ہے دوسرا تعلق مذموم جس کی شریعت میں ممانعت ہے۔ اس کا قطع کرنا واجب ہے تیسرا تعلقِ مباح، جو نہ طاعت ہے نہ معصیت، اس میں قطع کی ضرورت نہیں البتہ تقلیل کرنا ضروری ہے۔ بس جہاں قطعِ تعلق کی تعلیم ہے وہاں مراد تعلق محمود نہیں بلکہ مذموم و مباح ہے مگر مذموم بطور ترک کے اور مباح بطور تقلیل کے اور جب تک نسبت مع الخالق راسخ نہ ہو، تعلق مع الخلق بلا ضرورت سراسر مضرت ہے اور جو منفعت سوچی جاتی ہے کہ ادائے حقِ خلق ہے وہ حقِ خلق بھی جبھی ادا ہوتا ہے کہ نسبت مع الخالق راسخ ہو جائے۔ ورنہ تو نہ تو حقِ خالق ادا ہوتا ہے اور نہ حقِ خلق یہ ایک کا نہیں بلکہ ہزاروں اہلِ بصیرت کا تجربہ ہے اور آپ سے زیادہ اہلِ تمکین نے ایسے تعلقات کو چھوڑ دیا۔ حضرت ابراہیم بلخی رح

Marfat.com

وحضرت شاہ شجاع کرمانی رح کے واقعات معلوم ہیں۔ خلفائے راشدین پر اپنے کو قیاس نہ کیا جائے

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر

قولِ فیصل اس خلوت کے باب میں یہ ہے کہ جس شخص کو کوئی ضروری حاجت دینی یا دنیوی نہ دوسروں سے متعلق ہو اور نہ دوسروں کی کوئی ایسی دینی یا دنیوی حاجت اس شخص سے متعلق ہو۔ اس کے لئے خلوت جائز ہے، بلکہ افضل ہے۔ خصوصاً ایام فتن و شرور میں جب کہ اختلاط کے خلجانات و تشویشات و ایذاؤں پر صبر کرنے کی توقع وہمت نہ ہو۔ احادیث میں جو ترغیب خلوت کی آئی ہے وہ ایسی ہی حالت میں ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

وَرَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِیْ شِعْبٍ جَبَلٍ لَہٗ غُنَیْمَۃٌ یُؤَدِّیْ حَقَّھَا وَیَعْبُدُ اللّٰہَ۔

دوسری حدیث میں ہے۔

یُوْشِکُ اَنْ یَکُوْنَ خَیْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ یَتْبَعُ بِھَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ یَفِرُّ بِدِیْنِہٖ مِنَ الْفِتَنِ (اخرجہ البخاری)

یعنی ایسا وقت نزدیک آنے والا ہے کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی جن کو لئے لئے پہاڑیوں کی چوٹیوں اور بارش کے جمع ہونے کی جگہوں یعنی نالوں میں جب کہ وہ خشک ہو جائیں۔ اپنے دین کو لیے ہوئے

فتنوں سے بھاگا بھاگا پھرے گا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

اور جس شخص کو دوسروں سے یا تو کوئی حاجت ضروری ہو۔ خواہ دنیوی ہو جیسے تحصیلِ نفقۂ عیال جب کہ توکل پر قادر نہ ہو خواہ دینی ہو مثلاً تحصیلِ علوم ضروریہ اس کے لئے خلوت جائز نہیں اسی طرح اگر اس کے ساتھ خلائق کی حاجات دنیوی یا دینی متعلق ہوں تو بھی خلوت جائز نہیں اور بعض احادیث سے جو نہی خلوت کی مفہوم ہوتی ہے وہ ایسی ہی دونوں حالتوں پر محمول ہے، جیسا کہ حضرت عثمان ابن مظعون کو تبتل سے منع فرمایا گیا کہ اس وقت ان کو بھی تحصیل علوم دین کی حاجت تھی۔ ادھر مسلمانوں کو بھی ان کی طرف دینی حاجت تھی بالخصوص اعلاءِ کلمۃ اللہ و ترقیٔ اسلام میں ان کی بہت بڑی ضرورت تھی۔

یہ تفصیل اس خلوت میں ہے جس کو بطریق عادتِ دائمی تجویز و اختیار کرے ایک خلوت چند روزہ ہے جس کی ضرورت بسا اوقات مبتدی سالک کیلئے واقع ہوتی ہے۔

خلوت کے فائدے

گناہوں سے بھی اجتناب ہوتا ہے۔ بشرطیکہ ایسی عزلت ہو جس میں نگاہ کی بھی حفاظت کرے کان کی بھی حفاظت کرے۔ دل کی بھی حفاظت کرے قصداً کسی غیر کا خیال دل میں نہ لاوے اگر آجائے تو ذکر میں مشغول

ہوکراس کو دفع کردے، ایسی عزلت میں واقعی گناہوں سے بہت حفاظت ہوگی اور ظاہر ہے دفع مضرت جلب منفعت پر مقدم ہے تو عزلت اختلاط پر مقدم کیوں نہ ہوگی جب کہ اختلاط میں گو منافع بہت ہیں مگر ساتھ ہی یہ مضرت بھی ہے کہ اس میں اکثر گناہ ہوجاتے ہیں۔ دوسرے اختلاط کے ساتھ قلتِ کلام بہت دشوار ہے۔ یہ کام صدیقین اور کاملین کا ہے ورنہ اکثر اختلاط میں فضول باتیں بہت کرنی پڑتی ہیں۔ جن لوگوں کا وقت خلوت کے لئے مخصوص نہیں ہوتا۔ رفتہ رفتہ اُن کا قلب انوار سے بالکل خالی ہوجاتا ہے۔

اِختِلَاط کے فوائد

اور جن حالات میں بعض افراد کے لئے جلوت یعنی اختلاط مفید ہے۔ ان کیلئے اس کے یہ فوائد ہیں۔

اوّل، تعلیم و تعلّم اس پر موقوف ہے۔ عزلت سے تعلیم و تعلّم کا باب بند ہوجاتا ہے۔ دوم، اختلاط میں خدمتِ خلق کا موقع ملتا ہے۔ سوم، جماعت کی فضیلت اختلاط ہی سے حاصل ہوسکتی ہے جو شخص عزلت گزیں ہوگا وہ جماعت کا ثواب اور خدمتِ خلق کی فضیلت سے محروم رہے گا، چہارم اس سے تواضع پیدا ہوتی ہے۔ پنجم، دین کا فیض ہوتا ہے، بدون اختلاط کے بزرگوں سے فیض حاصل کرنا دشوار ہے۔

طریقِ کار ہر کام کو اپنے اوقات مقررہ پر کریں دنیا کا کام اپنے وقت میں اور وظائف اپنے وقت میں۔ حتیٰ کہ گاہ گاہ لطیف اور مختصر مزاح بھی اپنے اور دوسرے مسلمانوں کی تفریح و تطییب قلب کے لیئے اپنے موقع میں کر لینا چاہیے۔ اس طرح سب کام چلتے رہیں گے ورنہ بالکل گوشہ نشین ہونے سے بعض اوقات طبیعت میں شوق اور اُمنگ کا مادہ ضعیف ہو جاتا ہے اور بدون اس کے کام چلنا دشوار ہے۔ خدمتِ خلقُ اللہ سالک کے لیئے بہت ہی نافع ہے، مگر ضرورتِ خدمت سے زیادہ اختلاط نہ کریں کہ وہ مضراتِ باطنی سے ہے سالک کے لئے عزلت ضروری ہے، تعلقات بڑھانا نہ چاہیے نہ دوستی نہ دشمنی کہ ذکر اللہ میں خلل انداز ہو گا۔ جب تک خلوت میں دل خدا تعالیٰ کے ساتھ لگا رہے، خلوت میں رہے اور جب خلوت میں انتشار اور ہجوم خطرات ہونے لگے تو مجمع میں بیٹھے، مگر نیک مجمع میں بیٹھے۔ اس سے خطرات دفع ہوں گے اور اس وقت یہ جلوت بھی خلوت کے حکم میں ہے۔ یہ چار قسمیں، قلّتِ کلام، قلّتِ طعام، قلّتِ منام، اور قلّتِ اختلاط مع الانام مجاہدۂ اجمالی کی ہیں۔ اب آگے اخلاق کے بیان میں مجاہدہ تفصیلی کی قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔

اَخلاق کا بیان

جاننا چاہیے کہ خَلق اور خُلق جُدا جُدا دو لفظ ہیں۔ خَلق سے مراد صورتِ ظاہری ہے اور خُلق سے مراد صورتِ باطنی، کیوں کہ انسان جس

Marfat.com

طرح جسم سے ترکیب دیا گیا ہے اور ہاتھ پاؤں اور آنکھ کان وغیرہ اعضاء اس کو مرحمت ہوئے ہیں جن کا قوتِ بصارت یعنی چہرے کی آنکھیں ادراک کر سکتی ہیں، اسی طرح انسان روح اور نفس سے ترکیب دیا گیا ہے اور اس کا ادراک بصیرت یعنی دل کی آنکھ کرتی ہیں۔ یہ ترکیب ان ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتی، اور ان دونوں ترکیبوں میں حق تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو جُدا جُدا صورت اور قسم قسم کی شکلوں پر پیدا فرمایا ہے کہ کوئی صورت اور سیرت حسین اور اچھی ہے اور کوئی سیرت اور صورت بُری ہے بھونڈی ہے۔ ظاہری ہیئت اور شکل کو صورت کہتے ہیں اور باطنی شکل اور ہیئت کو سیرت کہتے ہیں۔ سیرت کا مرتبہ صورت سے بڑھا ہوا ہے کیوں کہ اس کو حق تعالیٰ نے اپنی جانب منسوب کیا ہے چنانچہ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ یعنی آدم علیہ السلام کے پتلے میں میں نے اپنی روح کو پھونک دیا۔ اس آیۃ کریمہ میں روح کو اپنا کہہ کر ذکر فرمایا اور قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ روح میرے پروردگار کا امر ہے۔ اس میں اس امر کا اظہار فرمایا ہے کہ روح امر ربی ہے اور جسم کی طرح سفلی اور خاکی نہیں ہے کیونکہ جسم کی نسبت مٹی کی جانب فرمائی ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

وَاِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ اس مقام پر روح سے مراد وہ شے ہے جو حق تعالیٰ کے الہام اور القاء سے اپنی اپنی استعداد کے موافق اشیاء کی معرفت اور ادراک حاصل کرتی ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ زیادہ قابلِ لحاظ امر ربانی یعنی سیرتِ انسانی

Marfat.com

ہے کہ جب تک اس باطنی ترکیب کی شکل اور ہیئت میں حسن موجود نہ ہوگا اس وقت تک انسان کو خوب سیرت نہیں کہا جاسکتا اور چونکہ اس صورت کے اعضاء ہاتھ پاؤں کی طرح سیرت کو بھی اللہ تعالیٰ نے باطنی اعضاء مرحمت فرمائے ہیں جن کا نام قوتِ علم و قوتِ غضب و قوتِ شہوت و قوتِ عدل ہے۔ لہذا جب تک یہ چاروں اعضاء سڈول اور متناسب اور حدِ اعتدال پر نہ ہوں گے اس وقت تک سیرت کو حسین نہیں کہا جائے گا۔ ان باطنی اعضاء میں جو بھی کمی بیشی ہوگی اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے کسی کی ظاہری شکل وصورت جسمیہ میں افراط و تفریط ہو کہ پاؤں مثلاً گز بھر ہوں اور ہاتھ تین گز کے یا ایک ہاتھ مثلاً آدھا گز کا ہو اور دوسرا گز بھر کا اور ظاہر ہے کہ ایسا آدمی خوب صورت نہیں کہا جائے گا۔ پس اسی طرح اگر کسی کی قوت غضبیہ مثلاً حدِ اعتدال سے کم ہے اور قوت شہوانیہ اعتدال سے بڑھی ہوئی ہے تو اس کو خوب سیرت نہیں کہہ سکتے اب ہم چاروں اعضائے مذکورہ کا اعتدال اور تناسب اور حسن بیان کرتے ہیں۔

اوّل قوت علم اس کا اعتدال یہ ہے کہ انسان اس کے ذریعے سے اقوال کے اندر سچ جھوٹ میں امتیاز اور اعتقادات کے متعلق حق اور باطل میں فرق کر سکے اور اعمال میں حسن و قبح یعنی اچھا اور برا پہچان سکے۔ پس جس وقت یہ صلاحیت پیدا ہو جائے گی تو اس وقت حکمت کا وہ ثمرہ پیدا ہوگا جس کو حق تعالیٰ بایں الفاظ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۔ یعنی جس کو حکمت

Marfat.com

عطا ہوئی اس کو خیر کثیر عطا ہوئی، اور حقیقت میں تمام فضیلتوں کی اصل اور جڑ یہی ہے۔

دوم وسوم قوتِ غضب اور قوت شہوت اُن کا اعتدال اور حسُن یہ ہے کہ دونوں قوتیں حکمت وشریعت کے اشارے پر چلنے لگیں اور مہذب اور مطیع شکاری کتے کی طرح شریعت کے فرماں بردار بن جائیں کہ جس طرف بھی شریعت ان کو چلائے بلا عذر و بلا تامل اُس جانب چلنے لگیں اور جس طرف سے روکے فوراً رک جائیں۔ چہارم قوتِ عدل اس کا اعتدال یہ ہے کہ قوتِ غضب اور شہوت دونوں کی باگ اپنے ہاتھ میں لے اور ان کو دین اور عقل کے اشارے کے ماتحت بنائے رکھے، گویا عقل تو حاکم ہے اور یہ قوتِ عدل اس کی پیشکار ہے کہ جدھر حاکم کا اشارہ پاتے ہیں فوراً اسی جانب جھک جاتے ہیں اور اس کے موافق احکام جاری کر دیتے ہیں اور قوت غضبیہ اور شہوانیہ گویا شکاری مرد کے مہذب کتے ہیں یا فرماں بردار گھوڑے کی طرح ہیں کہ ان میں حاکم کا حکم اور ناصح کی نصیحت کا نفاذ اور اجرار ہوتا ہے پس جس وقت یہ حالت قابلِ اطمینان اور لائق تعریف ہو جائے گی اس وقت انسان صاحبِ حسنِ خلق اور خوب سیرت کہلائے گا۔

قوتِ غضب اس قوت کے اعتدال کا نام شجاعت ہے اور یہی عنداللہ پسندیدہ ہے کیوں کہ اگر اس میں زیادتی ہو گی تو اس کا نام تہوّر اور بے باکی ہوگا اور اگر کمی ہو گی تو بزدلی و جبنیت کہلائے گی اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں حالتیں ناپسندیدہ ہیں، حالتِ اعتدال یعنی شجاعت

سے لطف وکرم دلیری وجَودت وبردباری استقلال نرمی وملاطفت اور غصہ کے ضبط کا مادہ نیز ہر کام میں دور اندیشی اور وقار پیدا ہوتا ہے اور اگر زیادتی ہوتی ہے تو ناعاقبت اندیشی ڈینگ مارنا شیخی بگھارنا، غصّہ سے بھڑک اٹھنا، تکبر اور خود پسندی ہی پیدا ہوتی ہے اور اگر اس میں کمی ہوتی ہے تو بزدلی اور ذلت، بے عزتی، کم ہمتی، خساست، کمینہ پن اور وہ حرکات ظاہر ہوتی ہیں جو چھچھور پن کہلاتی ہیں۔

قوتِ شہوت قوتِ شہوت کی حالتِ اعتدال کا نام پارسائی ہے پس اگر شہوت اپنے حدِ اعتدال سے بڑھ جائے گی تو حرص وہوا کہلائے گی۔ حالتِ معتدل یعنی پارسائی اللہ پاک کو پسند ہے اور اس کے جو فضائل پیدا ہوتے ہیں وہ سخاوت، حیا، صبر، قناعت اور اتقار کہلاتے ہیں، طمع کم ہو جاتی ہے خوف اور خشیت اور دوسروں کی مدد کرنے کا مادّہ پیدا ہوتا ہے اور اعتدال سے بڑھنے اور گھٹنے سے حرص ولالچ، خوشامد، چاپلوسی اُمرائے کے ساتھ تذلّل اور فقراء کو بنظرِ حقارت دیکھنا بے حیائی، فضول خرچی، ریا، تنگ دلی نامردانگی اور حسد وغیرہ خصائلِ بد پیدا ہوتے ہیں۔

قوتِ عقل قوتِ عقل میں اگر اعتدال ہوتا ہے تو انسان مُدبّر اور منتظم اور ذکی اور سمجھ دار ہوتا ہے۔ اس کی رائے صائب (درست) ہوتی ہے اور ہر مضمون میں اس کی طبیعت چلتی ہے اور جَودت دکھلاتی ہے اور اگر حدِ اعتدال سے بڑھ جائے تو دھوکہ بازی، فریب دہی اور مکاری کہلاتی ہے اور اگر عقل کی قوت میں کسی قسم کا نقصان اور ضعف ہو

گا تو کند ذہنی اور حماقت اور بے وقوفی کہلائے گی جس کا اثر یہ ہوگا کہ ایسا آدمی جلدی دوسرے کے دھوکے میں آجائے گا، غرض جس وقت یہ ساری قوتیں حدِ اعتدال پر ہوں گی تو اس وقت انسان کو خوب سیرت کہا جائے گا کیونکہ اعتدال سے گھٹنا اور بڑھنا دونوں حالتیں حسن سے خارج ہیں۔

خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَاطُهَا نیز حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے بندے وہ ہیں کہ نہ وہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل بلکہ اس کے بین بین حالت پر رہتے ہیں۔

جس طرح حسنِ ظاہری میں کمی وبیشی ہوتی ہے کوئی زیادہ خوبصورت ہے اور کوئی کم اسی طرح حسن باطنی میں بھی لوگ متفاوت ہوتے ہیں پس سب سے زیادہ حسین سیرت تو سرور عالم رسول مقبول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آپ کی شان میں یہ آیت کریمہ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ نازل ہوئی ہے آپ کے بعد جس مسلمان کو آپ کے اخلاق کے ساتھ جتنی مناسبت ہوگی اسی قدر اس کو حسین سیرت کہیں گے، اور ظاہر ہے کہ سیرتِ باطنی میں جس قدر بھی جس کو حسن حاصل ہوگا اسی قدر اس کو سعادتِ اُخروی حاصل ہوگی

اخلاق سب فطری ہیں

اخلاق سب فطری جبلی ہیں اور درجۂ فطرت میں کوئی خلق نہ مذموم ہے نہ محمود بلکہ مواقع استعمال سے ان میں مدح و ذم آجاتی ہے،

Marfat.com

مَنْ اَعطیٰ لِلّٰہِ وَ مَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ۔ یعنی جس نے اللہ ہی کی رضا کے لئے دیا، اور اللہ ہی کی رضا کے لئے روکا تو اس کا ایمان مکمل ہوا، اس میں اعطیٰ اور مَنَعَ دونوں کے ساتھ لِلّٰہ کی قید ہے جس سے معلوم ہوا کہ سخاوت مطلقاً محمود نہیں نہ بخل مطلقاً مذموم ہے بلکہ اگر خدا کے لیئے ہو تو دونوں محمود ہیں، ورنہ دونوں مذموم ہیں۔ اخلاق ذمیمہ جن سے نفس کا تزکیہ کرانا ضروری ہے۔ یوں تو بہت ہیں مگر اصول یہی ہیں جن کا آئندہ ذکر آئے گا، انشاء اللہ تعالیٰ اور ان میں باہم ایسا تعلق ہے کہ ایک کے ساتھ دوسرا اور دوسرے کے ساتھ تیسرا لگا ہوا ہے، اس لیئے جب تک سب ہی سے نجات نہ ملے گی اس وقت تک نفس قابو میں نہ آوے گا۔ اور ایک کی اصلاح کرنا اور دوسرے سے بے پرواہ رہنا اس سے کچھ نفع نہ ہوگا، کیوں کہ جو شخص دس بیماریوں میں گرفتار ہو وہ تندرست اسی وقت کہلایا جاسکتا ہے جب کہ اس کی دسوں بیماریاں جاتی رہیں جسطرح کوئی خوبصورت آدمی حسین اسی وقت کہلا سکتا ہے جب کہ ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان غرض سارے اعضاء مناسب اور خوبصورت ہوں اسی طرح انسان کو حُسنِ خلق اسی وقت حاصل ہوگا جب کہ اس کی تمام باطنی حالتیں قابلِ تعریف اور پسندیدہ ہوں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان وہی ہے جس کا خُلق کامل ہو اور مومنین میں افضل وہی ہے جس کا خلق سب سے بہتر ہو پس اسی اصل کا نام دین ہے اور اسی کی تکمیل کے لیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تھے۔

اخلاق کی قسمیں

اخلاقِ باطنہ دو قسم پر ہیں ایک متعلق بالقلب دوسرے متعلق بالنفس۔
اخلاقِ باطنہ متعلق بالقلب کا نام اخلاقِ حمیدہ و ملکات فاضلہ ہے ان کو مقامات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں: توحید، اخلاص، توبہ، محبت الٰہی، قوت زہد توکل، قناعت، حلم، صبر، شکر، صدق، تفویض، تسلیم، رضا، فنا، فناء الفناء
دوسرے متعلق بنفس جن کا نام اخلاق رذیلہ ہے اور وہ یہ ہیں: طمع، طول امل، غصہ، دروغ، غیبت، حسد، بخل، ریا، عجب، کبر، حقد، حُبّ مال، حُبّ جاہ حُبّ دنیا، ان سے نفس کو پاک کرنے کا نام تزکیۂ نفس ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا۔ یعنی وہ مراد کو پہنچا جس نے اس جان کو پاک کیا۔ انہیں اخلاقِ حمیدہ و اخلاق رذیلہ کو ان شعروں میں جمع کیا گیا ہے۔

خواہی کہ شوی بمنزلِ قربت مقیم

(۱) اگر تو یہ چاہتا ہے کہ مقام قرب خداوندی میں مقیم ہو

نہ چیز بنفسِ خویش فرما تعلیم

تو نو چیزیں اپنے نفس کو تعلیم کر

صبر و شکر و قناعت و علم و یقین

صبر اور شکر اور قناعت اور علم اور یقین۔

تفویض و توکل و رضا و تسلیم

Marfat.com

تفویض اور توکل، رضا اور تسلیم

(۲) خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ

اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل مثل آئینہ کے صاف شفاف ہو جائے۔

دہ چیز بروں کن از درونِ سینہ

تو دس چیزوں کو اپنے سینے سے نکال دے۔

حرص و اَمَل و غضب دروغ و غیبت

حرص اور طولِ اَمل اور غضب جھوٹ اور غیبت

حسد و بخل و ریا و کبر و کینہ

حسد اور بخل اور ریا اور تکبر اور کینہ

اَخلاقِ حمیدہ

توحید[۵]

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ: یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے عملوں کو پیدا کیا۔

نیز ارشاد ہے:

---

۵ یہاں توحید سے مراد توحیدِ افعالی ہے۔

Marfat.com

وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ یعنی اور تم نہیں چاہتے ہو کسی چیز کو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰٓی اَنْ یَّنْفَعُوْكَ لَمْ یَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰٓی اَنْ یَّضُرُّوْكَ لَمْ یَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْكَ۔ (رواہ احمد والترمذی)

یعنی جان تو کہ اگر سب متفق ہو جائیں اس پر کہ تم کو کچھ نفع پہنچا دیں، ہرگز نہیں پہنچا سکتے۔ مگر اس چیز کا جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے، اور اگر سب متفق ہو جائیں کہ تم کو ضرر پہنچائیں ہرگز ضرر نہ پہنچا سکیں گے مگر اس چیز کا جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے۔

ماہیت توحید — یہ یقین کر لینا کہ بدون ارادۂ خداوندی کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

طریق تحصیل — مخلوق کے عجز اور خالق کی قدرت کو یاد کرنا اور سوچنا۔

Marfat.com

اخلاص

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

وَمَآ اُمِرُوٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ

یعنی اور ان کو حکم نہیں ہوا مگر اس بات کا کہ عبادت کریں اللہ تعالےٰ کی خالص کرنے والے ہوں اس کے واسطے دین اور ہر طرف سے منہ پھیرے ہوئے ہوں۔

اور رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى نِيَّاتِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ :

یعنی حق تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کی طرف نظر نہیں فرماتے ہیں، لیکن تمہاری نیتوں اور اعمال پر نظر فرماتے ہیں۔

ماہیّتِ اخلاص اپنی طاعت میں صرف اللہ کے تقرب اور رضا کا قصد رکھنا اور مخلوق کی خوشنودی، اور رضا مندی یا اپنی کسی نفسانی و مالی و جاہی خواہش کے قصد کو نہ ملنے دینا۔

طریقِ تحصیل ریا کو دفع کرنا عین اخلاص کا حاصل کرنا ہے

Marfat.com

اِخلاص کے فائدے

چاہے کیسا ہی نیک کام ہو اور چاہئے ذرا سا ہو مگر خلوص کے ساتھ ہو تو اس میں برکت ہوتی ہے چاہے اس کا کوئی بھی معاون نہ ہو، جس قدر اخلاص زیادہ ہو گا اسی قدر ثواب بڑھتا جائے گا، اور اسی واسطے حدیث میں آیا ہے کہ میرا صحابی اگر نصف مُد، یعنی آدھا سیر جَو اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو وہ دوسروں کے اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنے سے بہتر ہے۔ بات یہ ہے کہ ان حضرات کے اندر خلوص اور محبت اس قدر تھا کہ اوروں کے اندر اتنا نہیں اسی واسطے ان کے صدقات وحسنات بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اخلاص کا اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ محض خدا کیلئے کام کرے۔ مخلوق کا اس میں تعلق ہی نہ ہو۔ اس سے کم یہ ہے کہ مخلوق کو راضی کرنے کے لئے کام کرے مگر کوئی دنیوی غرض مطلوب نہ ہو، صرف اس کا خوش کرنا مقصود ہو تو یہ بھی دینوی غرض ہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ کچھ نیت نہ ہو، نہ دنیا مطلوب ہو نہ دین۔ یوں ہی خالی الذہن ہو کر کوئی عمل کیا، یہ بھی اخلاص یعنی عدمِ ریا ہے۔

Marfat.com

توبہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا
یعنی اے ایمان والو، اللہ تعالیٰ کی طرف خالص توبہ کرو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
يَا أَيُّهَا النَّاسُ تُوبُوا إِلَى اللَّهِ (رواہ مسلم)
یعنی اے لوگو اللہ کی طرف خالص توبہ کرو۔

توبہ کی حقیقت خطا کو یاد کر کے دل کا دُکھ جانا اور اس کے لئے لازم ہے اس گناہ کا ترک کر دینا اور آئندہ کو پختہ ارادہ کرنا کہ اب نہ کریں گے اور خواہش کے وقت نفس کو روکنا توبہ کہلاتا ہے۔

تشریح توبہ کے معنیٰ رجوع کرنے اور بُعد سے قرب کی جانب لوٹ آنے کے ہیں۔ مگر اس کے لئے بھی ایک ابتدا ہے اور ایک انتہا ہے۔ ابتدا تو یہ ہے کہ قلب پر نورِ معرفت کی شعاعیں پھیل جائیں اور دل کو مضمون کی آگاہی حاصل ہو جائے کہ گناہ سم قاتل ہے اور تباہ کر دینے والی شے ہے اور پھر خوف اور ندامت پیدا ہو کر گناہ کی تلافی کرنے کی سچی اور خالص رغبت اتنی پیدا ہو جائے کہ جس گناہ میں مبتلا تھا اس کو فوراً چھوڑ دے اور آئندہ کے لئے اس گناہ سے بچنے اور پرہیز کرنے کا مصمم قصد کرے اور اس کے ساتھ ہی جہاں تک ہو سکے گذشتہ تقصیر و کوتاہی

Marfat.com

کا تدارک کرے جب ماضی اور مستقبل اور حال تینوں زمانوں کے متعلق توبہ کا یہ ثمرہ پیدا ہو جائے گا تو گویا توبہ کا وہ کمال حاصل ہو گیا جس کا نام توبہ کی انتہا ہے۔

ضرورتِ توبہ توبہ کے معنیٰ اور حقیقت سمجھنے کے بعد واضح ہو گیا ہو گا کہ توبہ ہر شخص پر واجب ہے، کیونکہ حق تعالیٰ تمام مسلمانوں کو مخاطب بنا کر فرماتے ہیں۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا

یعنی اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کی طرف خالص توبہ کرو، چونکہ توبہ کی حقیقت یہی ہے کہ گناہوں کو اُخروی زندگی کے لیے سمِّ قاتل اور مہلک سمجھے اور اُن کے چھوڑنے کا عزم کرے اور اتنا مضمون ایمان کا جز ہے، اس لیے ہر مومن پر اس کا واجب اور ضروری ہونا تو ظاہر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ۔ مطلب اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ جو شخص موافقِ قاعدۂ شریعت کے اپنی اس زیادتی یعنی گناہ کرنے کے بعد توبہ کرے اور آئندہ کے لیے اعمال کی درستی رکھے، یعنی تمام برائیوں کو چھوڑ دے شریعت کے مطابق کام کرے اور اپنی توبہ پر قائم رہے تو بے شک اللہ تعالیٰ اس کے حال پر رحم کے ساتھ توجہ فرمائیں گے کہ توبہ سے پچھلے گناہ معاف فرماویں گے اور توبہ پر استقامت عطا فرما کر مزید اعانت فرماویں گے حدیث شریف میں ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر زمین و آسمان کے برابر بھی گناہ لے کر میرے پاس آئیں اور مجھ سے مغفرت چاہیں تو میں

سب کو بخش دونگا اور گناہوں کی کثرت کی پرواہ نہ کروں گا۔ نیز دوسری حدیث میں ہے۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا وہ شخص جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِیْ كُلِّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّةً یعنی بے شک میں ہر روز ستر دفعہ استغفار کرتا ہوں عصمت انبیاء یعنی انبیاء علیہم السلام کا گناہوں سے پاک ہونا ایک مسلّم مسئلہ ہے پھر بھی آپ استغفار فرمارہے ہیں۔ یہ انبیاء علیہم السلام اور اکابرین کی حالت ہے تو پھر ہم کس شمار میں ہیں۔ اس کی پرواہ نہ کریں کہ توبہ ٹوٹ جائے گی۔ جب توبہ ٹوٹ جائے دوبارہ پھر توبہ کرے مگر شرط یہ ہے کہ توبہ دل سے ہو یعنی توبہ کے وقت یہ عزم پختہ ہو کہ اب یہ گناہ نہ کریں گے۔ اس طرح توبہ کرکے اگر سو مرتبہ بھی توبہ ٹوٹے تو کچھ پرواہ نہیں۔ ہر دفعہ پھر توبہ کرتے رہیں۔ خدا تعالیٰ کے مقبول اور اہل طاعت میں سے شمار ہوں گے۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ ۔۔ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست ۔۔ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

یعنی ہماری درگاہ کی طرف ضرور واپس آؤ، جو کچھ بھی تم ہو واپس آؤ اگر کافر بت پرست ہو تو بھی واپس آؤ، یہ ہماری درگاہ ناامیدی کی درگاہ نہیں ہے سینکڑوں بار اگر توبہ توڑ چکے ہو تو بھی واپس آؤ اور توبہ کرو۔ ہم قبول کریں گے

حق تعالیٰ کی وسعتِ رحمت ہے کہ ہر حالت میں اجازت دیدی کہ ہم سے باتیں کرلو، ہمارا نام لے لو، ہر حالت میں سماعت ہوگی۔

Marfat.com

طریق توبہ گذشتہ گناہوں پر ندامت اور معذرت ظاہر کرے جو حقوق العباد واجب الادا ہیں فی الحال اُن کے ادا کا عزم کریں اور پھر اُن کے ادا کا اہتمام کریں یا اہلِ حقوق سے صاف کرائیں ۲؎ اگر گناہ صادر ہو جائے تو فوراً دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھے، پھر توبہ کرے زبان سے بھی توبہ کرے اور رونے کی شکل بنا کر خدا تعالیٰ سے خوب معافی مانگے ۳؎ توبہ کے لئے تو گناہوں کو یاد کرے، اس کے بعد جی بھر کے توبہ کرے۔ مگر ان کو جان جان کر یاد نہ کرے کہ اس سے بندہ اور خدا تعالیٰ کے درمیان ایک حجاب سا معلوم ہونے لگتا ہے، جو محبت اور ترقی سے مانع ہے، جس کا اثر یہ ہوگا کہ وہاں سے بھی عطا میں کمی ہوگی کیوں کہ جزا اور ثمرات کا ترتب عمل پر ہوتا ہے۔ سچی توبہ کے بعد اگر از خود پرانے گناہ یاد آجائیں تو پھر تجدید توبہ کر کے کام میں لگ جاوے اس سے زیادہ کاوش کرنا غلو ہے ۴؎ نیز استغفار اور توبہ کے وقت معاصی کے تذکرے اور استحضار میں ایک قسم کا توسط ہونا چاہیے یہ ضروری نہیں کہ سب گناہوں کی پوری فہرست پڑھنے بیٹھ جائے۔ صرف اجمالی طور پر سب گناہوں سے توبہ کرے، ہر گناہ کا نام لینا ضروری نہیں۔ حدیث میں ہے

وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ ـــــ اور

اس گناہ سے بھی توبہ کرتا ہوں جس کو آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں اور فرمایا وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ مِنَ الذَّنْبِ الَّذِیْٓ اَعْلَمُ وَمِنَ الذَّنْبِ الَّذِیْ لَآ اَعْلَمُ اور اس کی طرف اس گناہ سے توبہ کرتا ہوں جس کو میں جانتا

ہوں اور اس گناہ سے بھی جس کو میں نہیں جانتا اس سے بھی یہی بات نکلتی ہے کہ اس میں سب گناہ آ گئے اگرچہ یاد نہ آئیں، کیوں کہ اس سوچ میں وقت ضائع کرنا مطالعۂ محبوب سے غافل ہونا ہے البتہ جو از خود یاد آ جائیں اُن سے بالخصوص توبہ کریں، خواہ مخواہ کُرید کُرید کر تلاش کرنا یہ خود ایک مشغلہ مانع حضور ہے بس سب گناہوں سے توبہ کر کے اپنے کام میں لگیں، کیوں کہ مقصود بالذات خدا تعالیٰ کی یاد ہے، نہ گناہوں کی یاد مقصود بالذات ہے نہ طاعات کی یاد مقصود ہے۔ گناہوں کی یاد سے توبہ مقصود ہے جب وہ حاصل ہے تو پھر قصداً گناہ کو یاد کر کے اس کی یاد کو مقصود بالذات نہ بنائیں اور اگر یاد آجائے تو پھر توبہ واستغفار کرلیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ مصیبت خود بخود یاد آجائے تو اِنَّا لِلّٰہِ پڑھ لیں کہ اس وقت اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنے کا وہی ثواب ہوگا جو عین مصیبت کے وقت پڑھنے کا ثواب تھا شیخ اکبر کا قول ہے کہ معصیت کی یاد کو مقصود بالذات نہ بنائیں، کیونکہ اس سے یہ خیال ہو جاتا ہے کہ حق تعالیٰ مجھ سے ناراض ہیں اور یہ خیال خطرناک ہے۔

طریق تحصیل توبہ | قرآن و حدیث میں جو وعید گناہوں پر آئی ہے ان کو یاد کرے اور سوچے اس سے گناہ پر دل میں سوزش پیدا ہوگی، یہی توبہ ہے

محبت

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

یُحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ اور اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہیں۔ نیز ارشاد ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ؕ یعنی اور جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ تعالیٰ سے محبت میں بہت مضبوط ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَائَہٗ وَمَنْ کَرِہَ لِقَاءَ اللّٰہِ کَرِہَ اللّٰہُ لِقَائَہٗ (متفق علیہ)

یعنی جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو بُرا سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو بُرا سمجھتا ہے۔

حقیقتِ محبت طبیعت کا ایسی چیز کی طرف مائل ہونا جس سے لذت حاصل ہو محبت کہتے ہیں، یہی میلان اگر قوی ہو جاتا ہے تو اس کو عشق کہتے ہیں۔

تشریح محبت کی دو قسمیں ہیں، محبت طبعی اور محبت عقلی۔ محبت طبعی اختیاری نہیں ہے، اس کا حدوث اور بقا بالکل غیر اختیاری ہے اور امر غیر اختیاری پر بعض اوقات دوام نہیں ہوتا لہٰذا محبتِ طبعی مامور بہ نہیں ہے، بخلاف محبت عقلی کے کہ اس کا حدوث و بقا اختیاری ہے تو اس پر دوام بھی ہوتا ہے، اس لیے محبت عقلی مامور بہ ہے اور یہی افضل ہے اور راجح ہے، چونکہ محبتِ طبعی کا منشا جوشِ طبیعت ہے اور جوش ہمیشہ نہیں

رہا کرتا۔

اسبابِ محبّت محبت کے تین سبب ہوا کرتے ہیں یا تو یہ کہ کوئی ہم پر احسان کرتا ہو اور اس کے احسان کی وجہ سے ہمیں اس سے محبت ہو یا یہ کہ وہ نہایت حسین وجمیل ہو اور اس کے حسن وجمال کی وجہ سے اس کی طرف میلانِ خاطر ہو یا یہ کہ اس میں کوئی کمال پایا جاتا ہو اور وہ کمال باعثِ محبت ہو

سو انعام و نوال وحسن وجمال وفضل و کمال علی وجہ الکمال خدا تعالیٰ ہی میں پائے جاتے ہیں، تو جب تک یہ کمالات باقی ہیں اس وقت تک محبت بھی رہے گی اور محبوبِ حقیقی کے کمالات ختم نہیں ہو سکتے تو ان کی محبت بھی ختم نہ ہوگی اور چونکہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی میں بھی بالذات کمالات نہیں اس لیئے کاملین کو خدا تعالیٰ کے سوائے کسی سے محبتِ عقلی نہیں ہو سکتی، ہاں حُبِّ طبعی یعنی عشق غیر خدا سے بھی ہو سکتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ جس محبت کا امر ہے وہ حُبِّ عقلی ہے نہ کہ طبعی، اس کیلئے نصوص میں حُبِّ طبعی یعنی عشق کا عنوان کہیں مذکور نہیں، بلکہ جا بجا حُبّ کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ حُبِّ طبعی مطلوب نہیں بلکہ حُبِّ عقلی مطلوب ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ حُبِّ عقلی والوں یعنی کاملین میں حُبِّ طبعی نہیں ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے غلبہ حُبِّ عقلی کو ہوتا ہے باقی جن پر حُبِّ عقلی کا غلبہ ہوتا ہے بعض اوقات اُن میں محبت طبعی بھی اُن لوگوں سے زیادہ ہوتی ہے جن پر محبت طبعی کا غلبہ ہے مگر وہاں محبت طبعی پر حُبِّ عقلی غالب ہوتی ہے اسلئے جوش دبا رہتا ہے لیکن گاہے گاہے کاملین پر بھی حُبِّ طبعی کا غلبہ ہوتا ہے۔

بہر حال کاملین تو حُبِّ عقلی اور حُبِّ طبعی دونوں کے جامع ہوتے ہیں،

Marfat.com

مگر ان میں غلبۂ عقلی کو ہوتا ہے اور ناقصین میں حُبّ طبعی کا غلبہ ہوتا ہے۔ یہ کمال گو مطلوب نہیں مگر محمود ضرور ہے اور جو دونوں سے کورا ہے وہ خطرہ میں ہے، پس محبت کا ہونا ضروری ہے۔ بغیر محبت کے نری طاعات وعباوات کافی نہیں، کیوں کہ ان کا بھروسہ کچھ نہیں۔

طریقِ تحصیلِ محبتِ الٰہی اللہ تعالیٰ کے کمالات واوصاف وانعامات کو یاد کرے اور سوچے احکام شرعیہ کی بجاآوری اور کثرتِ ذکر اللہ سے غیر اللہ کی محبت دل سے نکالے۔

شوق

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ

یعنی جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا اُمیدوار ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدت یعنی موت تو آنے والی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَسْئَلُكَ النَّظَرَ اِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَآئِكَ (رواہ نسائی)

یعنی تجھ سے تیرے وجہ مبارک کی زیارت اور تیری ملاقات کا شوق مانگتا ہوں۔

حقیقتِ شوق جس محبوب چیز کا مِنْ وَجہٍ علم ہو اور مِنْ وَجہٍ علم نہ ہو

اس کو بکمال جاننے اور دیکھنے کی خواہش طبعی ہونا شوق کہلاتا ہے۔

تشریح ابتدا میں محبت شوق کے رنگ میں ہوتی ہے اور بعد میں اُنس کا رنگ غالب ہوتا ہے، اس وقت وہ کیفیتیں نہیں رہتیں جو شوق کے وقت ہوا کرتی ہیں۔ مثلاً بات بات پر رونا اور استغراق کا غلبہ ہونا وغیرہ مگر لوگ انہیں آثار کو مقصود سمجھتے ہیں اور اُنس کی حالت میں جب یہ آثار کم ہو جاتے ہیں تو پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں حالانکہ یہ مقصود نہیں کہ ہر وقت شوق غالب رہے اور تقاضۂ طبعی مرغوباتِ نفسانیہ کا کبھی نہ ہو نہ یہ مقصود ہے کہ دل میں حرکت پیدا ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شوق کی ایک حد بیان فرمائی ہے۔

اَسْئَلُکَ شَوْقاً اِلٰی لِقَائِکَ مِنْ غَیْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّۃٍ وَّلَا فِتْنَۃٍ مُّضِلَّۃٍ۔

یعنی اے اللہ تعالیٰ میں آپ سے آپ کی ملاقات کا شوق بغیر کسی تنگی میں پڑنے کے جو نقصان دینے والی ہو اور بغیر کسی گمراہ کُن آزمائش میں مبتلا ہونے کے طلب کرتا ہوں چونکہ شوق اور عشق کا غلبہ کبھی ہلاکت اور مضرت کی نوبت پہنچاتا ہے۔ جس سے اعمال میں خلل پڑتا ہے اور اصل مقصود اور ذرائعِ قُرب اعمال اور امتثال اوامر ہی ہیں، اور کبھی غلبۂ شوق میں ادب کی حد سے گذر جاتا ہے اور بے ادبی کی باتیں کرنے لگتا ہے جیسا کہ اکثر عشاق غلبۂ حال میں کرتے ہیں اور یہ بے ادبی موجب ضررِ دین ہے گو غلبہ کی حالت میں معاف ہے مگر کمال نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادب اور طاعات

Marfat.com

اور محبت کے جامع ہیں، اس لیئے یہ مذکورہ بالا دُعاء فرمائی ہے۔

طریقِ تحصیلِ شوق محبتِ الٰہی پیدا کر لینا کیوں کہ محبت کے لیئے شوق لازم ہے۔

حقیقتِ اُنس جو چیز مِنْ وَجْہٍ (ایک طرح) ظاہر اور معلوم ہو اور مِنْ وَجْہٍ (ایک طرح سے) مخفی و مجہول ہو، اگر وُجُوہِ معلومہ پر نظر واقع ہو کر اس پر سرور و سرور ہو اس کو اُنس کہتے ہیں۔

طریقِ تحصیلِ اُنس چونکہ یہ بھی آثارِ محبت سے ہے اس لئے اس کی تحصیل کے لیے کوئی جداگانہ طریق نہیں ہے۔ محبت کے ساتھ ہی حاصل ہو جاتا ہے۔

خوف

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَاخْشَوْنِیْ یعنی اور مجھ سے ڈرو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ اَلَا اِنَّ سِلْعَۃَ اللّٰہِ غَالِیَۃٌ اَلَا اِنَّ سِلْعَۃَ اللّٰہِ الْجَنَّۃُ یعنی جو ڈرتا ہے رات ہی سے چلتا ہے اور جو رات سے چلتا ہے وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ سُن لو اللہ تعالیٰ کا سودا گراں ہے سُن لو اللہ تعالیٰ کا سودا جنت ہے۔

Marfat.com

حقیقتِ خوف ناگوارِ طبع چیز کے خیال اور اس کے واقع ہونے کے اندیشے سے قلب کا دردناک ہونا۔

تشریح خوف کی حقیقت احتمالِ عذاب ہے کہ انسان کو اپنے متعلق احتمال ہو کہ شاید مجھے عذاب ہو اور یہ احتمال مسلمانوں میں ہر شخص کو ہے اور یہی مامور بہ ہے اور اسی کا بندہ مکلف کیا گیا ہے۔ یہ تو شرطِ ایمان ہے اور اس کا نام خوفِ عقلی ہے کہ تقاضائے معصیت کے وقت وعید اور عذابِ خداوندی کو یاد کر کے سوچ سوچ کے گناہوں سے بچا جائے۔ یہ درجہ فرض ہے اس کے فقدان سے گناہ ہو گا اور یہی حق تعالیٰ کا خوف جملہ نیک کاموں میں رغبت کرنے اور تمام گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ خوف کرنے والوں کی شان میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت، رحمت، علم اور رضا کی محمود خصلتیں جمع فرمائی ہیں جو شخص خدا سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرنے لگتی ہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

کسی بندے کو دو خوف نصیب نہ ہوں گے، یعنی جو بندہ دنیا میں خدا تعالیٰ کا خوف رکھے گا وہ آخرت میں بے خوف ہو گا اور جو دنیا میں نڈر رہا اس کو آخرت میں امن و اطمینان نصیب نہ ہو گا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر آنکھ روتی ہو گی بجز اس آنکھ کے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیز کے دیکھنے سے رو کی گئی اور وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستے میں پہرہ دیا اور وہ آنکھ جس میں خوفِ الٰہی کی وجہ سے مکھی کے سر کے برابر آنسو نکل آیا نیز مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث

ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ خداوند تعالیٰ قیامت کے دن فرشتوں سے فرمائے گا کہ آگ میں سے اس شخص کو نکال دو جو کسی مقام پر مجھ سے ڈرا ہے۔

الغرض خشیت مومن کے لیئے لازم ہے اور اس کی دو وجہ ہیں ایک تو مآل میں احتمال کہ شاید کوئی اختیاری کوتاہی ہو جائے دوسرے یہ کہ شاید کوئی اختیاری کوتاہی فی الحال ہوگئی ہو جس کا علم بھی التفات سے ہو سکتا تھا اور التفات میں کوتاہی ہوئی کہ یہ بھی اختیاری ہے دیکھو ڈاکو سزا کے خوف سے ڈاکہ نہیں ڈالتا۔ بچہ پٹنے کے خوف سے شرارت سے رکتا ہے جرمانے کے خوف سے لوگ جرائم سے باز رہتے ہیں آدمی سبکی کے خوف سے محفل میں تہذیب سے بیٹھتا ہے۔ خوف ہی تو اٹھ جاتا ہے جو ملک میں امن نہیں رہتا گویا کہ خوف جملہ برائیوں کی جڑ کاٹنے والا ہے اور خوف ہی جملہ طاعات کا ذریعہ ہے۔

طریقِ تحصیلِ خوف اللہ تعالیٰ کے قہر و عذاب کو یاد کیا کرے اور سوچا کرے۔

رجا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللّٰهِ یعنی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

Marfat.com

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنَطَ مِنْ جَنَّتِهٖ أَحَدٌ (متفق علیہ) یعنی اگر کافر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حال جانے تو اس کی جنت سے ناامید نہ ہو۔

رجا کی حقیقت محبوب چیزوں یعنی فضل و مغفرت اور نعمت وجنت کے انتظار میں قلب کو راحت پیدا ہونا اور ان چیزوں کے حاصل کرنے کی تدبیر اور کوشش کرنا رجا ہے۔

تشریح لہذا جو شخص رحمت اور جنت کا منتظر رہے اور اس کے حاصل کرنے کے اسباب یعنی عمل صالح توبہ وغیرہ کو اختیار نہ کرے اس کو مقامِ رجا حاصل نہیں وہ دھوکے میں ہے جیسا کہ کوئی شخص تخم پاشی نہ کرے اور غلہ پیدا ہونے کا منتظر رہے کہ یہ محض ہوسِ خام ہے۔

طریق تحصیلِ رجا اللہ تعالیٰ کی وسعتِ رحمت اور عنایت کو یاد کرے اور سوچا کرے۔

۹ زُہد

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰكُمْ۔ یعنی تاکہ فوت

شدہ چیز پر افسوس نہ کرو اور جو تم کو دیا ہے اس پر خوشی سے اترانہ جاؤ۔
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔
اَوَّلُ صَلَاحِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ الْیَقِیْنُ وَالزُّھْدُ وَاَوَّلُ فَسَادِھَا الْبُخْلُ وَالْاَمَلُ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) یعنی اول بہتری اس امّت کی یقین اور زہد ہے اور اوّل بگاڑ اس امّت کا بخل اور طولِ اَمَل ہے۔

زُہد کی حقیقت کسی رغبت کی چیز کو چھوڑ کر اس سے بہتر چیز کی طرف مائل ہوتا۔ مثلاً دنیا کی رغبت علیٰحدہ کر کے آخرت کی رغبت کرنا زُہد ہے۔

تشریح زُہد کی اصل وہ نور اور علم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے قلب میں ڈالا جاتا ہے جس کی وجہ سے سینہ کھل جاتا ہے اور یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا کا ساز و سامان مکھی کے پَر سے بھی زیادہ حقیر ہے اور آخرت ہی بہتر اور پائیدار ہے جس وقت یہ نور حاصل ہو جاتا ہے تو اس حقر دنیا کی آخرت کے مقابلے میں اتنی بھی وقعت نہیں رہتی جتنی کہ بیش قیمت جواہر کے مقابلے میں پھٹے پرانے چیتھڑے کی ہوا کرتی ہے اور زُہد کا ثمرہ یہ ہے کہ بقدر ضرورت و کفایت دنیا پر قناعت حاصل ہو جائے پس زاہد اتنی مقدار پر کفایت کیا کرتا ہے جتنا کہ مسافر کو سفر کا توشہ اپنے پاس رکھنا ضروری ہوتا ہے نیز زُہد ترکِ لذات کا نام نہیں بلکہ محض تقلیلِ لذات زُہد کے لئے کافی ہے یعنی لذات میں انہماک نہ ہو، نفیس نفیس کھانوں اور کپڑوں کے فکر میں رہنا زُہد کے منافی ہے ورنہ بلا تکلف و بلا اہتمامِ خاص کے لذات میسّر ہو جائیں

توحق تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ شکر کرنا چاہیے۔ نفس کو خوب آرام سے رکھے اور اس سے کام بھی لے کہ

مزدورِ خوش دل کند کارِ بیش

حقیقت یہ ہے کہ جن کی نظر اللہ پر ہے اُن کی نظر میں سونا چاندی تو کیا دنیا و مافیہا بھی کچھ نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے، اور اپنے جگر گوشوں اور خاص لوگوں کے لئے دنیا کو پسند نہیں فرمایا لہذا مخلوق کے ہاتھ میں جو کچھ ہے متاعِ دنیا ہے۔ سب سے اُمید قطع کر دی جائے جو شخص ایسا کرے گا راحت میں رہے گا۔ کیوں کہ زُہد سے قلب اور بدن دونوں کو راحت حاصل ہوتی ہے۔

طریقِ تحصیلِ زُہد دنیا کے عیُوب اور مضرتوں اور فنا ہونے کو اور آخرت کے منافع اور بقا کو یاد کرے اور سُوچے۔

توکّل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ یعنی اور چاہیے کہ ایمان والے اللہ ہی پر توکل کریں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وَاِذَا سَئَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ (رواہ الترمذی)

Marfat.com

یعنی اور جب کچھ مانگو تو اللہ ہی سے مانگو اور جب مدد چاہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد چاہو۔

حقیقتِ توکّل صرف وکیل یعنی کارساز پر قلب کا اعتماد کرنا توکل ہے۔

تشریح توکّل کی حقیقت وہی ہے جو توکیل یعنی وکیل بنانے کی ہے۔ وکیل بنانے کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کام کو خود نہیں سمجھ سکتے اس کو دوسروں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ کہ اُس کے بتلانے کے موافق کرتا رہے لہٰذا یہی توکل ہی ہے کہ خدا کے سپرد کام کر کے تدبیر کریں اور جو وہ بتلائیں کرتے جائیں یعنی شریعت کے اصول کو پیشِ نظر رکھ کر ہر کام میں اسباب کے ماتحت کوشش کریں۔

توکّل کے تین رکن ہیں: اوّل، معرفت۔ دوم، حالت۔ سوم اعمال۔ اب ان تینوں کو الگ الگ ذکر کیا جاتا ہے۔

رکنِ اوّل معرفت ہے۔ یعنی توحیدِ حق جس کا اقرار کلمۂ توحید سے ہوتا ہے کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کی حمد و ثنا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اس میں اس مضمون کا اقرار ہے کہ حق تعالیٰ قدرت اور وجود اور حکمت میں وہ کمال رکھتا ہے جس کی وجہ سے حمد کا مستحق ہے پس جس نے صدق اور اخلاص کے ساتھ اس کا اقرار کر لیا اس کے قلب میں اصل ایمان راسخ ہو گیا اور اب توکل کی حالت ضرور پیدا ہو گی بشرطیکہ صدقِ دل سے اقرار کیا ہو۔ اور صدقِ دل کے

Marfat.com

یہ معنی ہیں کہ اقرار کے معنیٰ قلب پر ایسے غالب آ جائیں کہ دوسرے مضمون کی اس میں گنجائش نہ رہے۔

دوسرا رکن حالِ توکل ہے، اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ اپنا کام خدا کے حوالے کر دے اور قلب کو مطمئن رکھے کہ غیر اللہ کی طرف التفات بھی نہ کرے یعنی ایسا ہو جائے جیسا کہ کسی ہوشیار اور شفیق وغم خوار وکیل عدالت کو اپنے مقدمے میں وکیل بنا کر مطمئن اور بے فکر ہو جایا کرتے ہیں کہ پھر کسی دوسرے کی جانب دل ڈانواں ڈول نہیں ہوتا کیوں کہ سمجھتے ہو کہ تمہارا وکیل ہر طرح عقل مند اور تمہارا خیر خواہ ہے۔ پس تمہارے حریف کو کبھی تم پر غلبہ نہ پانے دے گا اور مخالف سے اس کے سامنے بات ہی نہ کی جاوے گی اسی طرح جب جانتے ہو کہ رزق اور موت وحیات اور مخلوق کے چھوٹے بڑے سارے کام خدا ہی کے قبضہ میں ہیں۔ کوئی اس کا شریک نہیں نہ اس کی جود وسخا اور حکمت ورحمت کی انتہا ہے۔ پھر وجہ کیا کہ اپنے قلب کو مطمئن نہ بنائیں۔

تیسرا رکن اعمال ہیں، جاہلوں کا خیال ہے کہ توکّل تو محنت و مزدوری اور کسب کو چھوڑ دینے کا نام ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بے کار بن کر بیٹھ جائے اگر بیمار ہو تو علاج نہ کرے بے سوچے سمجھے اپنے آپ کو خطرات اور ہلاکت میں ڈال دیا کرے کہ کہیں آگ میں گھس جائے اور کہیں شیر کے منہ میں ہاتھ دیدے تب متوکّل کہلایا جائے حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہے کیوں کہ ایسا کرنا شرعاً حرام ہے اور شریعت ہی توکل کی خوبیاں بیان کر رہی ہے

Marfat.com

پھر بھلا جس بات کو شریعت خود حرام تبلائے اُسی کی رغبت اور حرص دلائے یہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔

طریقِ تحصیلِ توکل اس کی عنایتوں اور وعدوں اور اپنی گذشتہ کامیابیوں کا یاد کرنا اور سوچنا۔

حقیقتِ قناعت ترک کرنا شہوات کا۔
طریقِ تحصیلِ قناعت مراقبہ فنائے عالم۔

حقیقتِ حلم نفس کا ناگوار بات پر بھڑکنے سے رُکنا۔

طریقِ تحصیلِ حلم غصہ کا زائل کرنا، اور غصہ کے علاج کو بار بار سوچنا جو کہ اخلاقِ رذیلہ کے بیان میں آرہا ہے۔

صبر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا یعنی اے ایمان والو صبر کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اَنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّآءُ شَكَرَ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ۔ (رواہ مسلم)

یعنی مومن پر تعجب ہے کہ اس کی ہر بات بہتر ہے اور یہ کسی کو میسر نہیں" مگر مومن ہی کو اگر اس کو خوشی پہنچے، شکر کیا اور اگر اس کو سختی پہنچے صبر کیا پس اس کے لئے بہتر ہے۔

حقیقتِ صبر انسان کے اندر دو قوتیں ہیں ایک دین پر ابھارتی ہے دوسری ہوائے نفسانی پر سو محرکِ دینی کو محرک ہوا پر غالب کر دینا صبر ہے، اور اس کی حقیقت ہے حَبْسُ النَّفْسِ عَلٰی مَا تَکْرَہُ یعنی ناگوار بات پر نفس کو جمانا اور مستقل رکھنا آپے سے باہر نہ ہونا۔

تشریح صبر کی تین قسمیں ہیں: اول صبر علی العمل، یعنی عمل کی پابندی پر صبر۔ دوم صبر فی العمل یعنی کسی عمل کے کرتے وقت صبر۔ سوم صبر عن العمل یعنی کسی عمل کے نہ کرنے پر صبر،

صبر علی العمل یہ ہے کہ نفس کو کسی کام پر روک لینا یعنی اس پر جم جانا اور قائم رہنا۔ مثلاً نماز، زکواۃ وغیرہ کی پابندی کرنا، اور بلا ناغہ ان کو ادا کرتے رہنا۔

اور صبر فی العمل یہ ہے کہ عمل کے وقت نفس کو دوسری طرف التفات کرنے سے روکنا، طاعات بجا لانے کے وقت ان کے ارکان کو مع آداب کے اطمینان سے ادا کرنا اور ہمہ تن متوجہ ہو کر کام کو بجا لانا، مثلاً نماز پڑھنے کھڑے ہوئے یا ذکر میں مشغول ہوئے تو نفس کو یہ سمجھا دیا کہ تم اتنی دیر تک سوائے نماز یا ذکر کے اور کوئی کام نہیں کر سکتے پھر دوسرے کاموں کی طرف توجہ کرنا فضول ہے۔ اتنی دیر تک تجھ کو نماز یا ذکر ہی کی طرف متوجہ رہنا چاہیے"

Marfat.com

تیسری قسم ہے صبر عن العمل یعنی نفس کو اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی باتوں سے روکنا۔

نیز حالات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ نعمت اور مصیبت۔

نعمت سے مسرت ہوتی ہے اور مسرت کی وجہ سے منعم کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے۔ بخلاف مصیبت کے کہ اس میں ناگواری ہوتی ہے اور صبر کا موقع مصیبت ہے اور مصیبت کہتے ہیں اس حالت کو جو نفس کو ناگوار ہو اس کی دو قسمیں ہیں : ایک صورتِ مصیبت دوسری حقیقتِ مصیبت جس سے انقباض اور پریشانی بڑھے وہ تو گناہوں کی وجہ سے ہے اور حقیقتِ مصیبت ہے اور جس سے تعلق مع اللہ میں ترقی ہو، تسلیم و رضا زیادہ ہو۔ وہ حقیقت میں مصیبت نہیں، گو صورت مصیبت کی ہے۔ عارفین کو مصیبت کا احساس تو ہوتا ہے بلکہ بوجہ ادراک لطیف ہونے کے دوسروں سے زیادہ احساس ہوتا ہے۔ مگر اُن کا رنج و غم حد سے نہیں بڑھتا کیوں کہ اس میں ان کی نظر اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے۔

مصائب سے بہت سے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ حق تعالیٰ اپنے بندے کو خاص درجہ اور مرتبہ عطا فرمانا چاہتے ہیں جس کو وہ اپنے عمل سے حاصل نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی مصیبت یا مرض میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ جس سے وہ اس درجۂ عالیہ کو پا لیتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت میں اہل مصائب کو دیکھ کر اہلِ نعمت کہیں گے کہ کاش ہماری کھالیں دنیا میں قینچیوں سے کاٹی گئی ہوتیں۔ تاکہ آج ہم

کو بھی یہ درجات ملتے جو اہل مصائب کو عطا کئے گئے ہیں۔ نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص اپنا انتقام خود لے لیتا ہے تو حق تعالیٰ معاملہ اسی کے سپرد کر دیتے ہیں اور جو صبر کرتا ہے اس کی طرف سے حق تعالیٰ انتقام لے لیتے ہیں۔ کبھی دنیا میں سزا چکھا دیتے ہیں اور کبھی آخرت پر پوری سزا کو ملتوی رکھتے ہیں، حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْآ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

مطلب یہ ہے کہ مصیبت اور غم کے وقت زبان کو اِنَّا لِلّٰہِ کے ورد میں مشغول کیا جائے اور دل کو اس کے معنیٰ کے تصوّر میں کہ ہم اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور مالک کو ہر قسم کے تصرف کا اپنے مملوک میں اختیار ہے غلام کو چاہیے کہ مالک کے تصرّف پر راضی رہے اسلئے اس موقع پر تصرّف حق پر راضی رہنا چاہیئے۔

مصیبت کے وقت اول تو اپنے گناہوں کو یاد کریں تاکہ اپنی خطاؤں کا استحضار ہو کر مصیبت سے پریشان نہ ہو، کیوں کہ اپنی خطاؤں پر جو سزا ہوتی ہے اس سے دوسرے کی شکایت نہیں ہوتی بلکہ انسان خود نادم ہوتا ہے کہ میں اسی قابل تھا، پھر اجر کو یاد کریں کہ اللہ تعالےٰ نے مصیبت کا بہت ثواب رکھا ہے یاد کر کے غم کو ہلکا کریں اور مصیبت میں ثابت قدم رہیں خدا تعالیٰ کی شکایت نہ کریں، کوئی بات ایمان اور اسلام کے خلاف زبان و دل پر نہ آئے اور یہ مت سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہو گئے ہیں کیوں کہ یہ خیال خطرناک ہے۔ اس سے تعلق ضعیف ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ زائل ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

مصائب کو سزا سمجھیں یا آزمائش سمجھیں اور اس کے ثواب کو یاد کریں شریعت نے مصیبت کے وقت صبر و تحمل کی تعلیم دی ہے۔ اسی پر کاربند رہیں اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہر مصیبت پر نعم البدل ملتا ہے اس میں نفع ضرور ہوگا۔ آخرت میں بھی اور دنیا میں بھی، اگرچہ دنیوی نفع ابھی سمجھ میں نہ آوے۔

طریقِ تحصیلِ صبر قوّتِ ہوائی یعنی خواہشات و جذباتِ نفسانی کو ضعیف و کمزور کرنا۔

شُکر

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاشْكُرُوْا لِيْ۔ اور میرا شکر کرو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّآءُ شَكَرَ۔ (رواہ مسلم)

یعنی اگر اس کو خوشی پہنچی شکر کیا۔

شکر کی حقیقت نعمت کو منعم حقیقی کی طرف سے سمجھنا جس کا اثر منعم سے خوش ہونا اور تعمیلِ حکم میں سرگرمی کرنا ہے

تشریح نعمت کو منعم حقیقی کی طرف سے سمجھنے سے دو باتیں ضرور پیدا ہوتی ہیں۔ ایک منعم سے خوش ہونا اور دوسرے اس

Marfat.com

کی خدمت گزاری اور امتثالِ اَوَامر میں سرگرمی کرنا یعنی جو حالت طبیعت کے موافق ہو خواہ اختیاری ہو خواہ غیر اختیاری ہو اس حالت کو دل سے خدا تعالیٰ کی نعمت سمجھنا اور اس پر خوش ہونا اور اپنی لیاقت سے اس کو زیادہ سمجھنا اور زبان سے خدا تعالیٰ کی تعریف کرنا اور اس نعمت کا جوارح یعنی اعضاء سے گناہوں میں استعمال نہ کرنا بلکہ اس نعمت کو اس کی رضا مندی میں استعمال کرنا شکر ہے اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب کہ مخلوق کی پیدائش کے اغراض و مقاصد اور یہ بات معلوم ہو جائے کہ کیا کیا چیز کس کس کام کیلئے پیدا ہوئی ہے۔ مثلاً آنکھ اللہ کی ایک نعمت ہے اس کا شکریہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن مجید اور علم دین کی کتابوں کے پڑھنے اور آسمان و زمین جیسی بڑی مخلوقات کا اس غرض سے مشاہدہ کرنے میں صرف کرے کہ عبرت حاصل ہو اور خالقِ برتر کی عظمت و کبریائی سے آگاہی ہو نیز ستر کے دیکھنے اور غیر عورت پر نظر ڈالنے سے اور دیگر ممنوعات سے روکے رکھے۔ اسی طرح کان ایک نعمت ہے اس کا شکریہ یہ ہے کہ اس کو ذکر الٰہی اور ان باتوں کے سننے میں استعمال کرے، جو آخرت میں نفع دیں اور ہجو اور لغو اور فضول کلام سننے سے روکے زبان کو یادِ خُدا، حمد و ثنا اور اظہار شکر میں مشغول رکھے اور تنگ دستی یا تکلیف میں شکوہ شکایت سے باز رکھے کہ اگر کوئی حال بھی پوچھے تو شکایت کا کلمہ زبان سے نہ نکلنے پائے، کیوں کہ شہنشاہ کی شکایت ایسے ذلیل اور بے بس غلام کے سامنے زبان سے نکالنی جو کچھ بھی نہیں کرسکتا بالکل

Marfat.com

فضول اور معصیت میں داخل ہے اور اگر شکر کا کلمہ نکل گیا تو طاعت میں شمار ہوگا صرف زبانی الحمد للہ کہنا جب کہ دل میں منعم اور نعمت کی قدر نہ ہو محض درجۂ عنوان میں ہے یہ چھلکا ہے جس میں گری نہیں، یعنی محض الفاظِ شکر ہیں، معنیٔ شکر نہیں اور جب معنیٔ شکر نہیں تو اس کی مثال بادام کے نرے چھلکے جیسی ہے جس میں گری نہ ہو کہ محض چھلکے کو بادام نہ کہیں گے۔

اسی طرح ہر عمل کا ایک مغز اور روح ہے اور ایک پوست اور صورت ہے۔ پس شکر کی رُوح یہ ہے کہ منعم اور نعمت کی دل سے قدر ہو۔

ابتدائی درجۂ شکر تو مرتبۂ عقلی ہے کہ حق تعالیٰ کو منعم حقیقی جاننے اور عقلاً اس کی قدر پہچاننے اور انتہائی مرتبہ یہ ہے کہ اس کا اثر طبع اور جوارح اور حرکات وسکنات میں نمایاں ہو یعنی تمام اعتقادات عبادات معاملات اخلاق ومعاشرت وغیرہ شریعت کے مطابق ہوں۔

طریقِ تحصیلِ شکر حق تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچنا اور یاد کرنا اور ہر نعمت کو اس کی طرف سے جاننا اس سے رفتہ رفتہ حق تعالیٰ کی محبت ہوگی اور شکر کا درجۂ کاملہ نصیب ہو جائے گا۔

صدق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ

جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ۔

یعنی مومن تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، پھر کچھ تردد نہیں کیا اور اپنی جان و مال سے اللہ تعالیٰ کی کی راہ میں جہاد کیا، یہی لوگ پورے سچے ہیں۔

اور حدیث شریف میں ہے۔

مَرَّ النَّبِیُّ صلی اللّٰہُ علیہ وسلّم بِاَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ وَھُوَ یَلْعَنُ بَعْضَ رَقِیْقِہٖ فَالْتَفَتَ اِلَیْہِ فَقَالَ لَعَّانِیْنَ وَصِدِّیْقِیْنَ اِلٰی قَوْلِ اَبِیْ بَکْرٍ لَا اَعُوْدُ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر گذر ہوا وہ اپنے کسی غلام پر لعنت کر رہے تھے آپ اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ صدیق اور پھر لعنت کرنے والے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب ایسا نہ کروں گا۔

حقیقتِ صدق جس مقام کو حاصل کرے کمال کو پہنچا دے کہ اس میں کسر نہ رہے۔

تشریح صِدق کے معنی پختگی کے ہیں اور اسی لیئے ولی کامل کو صدیق کہا جاتا ہے، کیوں کہ وہ تمام احوال و افعال و اقوال میں مرتبۂ رسوخ حاصل کر چکا ہے شریعت میں صدق عام ہے افعال کو بھی، اقوال کو بھی، احوال کو بھی، اقوال کا صدق تو یہ ہے کہ بات پکّی

و سچی ہو یعنی واقعہ کے مطابق ہو جو شخص اس صفت سے موصوف ہو اس کو صادق الاقوال کہتے ہیں اور افعال کا صدق یہ ہے کہ ہر فعل مطابق امر ہو، حکم شرعی کے خلاف نہ ہو، پس جس شخص کے افعال ہمیشہ شریعت کے موافق ہوں اس کو صادق الافعال کہا جاتا ہے اور احوال کا صدق یہ ہے کہ احوال سنت کے مطابق ہوں پس جو احوال خلافِ سنت ہیں وہ احوال کاذبہ ہیں اور جس شخص کے احوال و کیفیات سنت کے مطابق ہوتے ہیں اس کو صادق الاحوال کہتے ہیں نیز صدقِ احوال میں یہ بھی ہے کہ وہ احوال ایسے ہوں جن کا اثر صاحبِ حال پر باقی رہے یہ نہ ہو کہ آج ایک حالت پیدا ہوئی، پھر زائل ہو گئی اور اس کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہا یہ مطلب نہیں کہ احوال کا غلبہ ہمیشہ رہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کا اثر ہمیشہ رہنا چاہیے کہ جو حالت طاری ہو وہ مقام ہو جائے خلاصہ یہ ہے کہ جس طاعت کا ارادہ ہو اس میں کمال کا درجہ اختیار کیا جائے۔ مثلاً نماز کو اس طرح پڑھنا کہ جس کو شریعت نے صلوٰۃ کاملہ کہا ہے یعنی اس کو مع آدابِ ظاہرہ و باطنہ کے ادا کرنا اسی طرح تمام طاعات میں جو درجہ کمال کا شریعت نے بتلایا ہے اس کا اختیار کرنا صِدق ہے۔

طریقِ تحصیلِ صِدق

صدق مایۂ الکمال کے جاننے پر موقوف ہے لہذا ہمیشہ نگراں رہے اگر کچھ کمی ہو جائے اس کا تدارک کرے اسی طرح چند روز میں کمال حاصل ہو جائے گا۔

Marfat.com

تفویض

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

یعنی اور میں اپنا معاملہ حق تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں خدا تعالیٰ سب بندوں کا نگراں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَکَ بِالْمَسَآءِ وَ اِذَا اَمْسَیْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَکَ بِالصَّبَاحِ۔

مطلب یہ ہے کہ جب صبح کرو تو شام کے متعلق اپنے دل میں خیال نہ لاؤ اور جب شام کرو تو صبح کے متعلق اپنے دل میں خیال نہ لاؤ۔

حقیقتِ تفویض اپنے کو خدا کے سپرد کر دینا کہ جو وہ چاہیں تصرف کریں اپنے لئے کوئی حالت تجویز نہ کرنا یعنی خدا کے سوائے کسی پر نظر نہ رکھے، تدبیر کرے اور نتیجے کو خدا کے سپرد کر دے

تشریح تفویض کے معنی ترکِ تدبیر نہیں بلکہ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی پر نظر نہ رکھیں تدبیر کرے اور تدبیر کے نتیجہ کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرے اور جن امور میں تدبیر کا کچھ تعلق و دخل نہیں ان میں تو ابتدا ہی سے تفویض و تسلیم اختیار کرے، اپنی طرف

Marfat.com

سے کوئی حالت یا نظام تجویز نہ کرے۔ تجویز ہی تمام پریشانیوں کا سبب ہے کہ ہم نے ہر چیز کا ایک نظام خاص اپنے ذہن میں قائم کر رکھا ہے کہ یہ کام اس طرح ہونا چاہیئے پھر اس نظام کے خلاف واقع ہونے سے کلفت ہوتی ہے اور زیادہ حصہ اس نظام کا جو ہماری طرف سے تجویز ہوتا ہے غیر اختیاری ہوتا ہے تو غیر اختیاری امور کے لیئے نظام تجویز کرنا حماقت نہیں تو کیا ہے۔ اسی لئے اہل اللہ نے تجویز قطع کر کے یہ مذہب اختیار کر لیا ہے۔

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو
دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو

یعنی زندہ کریں تو آپ کی عطا ہے اور اگر موت دیں تو بھی آپ پر فدا چونکہ جب دل ہی آپ پر آگیا ہے تو اب جو بھی آپ کی مرضی ہو تسلیم ہے۔

الغرض اپنی تجویز کو دخل نہ دے اسی طرح تربیت کے سلسلہ میں بھی اپنی تربیت کو خدا کے سپرد کر دے کہ جس طرح چاہے وہ تربیت کرے حالات وکیفیات عطا کریں یا سب کو سلب کریں اپنی تجویز کو خدا تعالیٰ کی تجویز میں فنا کر دیں یعنی کامل عبدیت اختیار کریں۔

طریقِ تحصیل تفویض جب کوئی خلاف طبع ناگوار واقعہ پیش آوے تو فوراً یہ سوچے کہ یہ حق تعالیٰ کا تصرف ہے جسمیں حکمت ضرور ہے اور مصلحت ہے۔ ابتداء میں تکلف سے یہ بات حاصل ہوگی، پھر سوچتے رہنے سے تجویز کو فنا کرنا پڑتا ہے اور پھر یہ

حالت اہل اللہ کے لئے طبعی بن جاتی ہے۔

رضا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ یعنی اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالےٰ سے راضی ہوئے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مِنْ سَعَادَۃِ ابنِ اٰدَمَ رِضَاہُ بِمَا قَضَی اللّٰہُ لَہٗ رَوَاہُ التِرمِذِی وَاحمَدْ ۔ یعنی آدمی کی سعادت سے ہے راضی رہنا اس پر جو اس کے لئے اللہ نے مقرر کر دیا ہو۔

رضا کی حقیقت قضا پر اعتراض نہ کرنا نہ زبان سے نہ دل سے۔

تشریح رضا بر قضا کا بعض مرتبہ ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ تکلیف بھی محسوس نہیں ہوتی، پس اگر الم کا احساس ہی نہ ہو تو رضائے طبعی ہے اور اگر الم کا احساس باقی رہے تو رضائے عقلی ہے۔ اول رضائے طبعی حال ہے جس کا بندہ مکلف نہیں اور ثانی رضائے عقلی مقام ہے جس کا بندہ مکلف ہے۔ قضا پر راضی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تکلیف کی صورتوں میں تکلیف تو محسوس ہوتی ہے مگر چونکہ عقل نے اس کے بہتر

Marfat.com

انجام یعنی ملنے والے ثواب پر مطلع کر دیا ہے اس لیے طبیعت اس تکلیف کو بلا تکلف گوارا کرتی ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے طبیب کسی مریض کو پینے کیلئے تلخ دوا بتائے یا اپریشن کرانے کی ہدایت کرے تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ اس تلخ دوا کا پینا اور اپریشن کرانا تکلیف کی باتیں ہیں مگر چونکہ اس کے ساتھ ہی عمدہ نتیجہ یعنی صحت و تندرستی سے مریض کو آگاہی حاصل ہے لہذا وہ ان تکلیف دہ باتوں کے بتانے والے طبیب سے راضی بلکہ اس کا احسان مند و ممنون رہتا ہے اسی طرح جو شخص سچے دل سے اس کا یقین کئے ہوئے ہے کہ دنیا کی ہر تکلیف پر حق تعالیٰ کی طرف سے اجر مرحمت ہو گا اور ہر مصیبت و صدمہ پر اس قدر ثواب عطا ہو گا جس کے مقابلہ میں اس عارضی تکلیف کی کچھ حقیقت نہیں ہے تو اس یقین سے وہ ضرور مسرور و شاداں ہو گا جس وقت مولائے حقیقی کی جانب سے جو عطا ہوتا ہے اس وقت کے وہی مناسب ہوتا ہے، اس کے خلاف کی تمنا نہ چاہیے جب اللہ تعالیٰ لیظاہر ہمارے نقصانات ہی کو بہتر سمجھ رہے ہیں تو ہم کو اس میں صدمہ کی کون سی بات ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جیسا بنا دیا ہے اس کے لئے وہی مناسب تھا گو ہر شخص دوسروں کو دیکھ کر یہ تمنا کرتا ہے کہ میں ایسا ہوتا اور اپنی حالت پر قناعت نہیں ہوتی لیکن غور کر کے دیکھے اور سوچے تو اس کو معلوم ہو گا کہ میرے لیے مناسب حالت وہی ہے جس میں خدا تعالیٰ نے مجھ کو رکھا ہے۔ البتہ دُعا کرنا خلافِ رضا نہیں۔ اہل اللہ محض حکم کی وجہ سے اظہارِ عبدیت کے لیئے دعا کرتے ہیں۔ اس واسطے دعا نہیں کرتے کہ

ہم نے جو مانگا ہے ضرور وہی مل جائے، بلکہ ہر حال میں خدا کی رضا پر راضی رہتے ہیں خواہ قبول ہو یا نہ ہو۔ قبول نہ ہونے سے شاکی اور تنگ دل نہیں ہوتے ہیں یہی رضا کی علامت ہے۔

طریق تحصیل رضا یہ آثارِ محبت سے ہے اس لیے اس کے واسطے جداگانہ طریق نہیں ہے۔ محبت کے ساتھ ہی رضا بھی حاصل ہوجاتی ہے۔

حقیقتِ فنا افعالِ ذمیمہ و ملکاتِ رذیلہ و ردّیہ کا زائل ہوجانا یعنی معاصی کا ترک اور قلب سے حُبِ غیرُ اللہ حرصِ طولِ امَل کبر و عجُب ریا وغیرہ کا نکل جانا اور ملکۂ یادداشت کا راسخ ہوجانا کہ غیراللہ کے ساتھ تعلق عملی نہ رہے۔

طریقِ تحصیلِ فنا مجاہدہ و کثرتِ ذکرِ لسانی و قلبی ہے۔

حقیقتِ فناءُ الفنا اس فنا کا بھی علم بعض اوقات نہیں ہوتا یہ فناءُ الفنا ہے، اس کو بقا بھی کہتے ہیں یعنی وہ بے خودی جو فنا کہلاتی تھی جاتی رہی۔ فنائے صفاتِ بشریہ کو قربِ نوافل و فنارِ ذات کو قربِ فرائض بھی کہتے ہیں یعنی جیسا التفات اور استحضار غیر کا پہلے تھا وہ نہ رہا۔ غیر سے ذہول ہوگیا پھر اس میں کسی کو صَحو بھی ہوجاتا ہے، کسی پر سُکر غالب ہوجاتا ہے کوئی مجذوبِ محض ہوجاتا ہے۔ نیز فنا کے اضداد یعنی افعالِ حسنہ کا طبعی بن جانا اور اخلاق حمیدہ میں ملکۂ رسوخ

ہو جانا اور اسی کو بقا بھی کہتے ہیں۔

طریق تحصیل فناء الفنا ذکر و فکر میں مداومت رکھنا۔ (تنبیہ) یہاں تک اخلاقِ حمیدہ کا بیان تھا اب آگے اخلاقِ رزیلہ کو بیان کیا جاتا ہے۔

اخلاقِ رذیلہ

حرص

ارشادِ باری ہے

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

یعنی اپنی آنکھیں اس چیز کی طرف مت بڑھاؤ جس سے ہم نے نفع دیا ان کافروں کے مختلف گروہوں کو آرائش زندگانی دنیا کی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَشِيبُ مِنْهُ اثْنَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ (متفق علیہ)

یعنی آدمی بوڑھا ہوتا رہتا ہے اور اس کی دو چیزیں بڑھتی رہتی ہیں مال پر حرص کرنا اور عمر پر حرص کرنا۔

حقیقتِ حرص مال وغیرہ کے ساتھ قلب کا مشغول ہونا۔

تشریح حِرص تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔ یہ ایسا مرض ہے کہ اس کو اُمّ الامراض کہنا چاہیے کیوں کہ اسی کی وجہ سے جھگڑے فساد ہوتے ہیں، اسی کی وجہ سے مقدمہ بازیاں ہوتی ہیں، اگر لوگوں میں حرصِ مال نہ ہو تو کوئی کسی کا حق نہ دبائے۔ بدکاری کا منشا بھی لذت کی حرص ہے۔ اخلاقِ رذیلہ کی جڑ بھی یہی حرص ہے، کیوں کہ عارفین کا قول ہے کہ تمام اخلاقِ رذیلہ کی اصل کبر ہے اور کبر ہوس جاہ ہی کا نام ہے پس کبر کا منشا بھی حرص ہوا انسان کا طبعی خاصہ ہے کہ اگر اس کے پاس مال کے دو جنگل بھی ہوں جن میں سونا، یا چاندی پانی کی طرح بہتے ہوں پھر بھی وہ تیسرے کا طالب ہوگا جتنا ہوس کو پورا کروگے اتنا ہی بڑھے گی جیساکہ خارش والا جتنا کھجلاتا ہے خارش بڑھتی رہتی ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰیؕ یعنی بھلا انسان کی ہر آرزو پوری ہوسکتی ہے یعنی کبھی پوری نہیں ہوسکتی یہی وجہ ہے کہ کبھی حریص کو راحت نہیں مل سکتی اس کی ہوس کے پیٹ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی، کیوں کہ ایک آرزو ختم نہیں ہوتی کہ دوسری شروع ہو جاتی ہے اور جب تقدیر پر راضی ہی نہ ہو تو ہر کام میں یوں دل چاہتا ہے کہ یہ بھی ہو جاوے اور وہ بھی ہو جاوے اور سب امیدوں کا پورا ہونا دشوار ہے۔ اس لیے نتیجہ اس کا پریشانی ہی پریشانی ہے گو ظاہر میں اولاد اور مال سب کچھ ہو مگر حریص کا دل ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔

Marfat.com

طریقِ علاج خرچ کو گھٹائے تاکہ زیادہ آمدنی کی فکر نہ ہو، اور آئندہ کی فکر نہ کرے کہ کیا ہوگا اور یہ سوچے کہ حریص و طامع ہمیشہ ذلیل رہتا ہے۔

حقیقتِ طمع

خلافِ شریعت امور کو پسند کرنا خواہشِ نفسانی اور حقیقتِ شہوت ہے اس کا اعلیٰ درجہ کفر و شرک ہے وہ تو اسلام ہی سے خارج کر دیتا ہے اور جو ادنیٰ درجہ ہے وہ کمالِ اتباع سے ڈگمگا دیتا ہے۔ ہر طمع و خواہشِ نفسانی میں یہ خاصیت ہے کہ راہ مستقیم سے ہٹا دیتی ہے۔

ارشاد باری ہے۔

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

یعنی اور نفسانی خواہشات کی پیروی مت کرنا اگر ایسا کروگے تو وہ خدا کے رستہ سے تم کو بھٹکا دے گی۔

اور ارشادِ نبوی ہے۔

وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوٰهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ

یعنی عاجز وہ ہے جو اپنی خواہشات کی اتباع کرے اور پھر خدا سے نیک اجر کی امید رکھے۔

علاجِ طمع | مجاہدہ کرنا ہے، یعنی مخالفتِ نفس کی عادت ڈالے تاکہ نفس کی جانی و مالی خواہشات و مرغوبات کو رضائے حق تعالیٰ کے مقابلے میں مغلوب رکھا جا سکے اور مجاہدہ نام ہے نفس کے تقاضوں کو روکنا بتکلف ہو یا بلا تکلف۔

غُصَّہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔

یعنی اور غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں کی تقصیرات سے درگذر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَغْضَبْ (رواہ البخاری) یعنی غصہ مت کر۔

حقیقتِ غصہ | خونِ قلب کا بدلہ لینے کے لئے جوش مارنا غصہ ہے

تشریح | رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑا پہلوان اور طاقتور وہ نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑے بلکہ قوی اور پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ ایک روایت میں ہے

Marfat.com

قوی وہ ہے جو غصہ کا مالک ہو یعنی غصے پر غالب ہو، یہ نہ ہو کہ غصہ کے منشاء کے مطابق فوراً عمل کرے بلکہ اس کو شریعت کی تعلیم کے مطابق استعمال کرے اس لئے کہ غصہ میں جوش پیدا ہونا طبعی امر ہے۔ اس میں ملامت نہیں مگر انسان کو خدا تعالیٰ نے اختیار بھی دیا ہے اس لئے اس کو روکنا چاہیئے۔ اس اختیار کو صرف نہ کرنا انسانیت کے خلاف ہے۔ غصہ کو بھی حق تعالیٰ نے بہت سی مصلحتوں سے انسان کی سرشت میں داخل کیا ہے۔ اس سے بہت سے کام نکلتے ہیں۔ لیکن اختیار کو بھی ساتھ ساتھ رکھ دیا ہے کہ جس جگہ غصہ کا کام ہو وہاں کام لے اور جو جگہ غصہ کے کام کی نہیں وہاں کام نہ لے۔

غصہ فی نفسہٖ غیر اختیاری ہے، لیکن اس کے اقتضاء پر عمل کرنا اختیاری ہے، اس لیئے اس کا ترک بھی اختیاری ہے اور اختیاری کا علاج بجز استعمالِ اختیار کے کچھ نہیں گو اس میں کچھ تکلف و مشقت بھی ہو اسی استعمال کی تکرار اور مداومت سے وہ اقتضاء ضعیف ہو جاتا ہے اور اس کے ترک میں زیادہ تکلف نہیں ہوتا البتہ اس اختیار کے استعمال میں کبھی قدرے تکلف ہوتا ہے اسی لئے حدیث شریف میں ہے۔ لَا یَقْضِیَنَّ قَاضٍ بَیْنَ اثْنَیْنِ وَھُوَ غَضْبَانَ۔ مطلب یہ ہے کہ حاکم کو چاہیئے کہ غصہ کی حالت میں فیصلہ کبھی نہ کرے بلکہ اس وقت مقدمہ ملتوی کر دے اور تاریخ بڑھا دے، یہاں حاکم سے مراد ہر وہ شخص ہے جس کی دو آدمیوں پر حکومت ہو اس میں معلم استاد اور گھر کا مالک بھی شامل ہے۔ لہٰذا غصہ کی حالت میں بچوں یا دیگر ماتحتوں اور کمزوروں کو کسی جرم پر بھی سزا دینے میں جلدی نہ کریں

Marfat.com

بلکہ غصہ فرو کرنے کے بعد سوچ سمجھ کر سزا دی جائے اور یاد رکھیں کہ جس حق کا مطالبہ کرنے والا کوئی نہ ہو اس کا مطالبہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوگا یہاں تک کہ اگر کافر ذمی پر کوئی حاکم ظلم کرے تو حدیث میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف سے مطالبہ کریں گے۔ لہذا سزا دینے کے وقت احتیاط لازمی ہے اور اگر طبعی طور پر غصہ زیادہ ہو اور ذرا سی بات پر حد سے زیادہ غصہ آجاتا ہو کہ اس وقت عقل نہ رہتی ہو تو جس پر غصہ کیا جاوے بعد غصہ فرو ہو جانے کے مجمع میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑیں پاؤں پکڑیں بلکہ اس کے جوتے اپنے سر پر رکھ لیں، ایک دو بار ایسا کرنے سے نفس کو عقل آجائے گی۔ قول یا فعل میں ہرگز تعجیل نہ کریں، بتکلف اس تقاضے کی مخالفت کریں۔ جب کوتاہی ہو جائے استغفار کریں اور اگر کسی شخص کے حق میں زیادتی و حدودِ شرعیہ سے تجاوز ہو گیا ہو تو اس سے معاف کرائیں زبان سے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ پڑھیں اگر کھڑے ہوں تو بیٹھ جائیں اور اگر بیٹھے ہوں تو لیٹ جائیں اور ٹھنڈے پانی سے وضو کر ڈالیں یا ٹھنڈا پانی پی لیں فوراً کسی کام میں لگ جائیں بالخصوص مطالعۂ کتب میں مصروف ہو جائیں۔ اگر اس سے بھی غصہ نہ جائے تو اس شخص سے علیحدہ ہو جائیں یا اس کو علیحدہ کردیں، جیسا موقع ہو۔

طریقِ علاج یہ یاد کریں کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ پر زیادہ قدرت ہے اور میں اس کی نافرمانی بھی کرتا ہوں، اگر وہ بھی مجھ سے یہی معاملہ کریں تو کیا ہو اور یہ سوچیں کہ بدون ارادہ

Marfat.com

خداوندی کے کچھ واقع نہیں ہوتا سو میں کیا چیز ہوں کہ مشیتِ الٰہی سے مزاحمت کروں۔

دروغ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ۔ یعنی اور جھوٹی بات سے کنارہ کش رہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ وَاِيَّاكُمْ وَالْكِذْبَ (متفق علیہ)

یعنی ہمیشہ سچ بولو، جھوٹ مت بولو۔

حقیقتِ دروغ خلاف واقعہ بات کہنا کذب ہے آدمی کے جھوٹے ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جو بات سنے بیان کردے، بلا تحقیق بات کو نقل کردے۔

تشریح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ بولنے سے بچو کہ جھوٹ اور فجور ساتھ ساتھ ہیں اور یہ دونوں جہنم میں ہیں اور فرمایا جھوٹی شہادت تین مرتبہ شرک کے برابر ہے۔ نیز دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا کھڑا ہوا ہے اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک زنبور ہے اور وہ اس بیٹھے ہوئے شخص کے کلّے کو چیر رہا ہے یہاں تک کہ گدّی تک جا پہنچتا ہے پھر وہ کلّہ درست ہو جاتا ہے، پھر وہ اس کے ساتھ ایسا ہی

Marfat.com

کرتا ہے۔ میں نے اپنے ساتھی حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا تو کہا وہ شخص جھوٹا ہے، اس کے ساتھ قیامت تک یوں ہی کرتے رہیں گے (یعنی قبر میں یہ عذاب ہوتا رہے گا۔)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ کسی عورت نے اپنے چھوٹے سے بچے کو بلایا اور کہا کہ آؤ ہم تمہیں ایک چیز دیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے دریافت فرمایا کہ اگر بلانے سے بچہ آگیا تو کیا چیز دے گی؟ عورت نے کہا چھوہارہ دے دوں گی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کچھ دینے کا ارادہ نہ ہوتا صرف بہلانے کے لئے ایسا لفظ نکلتا تو یہ بھی زبان کا جھوٹ شمار ہوتا۔

طریقِ علاج کلام میں احتیاط ہو بدون سوچے کوئی کلام نہ کرے استحضار قبل از وقت ہمت در عین وقت تدارک بعد الوقت نیز اگر کوئی بات کبھی منہ سے خلافِ شریعت نکل جاوے تو فوراً خوب توبہ کرے۔

حسد

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ یعنی تم کہو میں حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے پناہ مانگتا ہوں۔

Marfat.com

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَحَاسَدُوْا (رواہ البخاری)

یعنی آپس میں حسد نہ کرو۔

حقیقتِ حسد کسی شخص کی اچھی حالت کا ناگوار گذرنا اور یہ آرزو کرنا کہ یہ اچھی حالت اس کی زائل ہو جائے یہ حسد ہے۔

تشریح حسد کے تین درجے ہیں۔ ایک کیفیتِ انسانیہ ہے، جس میں انسان معذور ہے، ایک اس کے مقتضا پر عمل ہے اس میں انسان مَاْزُوْر یعنی گنہگار ہے۔ ایک اُس کے مقتضا کی مخالفت ہے اس میں انسان مَاْجُور ہے یعنی ثواب پانے والا ہے۔ حسد کا باعث عموماً تکبّر وغرور ہوتا ہے یا عداوت وخباثتِ نفس کہ بلا وجہ خداتعالیٰ کی نعمت میں بخل کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ جس طرح میں کسی کو کچھ نہیں دیتا حق تعالیٰ بھی دوسرے کو کچھ نہ دے۔ البتہ دوسرے کو نعمت میں دیکھ کر حرص کرنا، اور یہ چاہنا کہ اس کے پاس بھی یہ نعمت رہے اور مجھے بھی ایسی ہی نعمت حاصل ہو جائے تو یہ غبطہ اور رشک کہلاتا ہے اور غبطہ شرعاً جائز ہے۔ حسد قلبی مرض ہے اس میں دین کا بھی نقصان ہے اور دنیا کا بھی۔ دین کا نقصان تو یہ ہے کہ اس کے کئے ہوئے نیک اعمال ساقط ہو جاتے ہیں۔ نیکیاں چلی جاتی ہیں اور حق تعالیٰ کے غصّہ کا نشان بن جاتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

Marfat.com

ہیں، حسد نیکیوں کو اس طرح جلا دیتا ہے جس طرح آگ سوکھی لکڑیوں کو جلا دیتی ہے اور دنیا کا نقصان یہ ہے کہ حاسد ہمیشہ رنج وغم میں مبتلا رہتا ہے اور اسی غم میں گھلتا رہتا ہے کہ کسی طرح فلاں شخص کو ذلت و افلاس نصیب ہو۔ اس طرح عذاب آخرت بھی اپنے سر رکھا اور اپنی قناعت و آرام کی زندگی کو رخصت کر کے ہر وقت کی خلش اور دینوی کوفت خریدی اسی کو کسی نے کہا ہے: ؎

حاسد کو ایک دم نہیں راحت جہان میں
رنجِ حسد ہے جان ہے جب تک کہ جان میں

طریق علاج گو بتکلف سہی اس شخص کی خوب تعریف کیا کرو اور اس کے ساتھ خوب احسان وسلوک و تواضع سے پیش آؤ۔

بُخل

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ یعنی اور جو بخل کرتا ہے وہ اپنے آپ سے بخل کرتا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَالْبَخِيْلُ بَعِيْدٌ مِّنَ اللّٰهِ بَعِيْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِيْدٌ مِّنَ

Marfat.com

النَّاسِ قَرِيْبٌ مِّنَ النَّارِ (رواہ الترمذی)

یعنی کنجوس اللہ تعالیٰ سے دُور ہے۔ جنّت سے دُور ہے۔
لوگوں سے دور ہے، دوزخ سے قریب ہے۔

حقیقتِ بخل جس چیز کا خرچ کرنا شرعاً یا مروّتاً ضروری ہو اس میں تنگ دلی کرنا بخل ہے۔

تشریح بخل کے دو درجے ہیں۔ ایک خلاف مقتضائے شریعت ہے اور یہ معصیت ہے اور دوسرا مقتضائے مروّت کے خلاف ہے اور معصیت نہیں ہے، لیکن خلافِ اولیٰ ہے۔ فضیلت تو یہ ہے کہ یہ بخل بھی نہ ہو، نیز جو ضرورتیں اتفاقیہ طور پر پیش آجائیں ان کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس مال کے ذریعے سے آدمی اپنی آبرو کو بچائے وہ بھی صدقہ ہے۔ مثلاً کسی مال دار کو اندیشہ ہو کہ یہ شاعر یا ڈوم یا ہیجڑا یا بہروپیہ تیری ہجو کرے گا اور اگر اس کو کچھ میں دے دوں گا تو اس کا منہ بند ہو جائے گا اور باوجود اس علم کے اگر اس کو کچھ نہ دے تو وہ شخص بخیل سمجھا جائے گا۔ کیوں کہ اس نے اپنی آبرو محفوظ رکھنے کی تدبیر نہ کی اور بدگو کو بدگوئی کا موقع دیا۔ بخل بہت بڑا مرض ہے اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو بخل سے بچاؤ کہ اس نے پہلی اُمتوں کو ہلاک کر دیا۔ پس مسلمان کو شایان نہیں کہ بخل کرے اور جہنّم میں جاوے اور چونکہ بخل درحقیقت

Marfat.com

مال کی محبت ہے اور مال کی محبت دنیا کی طرف متوجہ کر دیتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا علاقہ ضعیف اور کمزور ہو جاتا ہے اور بخیل مرتے وقت حسرت بھری نظروں سے اپنا جمع کیا ہوا محبوب مال دیکھتا اور جبراً وقہراً آخرت کا سفر کرتا ہے، اس لئے کہ اس کو خالق جل جلالہٗ کی ملاقات محبوب نہیں ہوتی اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص مرتے وقت اللہ تعالیٰ کی ملاقات پسند نہ کرے وہ جہنمی ہے۔

طریقِ علاج | مال کی محبت کو دل سے نکالنا بذریعہ کثرتِ یادِ موت کے۔

ریا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

یُرَآءُوْنَ النَّاسَ (الآیہ)

یعنی وہ لوگوں کو دکھلاتے ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَنَّ یَسِیْرَ الرِّیَآءِ شِرْکٌ (رواہ ابن ماجہ)

یعنی بے شک تھوڑی ریا بھی شرک ہے۔

حقیقتِ ریا | اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لوگوں کے نزدیک اپنی قدر ہونے کا قصد کرنا۔

Marfat.com

تشریح ریا کی اصلیت یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اپنی عبادت اور عمل خیر کے ذریعے سے وقعت اور منزلت کا خواہاں ہو اور یہ عبادت کے مقصود کے بالکل خلاف ہے کیوں کہ عبادت سے مقصود حق تعالیٰ کی رضا مندی ہے اور اب چونکہ اس مقصد میں دوسرا شریک ہوگیا کہ رضائے خلق اور حصول منزلت مقصود ہے لہذا اس کا نام شرکِ اصغر ہے۔ نیز آیت کریمہ

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ط

میں مفسرین نے وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ کی تفسیر ریا نہ کرنے سے فرمائی ہے۔

چنانچہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی قدس سرہٗ تفسیر مظہری میں اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں۔ اَىْ لَا يُرَائِىْ بِعَمَلِهٖ وَلَا يَطْلُبُ عَلٰى عَمَلِهٖ اَجْرًا مِّنْ اَحَدٍ غَيْرِهٖ تَعَالٰى جَزَاءً وَّلَا ثَنَاءً

یعنی اپنے عمل کو دکھلاوے کے لیئے نہ کرے اور نہ اپنے عمل پر خدا تعالیٰ کے سوا کسی سے کسی قسم کے بدلے یا تعریف کا طلب گار ہو۔ نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ بندوں کو جزا وسزا اور انعامات فرمائے گا تو ریا کاروں کو حکم دے گا کہ انہیں کے پاس جاؤ جن کے دکھلانے کو تم نمازیں پڑھتے تھے اور عبادتیں کیا کرتے تھے، اپنی عبادتوں کا ثواب اور طاعت کا صلہ بھی انہیں سے لو اور دیکھو

کیا دیتے ہیں ؟

دوسری طویل حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن احکم الحاکمین کی عدالت میں نمازی، عالم اور سخی کی پیشی ہوگی اور تینوں اپنے جہاد فی سبیل اللہ تعلیم وتعلم اور مشغلۂ علم دین اور اپنی خیرات وصدقات کا اظہار کریں گے۔

حکم ہوگا کہ یہ سب اعمال تم نے چونکہ محض دکھلاوے، اور نام آوری کے لیئے اسی غرض سے کئے تھے تاکہ لوگ تمہیں کہیں کہ فلاں شخص نمازی ہے۔ فلاں شخص بڑا عالم ہے، فلاں شخص بڑا سخی ہے، سو یہ باتیں حاصل ہولیں کہ دنیا میں تم کو شہرت حاصل ہوئی اور لوگوں نے تم کو نمازی اور عالم اور سخی کہہ کر پکارا پھر جس مقصود کے لئے اعمال کئے تھے جب وہ حاصل ہو چکا تو اب کیا استحقاق رہا اور یہاں کیا چاہتے ہو۔ لہٰذا جاؤ جہنم میں۔

نیز رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس عمل میں ذرہ برابر بھی ریا ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ قبول نہ فرمائے گا۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو بگوشِ ہوش سنو اور عبرت پکڑو۔

لہٰذا کسی عمل میں نہ اظہار کا قصد کریں نہ اخفاء کا اپنے کام سے کام رکھیں اپنے اختیار سے ہر کام میں رضائے حق کا قصد اور اپنے اختیار سے رضائے خلق کا قصد نہ کریں بلا قصد کے اگر رضائے خلق کا وسوسہ یا خیال آوے تو اس کی مطلق پرواہ نہ کریں اور عمل سے پہلے مراقبہ ومحاسبہ کرتے رہیں کہ اس میں میرا کیا قصد ہے آیا رضائے حق ہے یا رضائے خلق ہے اور نیت کو خالص کر کے عمل کیا کریں۔

طریق علاج حُبِّ جاہ کو دل سے نکالیں، کیوں کہ ریا اسی کا ایک شعبہ

Marfat.com

ہے اور عبادت پوشیدہ کیا کریں، یعنی جو عبادت کہ جماعت سے نہیں ہے اور جس عبادت کا اظہار ضروری ہے اس کے اندر ازالۂ ریا کے لئے ازالۂ حُبّ جاہ کافی ہے۔

اور طریق معالجے کا یہ ہے کہ جس عبادت میں ریا ہو اُس کو کثرت سے کریں، پھر نہ کوئی التفات کرے گا نہ اس کو یہ خیال رہے گا وہ چند روز میں ریا سے عادت پھر عادت سے عبادت اور اخلاص بن جائے گی

عُجب

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ (الآیہ) یعنی جب کہ تم کو تمہارا زیادہ ہونا بھلا معلوم ہوا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَاَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَهَوًى مُتَّبَعٌ وَشُحٌّ مُطَاعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَهِيَ اَشَدُّهُنَّ (رواہ البیہقی)

یعنی رہے مہلکات سو وہ خواہش ہے جس کی پیروی کی جائے اور بخل ہے جس کے موافق عمل کیا جاتے اور آدمی کا اپنے آپ کو اچھا سمجھنا اور یہ سب سے بڑھ کر ہے۔

حقیقتِ عُجب | اپنے کمال کو اپنی طرف نسبت کرنا اور اس کا خوف

Marfat.com

نہ ہو ناکہ شاید سلب ہو جائے۔ یہ عُجب ہے۔

تشریح عُجب کی حقیقت یہ ہے کہ نفس کا ایک خفی کید ہے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ ممتاز ہو کر رہے اور اس میں اس کو مزا آتا ہے سو یہ عُجب ہے اور عُجب ایسی بُری چیز ہے کہ جس وقت کوئی شخص اپنی نظر میں پسندیدہ ہوتا ہے اس وقت اللہ کی نظر میں ناپسندیدہ ہوتا ہے۔

البتہ اگر اللہ کی نعمت پر خوش ہووے اور اس کے چھن جانے کا خوف بھی دل میں رکھے اور اتنا ہی سمجھے کہ یہ نعمت حق تعالیٰ نے فلاں علم یا عمل کے سبب مجھ کو مرحمت فرمادی ہے اور وہ مالک و مختار ہے جس وقت چاہے اس کو مجھ سے لے لے تو یہ خودپسندی اور عُجب نہیں ہے۔ کیوں کہ خودپسند شخص نعمت کا منعم حقیقی کی جانب منسوب کرنا ہی بھول جاتا ہے اور جملہ نعمتوں کو اپنا حق سمجھنے لگتا ہے۔

عُجب میں صرف ایک قید کم ہے یعنی اس میں دوسروں کو چھوٹا سمجھنا نہیں صرف اپنے کو بڑا سمجھنا ہے باقی سب اجزا وہی ہیں جو تکبر کے ہیں

حدیث شریف میں ہے جو شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور اتراتا ہوا چلتا ہے وہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضب ناک ہو گا۔ (مسند احمد)

طریق علاج اس کمال کو عطائے خداوندی سمجھے اور اس کی قدرت کو یاد کر کے ڈرے کہ شاید سلب ہو جاوے دوسرا

Marfat.com

علاج یہ ہے کہ کامل کا اعلیٰ درجہ پیش نظر رکھ کر غور سے اپنی لغزش اور کوتاہی ظاہری و باطنی دیکھے تاکہ اپنی بزرگی اور کمال کا گمان پیدا نہ ہو

تکبّر

ارشادِ خداوندی ہے۔

اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ یعنی تحقیق اپنی بڑائی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اَحَدٌ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ کِبْرٍ (رواہ مسلم) یعنی جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبّر ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

حقیقتِ کبر اپنے آپ کو صفاتِ کمال میں دوسرے سے بڑھ کر سمجھنا۔

تشریح تکبّر کے اقسام بہت ہیں اور اکثر ان میں بہت باریک اور مخفی ہیں کہ کسی کی نظر سوائے شیخ کامل کے وہاں تک نہیں پہنچتی اور اس میں علمائے ظاہر کو بھی کسی محقق کی تقلید کرنی پڑتی ہے تکبّر کا حاصل یہ ہے کہ کسی کمالِ دینی یا دنیوی میں اپنے آپ کو باختیار

Marfat.com

خود دوسرے سے اس طرح افضل سمجھنا کہ اپنے مقابلے میں دوسرے کو حقیر سمجھے تو اس میں دو جز ہوں گے اول اپنے آپ کو بڑا سمجھنا، دوم دوسرے کو حقیر سمجھنا یہ تکبّر کی حقیقت ہے جو حرام اور معصیت ہے اور ایک تکبّر کی صورت ہے کہ اس میں سب اجزا رہیں۔ بجز ایک جزو اختیار کے یعنی بلا اختیار ان اجزاء کا خیال آگیا۔ یہاں تک تو معصیت نہیں لیکن اگر اس کے بعد اس خیال کو باختیار خود اچھا سمجھا یا باوجود اچھا نہ سمجھنے کے باختیار خود اس کو باقی رکھا تو یہ حقیقت کبر کی ہو جائے گی اور معصیت ہوگی اور یہ جو قید لگائی ہے کہ دوسرے کو حقیر سمجھے یہ اس لئے ہے کہ اگر وہ واقعی کوئی بڑائی چھوٹائی کا اس طرح معتقد ہو کہ دوسرے کو ذلیل نہ سمجھے تو وہ تکبّر نہیں ہے جیسا کہ ایک بیس برس کی عمر والا دو برس کے بچے کو سمجھے کہ یہ عمر میں مجھ سے چھوٹا ہے مگر اس کو حقیر نہیں سمجھتا تو یہ کبر نہیں۔ الغرض جو شخص باختیار خود اپنے آپ کو دوسروں سے اچھا سمجھتا ہے اس کا نفس پھول جاتا ہے اور پھر اس کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ مثلاً دوسروں کو نظرِ حقارت سے دیکھنا یا اگر کوئی سلام کرنے میں پیش قدمی نہ کرے تو اس پر غصہ ہونا کوئی اگر تعظیم نہ کرے تو ناراض ہونا کوئی اگر نصیحت کرے، تو ناک بھوں چڑھانا حق بات کے معلوم ہونے کے بعد بھی اس کو نہ ماننا اور عوام الناس کو ایسی نظر سے دیکھنا جس طرح گدھوں کو دیکھتے ہیں۔

تکبّر سے اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے یہ بہت بُرا مرض ہے۔ اور تمام امراض کی جڑ ہے۔ تکبّر ہی سے کفر پیدا ہوتا ہے۔ تکبّر ہی سے

Marfat.com

شیطان گمراہ ہوا۔ اس لئے حدیث میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔
چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تکبّر کرنے والے کا بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔
کبریائی میری چادر ہے پس جو شخص اس میں شریک ہونا چاہے گا میں اس کو قتل کر دوں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے قلب میں رائی کے دانے کے برابر تکبّر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا اور فرمایا کبر سے بچو، کبر ہی وہ گناہ ہے جس نے سب سے پہلے شیطان کو تباہ کیا اور فرمایا دوزخ میں اس قسم کے آتشین صندوق ہیں جن میں متکبروں کو بند کر دیا جائے گا۔

علاجِ کبر اللہ تعالیٰ کی عظمت کو یاد کرے تاکہ اپنے کمالات ہیچ نظر آویں، اور جس شخص سے اپنے کو بہتر سمجھتا ہے اس کے ساتھ تواضع اور تعظیم سے پیش آوے تاکہ اس کا عادی ہو جاوے۔

حقد و کینہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ

یعنی اختیار کرو۔ معاف کر دینے کو اور حکم کرو اچھی بات کا اور منہ موڑ لو جاہلوں سے۔

Marfat.com

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
وَلَا تَبَاغَضُوْا یعنی آپس میں بغض نہ رکھو۔

حقیقتِ کینہ جب غصہ میں بدلہ لینے کی قوت نہیں ہوتی تو اس کے ضبط کرنے سے اس شخص کی طرف سے دل پر ایک قسم کی گرانی کا ہو جانا۔

تشریح کینہ صرف ایک عیب نہیں بلکہ بہت سے گناہوں کا بیج ہے۔ جب غصہ نہیں نکلتا تو اس کا خمار دل میں بھرا رہتا ہے اور بات بڑھتی اور رنجیدگیاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ کینہ یہ ہے کہ اپنے اختیار اور قصد سے کسی کی برائی اور بدخواہی دل میں رکھی جائے اور اس کو ایذا پہنچانے کی تدبیر بھی کرے۔ اگر کسی سے رنج کی کوئی بات پیش آوے اور طبیعت اس سے ملنے کو نہ چاہے تو یہ کینہ نہیں بلکہ انقباضِ طبعی ہے جو گناہ نہیں۔

کینہ کے متعلق حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کینہ پرور بخشا نہیں جاتا، اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے پیر اور جمعرات کو جب بندوں کے نامہ اعمال اللہ کے سامنے پیش ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہر استغفار کرنے والے کی مغفرت کر دیتا ہے، لیکن اہلِ کینہ کی مغفرت نہیں ہوتی۔

نیز فرمایا کہ ان دو آدمیوں کی بخشش نہیں ہوتی جن کے درمیان

Marfat.com

عداوت وکینہ ہو۔ یہاں پر عداوت سے مراد وہ عداوت ہے جس کا مبنیٰ ناحق امور ہوں۔ اسی لیئے اگر کسی مسلمان کو کسی سے دین کے متعلق خدا تعالیٰ کے واسطے دشمنی ہو تو یہ عداوت مستحسن، اور قابل اجر ہے جیساکہ حدیث شریف میں اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ کا امر ہے۔

طریق علاج جس شخص سے کینہ ہو اس شخص کا قصور معاف کر دینا اور اس سے میل جول شروع کر دینا گو بتکلف ہی ہو۔

حُبّ جاہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

یعنی وہ جو دار الآخرت ہے ہم اس کو انہیں لوگوں کے لئے کریں گے، جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ اُودھم مچانا اور انجام کار متقیوں ہی کے لئے ہے۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ اُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِاَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهٖ ۔ (رواہ الترمذی)

یعنی دو بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے گلہ میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اس گلہ کو اتنا تباہ نہیں کرتے جتنا آدمی کی حرص مال پر اور جاہ پر اس کے دین کو تباہ کر دیتی ہے۔

حقیقتِ حُبّ جاہ لوگوں کے دلوں کے مسخر ہونے کی خواہش کرنا تاکہ اس کی تعظیم اور اطاعت کریں

تشریح حُبّ جاہ ایسا مرض ہے کہ اس کا پتہ چلنا مشکل ہے جب کوئی واقعہ پیش آوے اور گرانی ہو تب پتہ چلتا ہے کہ میرے اندر حُبّ جاہ کا مرض ہے۔

یہ محض وہمی اور چھن جانے والا کمال ہے اور چھن جانے والا بھی ایسا کہ جو دوسرے کے خیال کے ساتھ قائم ہے۔ کیونکہ جاہ دوسروں کی نظر میں مُعزّز ہونے کا نام ہے جس کا مدار دوسرے کے خیال پر ہے وہ جب چاہے اپنا خیال بدل دے پس ساری جاہ خاک میں مل جاتی ہے مگر اس کے باوجود طالبِ جاہ خوش ہے کہ آہا لوگ مجھے اچھا کہتے ہیں۔

واضح رہے کہ جاہِ مذموم وہ ہے جو طلب اور خواہش سے حاصل ہو اور یہ وہ بلا ہے جو دین و دنیا دونوں کو مُضر ہے۔ دینی ضرر تو یہ ہے کہ جب آدمی دیکھتا ہے کہ دنیا مجھ پر فدا ہے تو اس میں عجب و کبر پیدا ہو جاتا ہے۔ آخر کار اس عجب و کبر کی وجہ سے برباد ہو جاتا ہے۔ بہت سے لوگ اس میں آ کر ہلاک ہو گئے۔ یہ تو دین کا ضرر ہوا۔

اور دنیا کا ضرر یہ ہے کہ مشہور آدمی کے حاسد بہت پیدا ہو جاتے

Marfat.com

ہیں، پس صاحب جاہ کا دین بھی خطرہ میں رہتا ہے اور دنیوی خطروں کا بھی اندیشہ لگا رہتا ہے۔

ہاں جب حق تعالیٰ کی طرف سے بدون طلب کے جاہ حاصل ہو وہ نعمت ہے، کیوں کہ مال کی طرح انسان جاہ کا بھی بقدرِ ضرورت محتاج ہے تاکہ اس کی وجہ سے مخلوق کے ظلم و تعدی سے محفوظ اور بے خوف ہو کر باطمینانِ قلب عبادت میں مشغول رہ سکے، لہٰذا اتنی طلبِ جاہ میں مضائقہ نہیں

طریقِ علاج یوں سوچے کہ نہ تعظیم و اطاعت کرنے والے رہیں گے اور نہ میں رہوں گا پھر ایسی موہوم اور فانی چیز پر خوش ہونا نادانی ہے۔

حُبِّ دُنیا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ

یعنی اور نہیں ہے زندگانی دُنیا مگر دھوکے کی ٹٹی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ (رواہ مسلم)

یعنی دُنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنّت ہے۔

حقیقتِ دُنیا جس چیز میں فی الحال حظِ نفس ہو اور آخرت میں اس کا

Marfat.com

کوئی نیک ثمرہ مرتب نہ ہو وہ دنیا ہے۔

تشریح ہر چند ہمارے اندر مختلف امراض پائے جاتے ہیں لیکن حسب فرمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصل تمام امراض کی صرف ایک ہی چیز حُبّ دنیا ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حُبُّ الدُّنیَا رَأسُ کُلِّ خَطِیئَۃٍ لیعنی دنیا کی محبت تمام خرابیوں کی جڑ ہے اور جڑ لیعنی اصل مرض ہی لبقیہ امراض کا سبب ہوا کرتی ہے اور اصل کے علاج کرنے سے جملہ امراض خود ہی دفع ہو جائیں گے جس میں حُبّ دنیا ہو گی اس کو آخرت کا اہتمام ہی نہ ہو گا اور جب آخرت کا اہتمام ہی نہ ہو گا تو وہ شخص نہ تو اعمالِ حسنہ کو انجام دے گا اور نہ برائیوں سے بچے گا اور اس کے برعکس جب آخرت کی فکر ہوتی ہے تو جرائم صادر نہیں ہوتے، کیوں کہ حُبّ دنیا میں فکرِ دین کم ہوتی ہے۔ جس درجہ کی حُبّ دنیا ہو گی اُسی درجہ فکرِ دین کم ہو گی، اگر کامل درجہ کی حُبّ دنیا ہو گی تو کامل درجہ کی دین سے بے فکری ہو گی۔ جیسی کہ کفار میں ہے اور مسلمانوں میں جس درجہ کی حُبّ دنیا ہو گی اسی درجہ کی دین سے بے فکری ہو گی۔ مگر یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لینی چاہیے کہ حقیقت میں دنیا مال و دولت زن و فرزند کا نام نہیں بلکہ دنیا کسی ذی اختیار کے ایسے مذموم فعل یا حالت کا نام ہے جو اللہ سے غافل کرا دے خواہ کچھ بھی ہو، اسی کو کہا ہے ؎

چیست دنیا از خدا غافل بُدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

Marfat.com

یعنی دنیا کیا ہے خداتعالیٰ سے غافل ہوجانا نہ کہ مال و اسباب اور چاندی اور اولاد اور بیوی۔

خلاصہ یہ ہے کہ طلب دنیا یعنی دنیا کمانا تو بری نہیں ــــ لیکن حُبِّ دنیا بُری ہے۔ مال مثل پانی کے ہے اور قلب مثل کشتی کے ہے اسی کو کہا ہے ؎

آب در کشتی ہلاک کشتی است
آب اندر زیر کشتی پشتی است

یعنی پانی کشتی کا معین بھی ہے اور اس کو ڈبونے والا بھی ہے اس طرح کہ کشتی سے باہر اور نیچے رہے تو معین اور مددگار ہوتا ہے اور اگر کہیں پانی کشتی کے اندر آجائے تو کشتی کو ڈبو دیتا ہے۔ اسی طرح مال ہے کہ اگر قلب سے باہر صرف ہاتھ میں ہے تو معین ہے اور اگر قلب کے اندر اس کی محبت ہے تو مہلک ہے جیسا کہ کہا ہے ؎

مال را کو بہر دیں باشد حمول
نعم مالٌ صالحٌ گفتش رسول

حدیث شریف میں ہے نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ یعنی نیک آدمی کے لئے مال حلال بہت ہی اچھا ہے چونکہ مومن صالح اس مال میں سے اقارب کو دے گا۔ ضروریاتِ دین میں چندہ دے گا، لوگوں کی مدد کرے گا اور اگر دل میں مال کی محبت ہے تو اوروں کے حقوق دبا دے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب فارس کا خزانہ آیا تو

Marfat.com

آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوَاتِ اور فرمایا اے اللہ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے اندر اس کی رغبت تو پیدا کی گئی ہے تو اس کا تو ازالہ نہیں چاہتے۔ مگر یہ دعا ہے کہ مال تیری محبت میں معین ہو جائے اور وہ دنیا نے مذموم جو آخرت سے غافل کرے اس کی مثال سانپ کی سی ہے جس کا ظاہر تو اچھا ہے اور نقش و نگار سے آراستہ ہے مگر اندر زہر بھرا ہوا ہے اسی کو کہا ہے ؎

زہر ایں مارِ منقش قاتل است
باشد از وے دور ہر کو عاقل است

یعنی زہر اس نقش و نگار سے مزین سانپ قاتل ہے لہٰذا جو بھی عاقل ہے وہ اس سے دور رہے گا۔

اگر بچے کے سامنے سانپ چھوڑ دیں تو وہ اس کی ظاہری خوبصورتی کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور اس کو پکڑ لیتا ہے، چونکہ اس کو یہ خبر نہیں کہ اس کے اندر زہر بھرا ہوا ہے اور اس کا انجام کیا ہوگا؟ ہماری حالت بھی اس بچے کی سی ہے کہ ہم دنیا کی ظاہری آب و تاب نقش و نگار اور رنگ و روپ پر فریفتہ ہیں اور اندر کی خبر نہیں اور یہ بھی تجربہ ہے کہ سانپ جسقدر خوبصورت ہوتا ہے اسی قدر زہریلا ہوتا ہے۔ اسی لیئے حقیقت شناس اس کی طرف رغبت نہیں کرتے دنیا کی حقیقت معلوم نہ ہونے سے لوگ اس پر فریفتہ ہو رہے ہیں اگر اس کی حقیقت معلوم ہو جائے تو سخت نفرت ہو جائے۔ چنانچہ حدیث

شریف میں ہے۔

لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَّا سَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ ۔

یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی قدر مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتے چونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی قدر کچھ بھی نہیں ہے اس لیئے مبغوض شے اپنے دشمنوں کو دیتے ہیں اور حقیقت شناس آدمی ہمیشہ ایسی چیز سے گھبراتا ہے جو خدا تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہو۔

نیز جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو ایک مثال میں بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

وَمَالِیْ وَلِلدُّنْیَا اِنَّمَا مَثَلِیْ مِثْلُ رَاکِبٍ اِسْتَظَلَّ بِشَجَرَۃٍ

یعنی مجھ کو دنیا سے کیا علاقہ ہے میری مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی سوار راستے میں جا رہا ہو ——————— اور کسی درخت کے سائے میں ستانے کیلئے ٹھیر جائے اور ستا کر اپنی راہ لے

طریق علاج موت کو کثرت سے یاد کرتے رہنا اور لذتوں کے لئے منصوبے اور سامان نہ کرنا اور نہ سوچنا۔

یہی وہ مقامات ہیں جو منتہائے سلوک ہیں اُن سے نقد حال مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔ یعنی مرنے سے پہلے اپنے اندر مرنے والوں کے اوصاف پیدا کرو، کے معنیٰ حاصل ہو جاتے ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے

Marfat.com

کہ واصل بحق ہونے اور

وصول الی اللہ کے تین طریقے ہیں

۱۔ اَطْوَلْ
۲۔ اَوْسَطْ
۳ اَقَلّ و اَقْرَبْ

اوّل اطول :

یہ ہے کہ کثرتِ صوم وصلواۃ قرأت قرآن پاک و حج وجہاد وغیرہ کرنا یہ طریق اخیار کا ہے۔

دوم اوسط :

ان امور کے علاوہ مجاہدہ اور ریاضت اخلاق ذمیمہ کے ازالہ اور اخلاقِ حمیدہ کی تحصیل میں مشغول ہونا اور اکثر اسی طریق سے واصل ہوتے ہیں، یہ طریق ابرار کا ہے۔

سوم اقل واقرب :

طریق عشق کہ ریاضتوں اور صحبتِ خلق سے گھراتے ہیں۔صرف ذکر، فکر، شکر اور درود شوق واشتیاق ان کا کام ہوتا ہے اس سے

Marfat.com

واصل بحق ہوتے ہیں۔ اسی طریق سے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب اور تجلیۂ روح میں مشغول ہوتے ہیں اور کشف وکرامات کو بعوض ایک جو کے بھی نہیں خریدتے اور مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا پر مستقیم ہوتے ہیں۔ یہ طریق شطاریہ کا ہے

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے ساتھ انطباق اور مرنے سے پہلے مرنے کی نوعیت یہ ہے کہ موت کے وقت مردے کے یہ احوال ہوتے ہیں توبہ۔ زہد۔ توکل۔ قناعت۔ عزلت، توجہ اِلَی اللہ۔ صبر۔ رضا۔ ذکر مراقبہ جو کہ شطاریہ کا شیوَن ہے۔

توبہ، یعنی ہر فعلِ بد سے نکل جانا جیسا کہ موت کے وقت ہوتا ہے زہد، دنیا و مافیہا کا ترک کرنا، جیسا کہ موت کے وقت ہوتا ہے۔ توکل اسباب ظاہرہ غیر عادیہ کا ترک کرنا جیسا کہ موت کے وقت ہوتا ہے قناعت شہوات کا ترک کرنا جیسا کہ موت کے وقت ہوتا ہے عزلت، خلق سے قطع کرنا جیسا کہ موت کے وقت ہوتا ہے توجہ الی اللہ ماسوی اللہ سے اعراض کرنا جیسا کہ موت کے وقت ہوتا ہے۔ صبر ترک حظوظ کرنا جیسا کہ موت کے وقت ہوتا ہے رضا، رضائے نفس کو ترک کرنا اور رضائے حق پر راضی رہنا اور خدا کے حکم کو تسلیم کرنا۔ جیسا کہ بوقت موت ہوتا ہے، ذکر، ذکر غیر حق کو ترک کرنا اور یادِ حق میں مشغول ہونا جیسا کہ بوقت موت ہوتا ہے۔ مراقبہ، اپنے وقت کے لوٹنے کے خیال کا ترک کرنا جیسا کہ بوقت موت ہوتا ہے۔

یہ ہے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا ہونا کہ جو موت کے وقت حالت

Marfat.com

ہوتی ہے۔ وہ حالتِ حیات میں نقد حال ہو کہ جسم دنیا میں ہو اور روح متوجہ باآخرت ہو اور واصل بحق ہو، مال و دولت ہفت اقلیم کی سلطنت ہاتھوں میں ہو پر دل سب سے فارغ ہو جس کی پہچان یہ ہے کہ ممنوعات و مکروہات شرعیہ سے قولاً و فعلاً و حالاً جوارح و زبان کو بند کرے قلب کو ماسوی اللہ سے فارغ اور اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ کرے بیہودہ مجالس سے پرہیز ہو۔ جو چیز طالب کو یادِ الٰہی سے باز رکھے وہی بیہودہ اور لایعنی ہے۔ باطل لوگوں کی صحبت سے اجتناب کرے جو طالب خدا کا نہیں وہی باطل ہے۔ اے عزیز یہ ہے۔ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کا مصداق جو کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ آپ نے امت سے اس طرح رہنے کو چاہا ہے

علاماتِ رسوخِ اخلاق اخلاق کے رسوخ کی علامت یہ ہے کہ جس وقت جس خلق کا موقع پیش آوے اس وقت بلا التفات، بلا اختیار تدبیر فوراً یا ادنیٰ تدبیر سے اس خلق کا بامحل استعمال ہو

باب الخواطر

بندہ کے دل پر جو خطاب گزرتا ہے اُسے خاطر کہتے ہیں۔ وہ کبھی خیر ہوتا ہے کبھی شر ہوتا ہے خیر کا دل میں واقع ہونا کبھی من جانب اللہ ہوتا ہے، کبھی من جانب مَلک جس کا نام ملہم ہے اور کبھی من جانب الشیطان اور شر شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، کبھی نفس کی طرف

Marfat.com

سے اور کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو خیر ہوتا ہے وہ اکراماً ہوتا ہے۔ یا الزام حجت کے لئے ہوتا ہے اور جو شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے وہ امتحاناً ہوتا ہے اور محنت میں ڈالنے کیلئے ہوتا ہے۔ ملہم کی طرف سے ہمیشہ خیر ہی وارد ہوتا ہے۔ اس لیئے کہ ملک ملہم مرشد ناصح ہے۔ اس لیئے اس کو ساتھ کیا گیا ہے۔

شیطان کی طرف سے جو خیر ہوتا ہے وہ مکر و استدراج ہوتا ہے صورتاً خیر ہوتا ہے۔ حقیقتاً شر مثلاً کسی اعلیٰ خیر سے روک کر چھوٹی خیر میں مبتلا کرنا اور جو شر ہوتا ہے وہ اغواءً اور استذلالاً (یعنی ذلیل کرنے کیلئے) ہوتا ہے۔

نفس کی طرف سے جو شر ہوتا ہے تعسفاً (یعنی بے راہ چلانے کے لئے) ہوتا ہے اور تمنّعاً (یعنی راہِ حق سے روکنے کے لئے) ہوتا ہے اور بہت کم خیر ہوتا ہے۔ مثل شیطان کے۔

علاماتِ فرق درمیان شر من جانب اللہ و نفس و شیطان

جو شر اس طرح وارد ہو کہ نہایت مضبوط ہو اور ایک حالت میں جما رہے نفس نہایت شدت سے اس کے کرنے پر بے قرار ہوتا ہو، تدابیر دفع کی کرتا ہو، مگر کسی طرح دفع نہیں ہوتا وہ شر من جانب اللہ ہے۔ اس کا علاج بغیر اس کے کچھ نہیں کہ حق تعالیٰ کی درگاہ میں اعانت اور توفیق

Marfat.com

طلب کرے اور تضرع اور گریہ وزاری رکھے اور اس قدر شدت نہ ہو مگر ایک حالت پر رہے وہ نفس کی جانب سے ہے اور اگر کسی گناہ کے بعد خطرۂ شر قوت کے ساتھ پیدا ہو تو وہ من جانب اللہ عاصی کی اہانت اور اس گناہ کی ظلمت کی سزا میں ہے اور اگر گناہ کے بعد خطرۂ شر قوت کے ساتھ نہ ہو، اوّل ہی اوّل ہو تب وہ شیطان کی جانب سے ہے، بشرطیکہ ذکر کرنے کی وجہ سے دفع ہو جائے یا کمزور ہو جائے جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ الشَّیْطَانَ جَاثِمٌ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ اِذَا ذَکَرَ اللّٰہَ خَنَسَ وَاِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ کہ شیطان آدم کی اولاد کے قلب پر ٹیک جما کر بیٹھتا ہے، جب اللہ کا ذکر کرتا ہے، تو ہٹ جاتا ہے اور جب اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے تو وسوسے ڈالتا ہے۔

اور اگر وہ شر ذکر کی وجہ سے دفع نہ ہو نہ کمزور ہو تو وہ نفس کی طرف سے ہے۔ جس طرح کہ شیطان کو خطرہ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ ۵۔ یعنی آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے، نفس کی جانب سے تھا جس کا دفعیہ نہ اس کا ذکر کر سکا اور نہ حق تعالیٰ کی تلقین و تذکیر سے ہوا اس کا سبب عبدیت اور عجز کا نہ ہونا تھا۔

نیز مشاہدہ سے محرومی تھی وہ طاعت و عبادت محض جسمانی تعب تھا، قلبی مشاہدہ نہ تھا کیوں کہ بعد مشاہدہ حجت کا پیش کرنا نہیں ہوتا

Marfat.com

بلکہ تعمیل میں تسلیم و رضا ہوتی ہے یہ کیف و لِمَ مشاہدے سے قبل ہی ہوا کرتے ہیں۔ علاماتِ فرق درمیان خیر من جانب اللہ تعالیٰ و ملک ملہم، جو خیر۔ قوت اور صمیم قلب کے ساتھ وارد ہو کہ اس پر بلا عمل کئے چین نہیں آتا یا وہ خیر مجاہدہ اور طاعت کے بعد ہو یا وہ خیر اصول اور اعمال باطنہ میں سے ہو تو وہ من جانب اللہ ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنی اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے قرب و ثواب یعنی جنت کے رستے ضرور دکھاویں گے) یہ آیت کریمہ اس پر دلیل ہے اور اگر ایسی قوت و حالت نہ ہو یا بدون مجاہدہ ابتداءً ہو یا فروعِ اعمال ظاہرہ کے متعلق ہو تو وہ خیر من جانب ملہم ہے علاماتِ فرق درمیان خطرۂ خیر من جانب اللہ تعالیٰ و من جانب الشیطان جو خطرۂ خیر اس طرح وارد ہو کہ اس سے نشاط بلا خوف ہو اور عجلت بلا رکاوٹ ہو اور عمل بلا نظرِ انجام ہو وہ من جانب الشیطان ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ عجلت من جانب الشیطان ہے مگر پانچ مواقع میں نکاح باکرہ ادائے قرض تجہیز میت اطعام مہمان، توبہ از گناہ۔

اور اگر خطرہ خیر کا وارد ہونا اس طرح نہ ہو بلکہ نشاط مع الخوف اور انجام پر نظر ہونے کے ساتھ ہو تو وہ من جانب اللہ تعالیٰ ہے اور من جانب ملک بھی کہا جاتا ہے۔

تنبیہ خوف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس خیر کے پورے طور پر ادا ہونے اور اس کو اس کے حق کے طریق پر ادا

ہونے کا خوف ہو، نیز قبول ہونے نہ ہونے کا احتمال ہو کر خوف ہو انجام پر نظر ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس کے متعلق رشد و خیر اور ثواب آخرت میں دیکھنے اور امید رکھنے پر نظر ہو، دوسرا مطلب اور غرض نہ ہو۔

تنبیہ لمہ ایک فرشتے کا نام ہے جو دائیں جانب ابن آدم کے قلب پر جما بیٹھا ہے اور وسواس ایک شیطان کا نام ہے جو بائیں جانب ابن آدم کے قلب پر جا بیٹھا ہے، جیساکہ حدیث شریف میں ہے۔

اِذَا وُلِدَ لِابْنِ اٰدَمَ مولود قَرَنَ اللّٰہُ مَلَکًا وَقَرَنَ بِہٖ شَیْطَانًا فَالشَّیْطَانُ جَاثِمٌ علیٰ اُذُنِ قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ اَلْاَیْسَرِ وَالْمَلَکُ جَاثِمٌ علیٰ اُذُنِ قَلْبِہٖ اَلْاَیْمَنِ فَہُمَا یَدْعُوَانِہٖ۔

یعنی جب بھی انسان کے کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ایک فرشتہ پیدا فرماتے ہیں اور ایک شیطان بھی، شیطان تو اس کے قلب کی بائیں جانب بیٹھ جاتا ہے اور فرشتہ اس کے قلب کی داہنی جانب پر اور وہ دونوں اس کو اپنی اپنی طرف بلاتے ہیں۔

تنبیہ شیطان کے خطرے اور شر کو دفع کرنے کے لئے معمولی توجہ اور ذکر اور لاحول کا ورد کفایت کرتا ہے، کیوں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطَانِ کَانَ ضَعِیْفًا یعنی واقع میں شیطانی تدبیر لچر ہوتی ہے۔ اصل علاج شیطانی وساوس کا یہ ہے کہ قطعاً اس طرف التفات نہ ہو اور التفات نہ ہونے کی پہچان یہ ہے کہ

Marfat.com

ان وساوس پر مغموم و متفکر نہ ہو، بلکہ وسوسہ سے پہلے جو حال تھا اسی طرح رہے بلکہ وسوسے کا آنا اپنے مومن ہونے پر دلیل سمجھ کر مسرور ہو چنانچہ صحابہ کرامؓ نے جب وساوس کے آنے پر اپنا حال ذکر کیا کہ یا رسول اللہ اب تو ایسے وسوسے آتے ہیں کہ اس سے تو ہمارا جل کر کوئلہ ہو جانا اچھا ہے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ذَالِكَ صَرِیحُ الْاِیْمَانُ یہ کھلی ہوئی ایمان کی دلیل ہے۔

چور وہیں آتا ہے جہاں کچھ ہوتا ہے البتہ ہوائے نفس کے دفع کے واسطے بہت ہی جد و جہد اور اس پر غیظ و قہر کی ضرورت ہے اس لئے ہوائے نفس کے دفع کے تین طریق ہیں۔

اوّل شہوات سے روکنا اس کی خوراک اس کو نہ دی جائے اس کی خواہشات بمقاومت نفس پوری نہ کی جائے جیسے کہ چوپایہ سہ زور کا جب چارہ روک دیا جاتا ہے یا کم کر دیا جاتا ہے، تو نرم پڑ جاتا ہے، اسی طرح خواہشِ نفس بھی آہستہ آہستہ مضمحل ہو کر منقطع ہو جاتی ہے

دوم عبادت کا بوجھ اس پر لادنا، جسطرح گدھا کہ جب اس کو چارہ کی کمی کے ساتھ بوجھ زیادہ لادا جاتا ہے تو پست و تابع اور منقاد ہو جاتا ہے، دولتی نہیں پھینکتا، اسی طرح نفس پر عباداتِ نافعہ کا بوجھ ڈالا جائے تو وہ رام ہو جاتا ہے۔ کشاکشی سے نکل جاتا ہے۔

سوم استعانت باللہ اور تضرّع الی اللہ عزّ وجلّ جیسا کہ فرمایا۔

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ یعنی نفس تو برا ایک

کا بُری ہی بات تبلاتا ہے ۔ بجز اس نفس کے جس پر میرا رب رحم کرے ۔

جب ان تینوں اُمور پر مُواظبت کی جائے گی تو انشاء اللہ تعالیٰ نفسِ شریر منقاد و مطیع ہو جائے گا اور اس کے شر سے مامون و محفوظ رہے گا ، مگر فکر رکھے غافل نہ ہو ، کہیں غافل پا کر غلبہ نہ پالے ۔

تنبیہہ حقیقتِ نفس : انسان کے اندر ایک قوت ہے جس سے کسی چیز کی خواہش ہوتی ہے اسی کا نام نفس ہے ۔ خواہ وہ خواہش خیر ہو یا شر اور یہ نفس تین طرح پر ہے ۔ امّارہ ، لوّامہ ، مطمئنّہ ۔

نفس امّارہ یہ ہے کہ اکثر شر کی خواہش کرے اور نادم بھی نہ ہو اسی درجے کا نام ہوائے نفس ہے ۔

لوّامہ شر کی طرف خواہش کرے اور نادم بھی ہو ۔

مطمئنّہ بیش از بیش خواہش خیر کی کرے ۔ اُس کو مطمئنّہ کہتے ہیں

Marfat.com

تنبیہ

خیال کی قسمیں اور اُن کا حکم

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمّت کے لئے اُن کے خیالات سے تجاوز فرما دیا ہے جن کی وہ اپنے جی سے باتیں کرتے ہیں، جب تک کہ ان کو منہ سے نہ نکالیں ــــــــ یا ان کو عمل میں نہ لاویں دوسری روایت میں ہے کہ ان کے سینوں میں جو وساوس پیدا ہوں

خیال کے مراتب پانچ ہیں: ایک ہاجس۔ دوسرا خاطر۔ تیسرا حدیث النفس۔ چوتھا ہم۔ پانچواں عزم۔

پس جب کوئی بات قلب میں ابتداءً واقع ہوئی اور اس نے نفس میں کوئی حرکت نہیں کی اس کو ہاجس کہتے ہیں۔ پھر اگر اس شخص کو توفیق ہوئی اور اوّل ہی سے اس کو دفع کر دیا تو وہ مابعد کے مراتب کی تحقیق کا محتاج نہ ہوگا اور اگر وہ نفس میں دورہ کرنے لگے یعنی وقوع ابتدائی کے بعد اس کے نفس میں اس کی آمد و رفت ہونے لگے مگر اس کے کرنے نہ کرنے کا کوئی منصوبہ نفس نے نہیں باندھا اس کو خاطر کہا جاتا ہے اور جب نفس کرنے نہ کرنے کا برابر درجے میں منصوبہ باندھنے لگا اور ان سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہوئی اس کو حدیثِ نفس کہتے ہیں سو یہ تین درجے ایسے ہیں کہ ان پر نہ عقاب ہے، اگر یہ شر میں

ہے اور نہ ثواب ہے، اگر خیر میں ہے پھر جب اس فعل کو کر لیا تب اس فعل پر عقاب یا ثواب ہوگا اور ہاجس اور خاطر اور حدیث نفس پر نہ ہوگا — پھر جب نفس میں فعل یا عدم فعل کا منصوبہ ترجیح فعل کے ساتھ ہونے لگا، لیکن وہ ترجیح قوی نہیں ہے، بلکہ مرجوح ہے۔ جیسا کہ وہم ہوتا ہے اس کو ہم کہتے ہیں اس پر ثواب بھی ہوتا ہے اگر وہ خیر میں ہے اور عقاب بھی ہوتا ہے اگر وہ شر میں ہے پھر جب فعل کا رجحان قوی ہو گیا یہاں تک کہ جازم مصمم بن گیا اس کو عزم کہتے ہیں۔ اس پر بھی ثواب ہوتا ہے اگر خیر میں ہے اور عتاب ہوتا ہے، اگر شر میں ہے۔

عَلاماتِ حصُولِ نِسبَت مَعَ اللہ

نسبت کے معنیٰ تعلق کے ہیں اور تعلق دو جانب سے ہوتا ہے۔ یہاں پر نسبت مع اللہ کے معنیٰ یہ ہوں گے، ایک تعلق اللہ تعالیٰ کا بندے کے ساتھ اور ایک تعلق بندے کا اللہ کے ساتھ اور حصولِ نسبت مع اللہ کو حصولِ الی اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بندے کے ساتھ تعلق ہونے کے یہ معنیٰ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا تعلق بندے کے ساتھ رضا کا ہو اور بندے کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے کے یہ معنیٰ ہیں کہ دوامِ طاعت کثرتِ ذکر مع ملکۂ یاد داشت جس کی علامت

یہ ہے کہ طاعات وعبادات کی طرف ایک اضطرابی رغبت ہوتی ہے اور معصیتِ ظاہری و باطنی سے ایسی نفرت ہو جیسے پیشاب پاخانہ سے ہوتی ہے اور اتباعِ سنت کا بکمال اہتمام ہو۔

تنبیہ عبادات میں نماز ایسی اعظم عبادت ہے کہ اگر اس کو پورے اہتمام آداب وشرائط کے ساتھ ادا کیا جائے تو کسی دوسری مستقل ریاضت کی ضرورت نہیں اس میں ذکر شغل مراقبہ اوراد مثل تسبیحات استغفار، درود شریف وغیرہ سب جمع ہے۔ اس میں ذکر کا ہونا۔ کلام پاک کی تلاوت ہے۔ جو جامع اذکار ہے اور شغل بحالت قیام سجدہ کی جگہ نظر کا جمانا بحالت رکوع قدم پر نگاہ رکھنا بحالتِ سجدہ تیرۂ بینی پر نگاہ رکھنا بحالتِ جلسہ وقعدہ گود پر نگاہ جمانا، بحالتِ سلام دائیں بائیں کندھے پر نگاہ رکھنا۔

مراقبہ بحالتِ تحریمہ باستحضارِ نیت اور کل صلواۃ میں اَللّٰہُ نَاظِرِیْ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہے ہیں، خیال رکھنا یہ مقامِ احسان کہلایا جاتا ہے جس کے لئے تمام مجاہدے اور ریاضتیں اختیار کی جاتی ہیں۔ جیسے کہ حدیث شریف میں ہے، جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ مَا الْاِحْسَانُ کہ احسان کیا چیز ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے کیونکہ اگر تو نہیں دیکھ رہا ہے تو اللہ

تعالیٰ تجھ کو دیکھ رہے ہیں۔

غرض نماز کو اس کے آداب و مستحبات اور شروط کے ساتھ ادا کرنے سے راہِ سلوک اور اس کا انتہائی درجہ مقامِ احسان حاصل ہو سکتا ہے اور لطائفِ ستہ کے آثار ظہور کر سکتے ہیں۔

لطائفِ ستہ اور اُن کے آثار

نفسؔ، قلبؔ، رُوحؔ، سِرّؔ، خفیؔ، اَخفیٰؔ، یہ چھ لطیفے ہیں۔ ان کے آثار یہ ہیں۔ نفس یعنی نفسِ مُطمئنہ کی غذا معاصی سے قرار نہ پکڑنا ہے یعنی معاصی سے نفور رہنا ہے۔ قلب کی غذا ذکر ہے۔ رُوح کی غذا حضوری ہے۔ سِر کی غذا انکشافِ حقائق ہے۔ خفی کی غذا شہود و فنا ہے اَخفیٰ کی غذا فناء الفنا ہے۔ (بعض نے اس میں کسی قدر اختلاف کیا ہے) نماز میں ان لطائفِ ستہ کے آثار کے ظہور کی صورت یہ ہے کہ صلوٰۃ سات درجے کی ہے۔ صلوٰۃِ تن، صلوٰۃِ نفس، صلوٰۃِ قلب، صلوٰۃِ روح۔ صلوٰۃِ سِر۔ صلوٰۃِ خفی۔ صلوٰۃ اَخفا۔

- صلوٰۃِ تن، مانع عن المعاصی ہوتی ہے۔
- صلوٰۃِ نفس، مانع عن العلائق ہوتی ہے۔
- صلوٰۃِ قلب، مانع عن الغفلۃ الکثیرہ ہوتی ہے۔
- صلوٰۃِ روح، غیر کے دیکھنے سے مانع ہوتی ہے۔
- صلوٰۃِ سِر، مانع توجہ عن ماسوی اللہ ہوتی ہے۔
- صلوٰۃِ خفی، انسان کو مرتبۂ انابت میں پہنچاتی ہے کہ اس

Marfat.com

سے اس پر حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔

○ صلوٰۃِ اخفیٰ، مشاہدۂ ذاتِ بحت، اور جامعیتِ مقامِ معراج ہوتی ہے۔

شرطِ اجازت شیخ طالب کو جب برابر مجالست و مکاتبت وغیرہ سے مسلسل اصلاح کی طرف باستقلال و استقامت متوجہ پاتا ہے اور وہ اس راہِ سلوک کو طے کرتا ہوا سیر الی اللہ تک پہنچ جاتا ہے تو اس وقت شیخ اس مُرید طالب کو خلافتِ بیعت سے نوازتا ہے

سیرِ سُلوک دو قسم پر ہے
سیر الی اللہ و سیر فی اللہ

سیر الی اللہ یہ ہے کہ امراضِ نفسانیہ جو کہ اخلاقِ رذیلہ ہیں ان سے نفس کا پاک ہونا جس کو تزکیۂ نفس کہتے ہیں جس کا ذکر قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا (یعنی بے شک جس نے نفس کو صاف کیا کامیاب رہا۔) میں ہے اور قلب کا اخلاقِ حمیدہ و فاضلہ سے آراستہ ہونا جس کو تحلیہ و تجلیہ کہتے ہیں ان کا حاصل ہونا جس کو سلوک میں مقامات سے تعبیر کیا جاتا ہے پس جب ان مقامات کے حصول اور تزکیہ نفس میں رُسوخ ہو جاتا ہے اور اس کے ازالہ اور حصول کے طُرق و تدابیر سے واقفیت ہو جاتی ہے اس وقت اس کو سیر الی اللہ پر پہنچنے کے بعد اس طالب کو اجازت دی۔

Marfat.com

جاتی ہے۔

سیر فی اللہ سیر الی اللہ کے بعد قلب کے اندر تزکیہ اور تقویٰ سے ایک خاص جلاء اور نور پیدا ہوتا ہے اور برابر قلب انقطاع ماسوی اللہ کے ساتھ شغل بحق رکھتا ہے تو حق تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال نیز حقائق کونیہ و حقائق اعمال شرعیہ و معاملات ما بین اللہ و بین العبد منکشف ہوتے ہیں۔ اس کو سیر فی اللہ کہتے ہیں اور اس کی کوئی نہایت نہیں کہ حسب استعداد بشغل حق تفرید (کسی چیز کو اپنی طرف منسوب نہ کرنے) وتجرید (دنیاوی اور اخروی اغراض کو ترک کر دینے کے ساتھ) ترقی ہوتی رہتی ہے۔

تنبیہ شیخ مرید کو سیر الی اللہ کے مرتبے پر پہنچنے کے بعد ہی مجاز بیعت کر دیتا ہے اور کبھی سیر فی اللہ کے حصول کا انتظار کرتا ہے۔ یہ مرید کے حال اور شیخ کے ذوق پر منحصر ہے۔

دوسرا شیخ تجویز کرنا اس کی چند صورتیں ہیں۔ شیخ اول کا متبع شرع نہ پانا یعنی بدعت یا اصرار کبیرہ پر دیکھنا یا شیخ اول سے باوجود متشرع، متبع سنت ہونے کے مناسبت کا نہ ہونا یا شیخ اول کا انتقال کر جانا۔ اس تیسری صورت میں بدون بیعت کسی دوسرے شیخ سے صرف اپنی اصلاح کی تکمیل کرانا یا دوسرے شیخ سے بیعت ہونے کے ساتھ اصلاح کیلئے متوجہ ہونا۔

چنانچہ ہمارے حضرت دادا پیر حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ

Marfat.com

مرقدہٗ اول سلسلہ نقشبندیہ سے مجازِ بیعت تھے اُن کا انتقال ہونے کے بعد چونکہ ابھی طبیعت کو سیری نہ ہوئی تھی۔ اس لئے سلسلہ چشتیہ میں حضرت میانجیو نور محمد صاحب جھنجھانوی نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت فرمائی اور حضرت میانجیو صاحبؒ کیطرف سے بھی مجازِ بیعت ہوئے جن کے فیوض و برکات سے آج عرب و عجم فیض یاب ہیں۔

تنبیہ دوسرا شیخ تجویز کرنے پر پہلے شیخ کی شان میں کبھی سوءِ ادبی قولاً فعلاً، غائباً، حاضراً ہرگز نہ کرے اگرچہ شیخ اول متشرّع نہ رہا ہو کہ یہ سخت وبال ہے۔

موانع

یوں تو جتنے بھی معاصی اور تعلقات ماسوی اللہ ہیں سب اس راہِ سلوک کے رہزن ہیں۔ مگر چند ضرراں چیزوں کو بیان کیا جاتا ہے جن سے سالک کو بے حد پرہیز کرنا چاہئے ورنہ تو ساری محنت رائیگاں اور بے کار جائے گی۔

۱۔ ایک مانع مخالفتِ سنت ہے، افسوس اس زمانے میں رسوم و بدعات کی بڑی کثرت ہے اور تصوف بھی انہیں رسوم و بدعات کا نام رہ گیا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یُوْشِكُ اَنْ يَّاتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ (الحدیث رواہ بیہقی) یعنی عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آوے گا کہ نہ باقی رہے

گا اس میں اسلام سے مگر نام ہی نام اور نہ باقی رہے گا قرآن سے مگر صرف خطوط نقوش۔

۲۔ یہ کہ غلطی سے کسی بے شرع پیر سے بیعت کرلی، اب ساری عمر اسی کو نباہتا رہے جب وہ خود واصل نہیں تو اس کو کیسے واصل کرے گا۔

۳۔ یہ کہ لڑکوں اور عورتوں کو دیکھنا یا اُن کے پاس بیٹھنا اٹھنا ہے جواہر غیبی میں لکھا ہے کہ ایک شخص طواف کرتا جاتا تھا اور کہتا تھا۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْکَ یعنی اے اللہ میں تجھ سے تیری پناہ میں آتا ہوں کسی نے اس کا حال دریافت کیا کہنے لگا ایک بار کسی حسین امرد کو نظر شہوت سے دیکھا اسی وقت غیب سے ایک طمانچہ لگا جس سے آنکھ جاتی رہی۔

یوسف بن حسین فرماتے ہیں۔

رَأَیْتُ اٰفَاتَ الصُّوْفِیَۃِ فِیْ صُحْبَۃِ الْاَحْدَاثِ وَمُعَاشَرَۃِ الْاَضْدَادِ وَرِفْقِ النِّسْوَانِ۔

یعنی دیکھا میں نے آفات صوفیہ کو امردوں کے میل جول کرنے اور ناجنسوں سے ملنے میں اور عورتوں سے نرمی برتنے میں شہوت بالنساء سے زیادہ اشد امردوں (یعنی بے ریش) لڑکوں کی شہوت ہے آجکل امردوں کے ساتھ ابتلأ عام ہو رہا ہے۔ یہ فعل حرمت میں سب سے بڑھا ہوا ہے، اسی لئے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ

Marfat.com

بڑا ڈر مجھ کو اپنی اُمّت پر قومِ لوط کے فعل کا ہے۔ (ابن ماجہ)

دوسری حدیث میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سات قسم کے گنہگاروں پر ساتوں آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں یہ لعنت بھی اس کثرت سے ہوتی ہے کہ ملعون کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہوجاتی ہے (ان میں سے اول) اغلام کرنے والا ملعون ہے آپ نے یہ تین بار فرمایا۔ (الحدیث طبرانی)

نیز ایک حدیث میں ہے، اللہ تعالیٰ اس مرد کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے جو کسی مرد سے لواطت کرے (الحدیث)

بعض لوگ ایسے ہیں جو شہوت سے پاک وصاف ہیں، مگر ان میں بھی اکثر نظر کے مرض میں مبتلا ہیں۔ حالانکہ زنا آنکھوں سے بھی ہوتا ہے۔ اس میں بھی بہت کم لوگ احتیاط کرتے ہیں، حالانکہ نظر فعل کا مقدّمہ ہے اور فقہ کا قاعدہ ہے کہ حرام فعل کا مقدمہ بھی حرام ہوتا ہے، خوب اچھی طرح سمجھ لیں۔

۴۔ ایک مانع زبان درازی اور دعویٰ کمالات اور شریعت یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ گستاخی اور بے ادبی ہے، جیسے بعض جاہل پیر کرتے ہیں۔

۵۔ ایک مانع یہ ہے کہ شیخ کی تعلیم کے علاوہ ازخود مجاہدہ کرنا کہ چند روز میں گھبرا کر وہ تھوڑا تعلیم کیا ہوا بھی چھوٹ جاتا ہے، چنانچہ بہت سے لوگوں کو ایسا اتفاق ہوا اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلّم نے فرمایا کہ اعمال میں اتنا اختیار کرو کہ اکتاؤ نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نہیں اُکتاتا جب تک تم نہ اکتا جاؤ۔

۶۔ ایک مانع مجاہدات کے ثمرات میں عجلت اور تقاضہ کرنا ہے کہ اتنے دن مجاہدہ کرتے ہو گئے اب تک کچھ نتیجہ نہیں ہوا پھر اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ یا تو شیخ سے بداعتقاد ہو جاتا ہے۔ یا مجاہدہ کو ترک کر دیتا ہے طالب کو سمجھنا چاہیے کہ کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو دفعتہً حاصل ہو جاتی ہو، دیکھو یہی شخص خود کسی وقت بچہ تھا کتنے دنوں میں جوان ہوا پہلے جاہل تھا، کتنے دنوں میں عالم ہوا غرض عجلت و تقاضہ اپنے شیخ پر فرمائش ہے جو بہت مضر ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر ایسا شخص اپنے رہبر پر قناعت نہیں رکھتا۔ ہر کس و ناکس سے چارہ جوئی کرتا ہے اور پھر ہرجائی ہونے کی وجہ سے اس کے اُوپر سے شیخ کی عنایت و لُطف بھی جاتا رہتا ہے اور پھر مزید برآں یہ کہ جس چیز کو جلدی چاہتا ہے اس کا حصول اختیار سے خارج ہوتا ہے اس سے اور بھی پریشانی بڑھتی ہے غرض ظاہراً و باطناً ہر طرح سے برائی ہی برائی ہاتھ آتی ہے۔

۷۔ ایک مانع شیخ سے محبت وعقیدت میں فتور ڈالنا یا اس سے بھی بڑھ کر شیخ کا رنجیدہ کرنا اور اس کو ایذا پہنچانا ہے کہ اس سے مناسبت باقی نہیں رہتی اور بدوں مناسبت کے طالب کو نفع نہیں ہو سکتا اور مناسبت شیخ کے یہ معنی ہیں کہ شیخ سے مُرید کو اس قدر موانست وعقیدت ہو جائے کہ شیخ کے کسی قول وفعل

وحال سے مُرید کے دل میں طبعی نکیر نہ پیدا ہو گو یہ عقیدت عقلی ہی ہے یعنی شیخ کی سب باتیں مُرید کو پسند ہوں اور یہی مناسبت بیعت کی شرط ہے لہٰذا اس کا بہت اہتمام چاہیے اس کی سخت ضرورت ہے جب تک یہ نہ ہو مجاہدات، ریاضات، مراقبات و مکاشفات سب بیکار ہیں، کوئی نفع نہ ہوگا۔ اگر طبعی مناسبت نہ ہو تو عقلی پیدا کرلی جائے۔ اس پر نفع موقوف ہے، اسی لئے جب تک پوری طرح مناسبت نہ ہو بیعت نہ کرنا چاہیے۔ جب پوری طرح محبت و مناسبت ہو جائے اُس وقت پیر سے بیعت زیادہ نافع ہے۔

فصل در مفاسد اُمورِ غیر اختیاریہ

منجملہ موانع طریق سلوک کے دو امراض خاص ہیں جو اس قدر کثیر الوقوع ہیں کہ شاید ہی کوئی سالک ان میں مبتلا ہونے سے بچا ہو بلکہ بعض اہل علم بھی ان میں مبتلا ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ بعض امور غیر اختیاریہ کی تحصیل کی فکر میں پڑ جاتے ہیں جیسے ذوق و شوق استغراق و لذت، یک سوئی و دفع خطرات و سوزش و انجذاب و عشق طبعی وغیرہ اور ان امور کو ذکر و شغل و مجاہدات کے ثمرات سمجھ جاتے ہیں اور ان کے حاصل نہ ہونے کو حرمان سمجھتے ہیں۔

دوسرا امر یہ ہے کہ بعض امور غیر اختیاریہ کے ازالہ کے اہتمام

Marfat.com

میں لگ جاتے ہیں جیسے قبض ہجومِ خطرات اور دل نہ لگنا یا کسی آدمی یا مال کی طبعی محبّت یا شہوت یا غضب طبعی کا غلبہ یا قلب میں رقت نہ ہونا یا رونا نہ آنا یا کسی دنیوی غم کا غلبہ یا کسی دنیوی خوف کا غلبہ وغیرہ اور ان امور کو طریق کے لیئے مضر اور مقصود سے مانع سمجھتے ہیں اور اُن کے زائل نہ ہونے کو اللہ تعالیٰ سے بُعد کا موجب سمجھتے ہیں یہ ہیں وہ دو امر جن میں عام طور پر اہل سلوک مبتلا ہیں اور امر مشترک ان دونوں امروں میں یہ امر ہے کہ امورِ غیر اختیاریہ کے درپے ہوتے ہیں حاصل کرنے میں یا ازالہ کرنے میں اور امورِ غیر اختیاریہ کے درپے ہونا بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے ان میں سے ایک مَفْسَدَہ یہ ہے اور یہ اعتقادی مفسدہ ہے کہ در پردہ اس میں حق تعالیٰ کے ارشاد لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کی مزاحمت ہے کیوں کہ جب یہ غیر اختیاریہ ہیں تو انسان کی وسعت میں نہ ہوئے اور جس چیز کی تحصیل اختیار میں نہیں اس کا ازالہ بھی اختیار میں نہیں اسی طرح جس چیز کا ازالہ اختیار میں نہیں اس کی تحصیل بھی اختیار میں نہیں پس جب یہ انسان کی وسعت میں نہ ہوئے اور سالک نے ان کی تحصیل یا ازالہ کو موقوف علیہ مقصود کا سمجھا جو کہ مامور بہ ہے اور ظاہر ہے کہ مامور بہ کا موقوف علیہ مامور بہ ہوتا ہے تو اس نے ان امور کی تحصیل یا ازالہ کو مامور بہ سمجھا اور مامور بہ کیلئے وسعت کا شرط ہونا نص سے ثابت ہے اور یہ وسعت میں نہیں تو گویا یہ معتقد ہوا اس امر کا کہ مامور بہ کیلئے وسعت شرط نہیں تو صریح مزاحمت ہوئی ارشاد لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کی اور یہ کتنی بڑی غلطی ہے۔

دوسرا مَفْسَدَہ یہ ہے اور یہ عملی مفسدہ ہے کہ جب یہ امور

اختیاری نہیں تو کوشش کرنے سے نہ حاصل ہوں گے اور نہ زائل ہوں گے اور یہ تحصیل اور ازالہ کے لئے کوشش کرے گا اور جب کامیابی نہ ہوگی تو روز بروز پریشانی ہی بڑھے گی۔ پھر اس پریشانی کے یہ آثار مُحتَمَل ہیں۔

اوّل پریشانی کے تواتر سے کبھی بیمار ہو جاتا ہے پھر بیماری میں بہت سے اوراد و طاعات سے محروم رہ جاتا ہے۔

دوم پریشانی وغم کے غلبہ سے بعض اوقات اخلاق میں تنگی ہو جاتی ہے اور دوسروں کو اس سے اذیت پہنچتی ہے۔

سوم غم و فکر کے غلبہ سے بعض اوقات اہل و عیال و دیگر اہلِ حقوق کے حقوق میں کوتاہی ہونے لگتی ہے اور معصیت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

چہارم کبھی یہ پریشانی اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ مقصود سے مایوس ہو کر خودکشی کر لیتا ہے اور خَسِرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃ کا مصداق بن جاتا ہے۔

پنجم کبھی مایوس ہو کر اعمال و اطاعت کو بے کار سمجھ کر سب چھوڑ بیٹھتا ہے اور بطالت و تعطلِ محض کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔

ششم کبھی شیخ سے بد اعتقاد ہو جاتا ہے کہ مقصود کا راستہ شیخ کو معلوم نہیں۔

ہفتم کبھی حق تعالیٰ سے ناراض ہو جاتا ہے کہ ہم اتنی کوشش اور

Marfat.com

مجاہدہ کر رہے ہیں مگر کامیابی ہی نہیں ہوتی ذرا رحمت نہیں فرماتے بالکل توجہ نہیں ہے خدا جانے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (الآیہ) اور مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا (الحدیث) یہ تمام وعدے کہاں گئے تو نعوذ باللہ نصوص کی صریح تکذیب کرنے لگتا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهُ

Marfat.com

شجرۃ المراد یعنی نقشۂ امورِ تصوّف

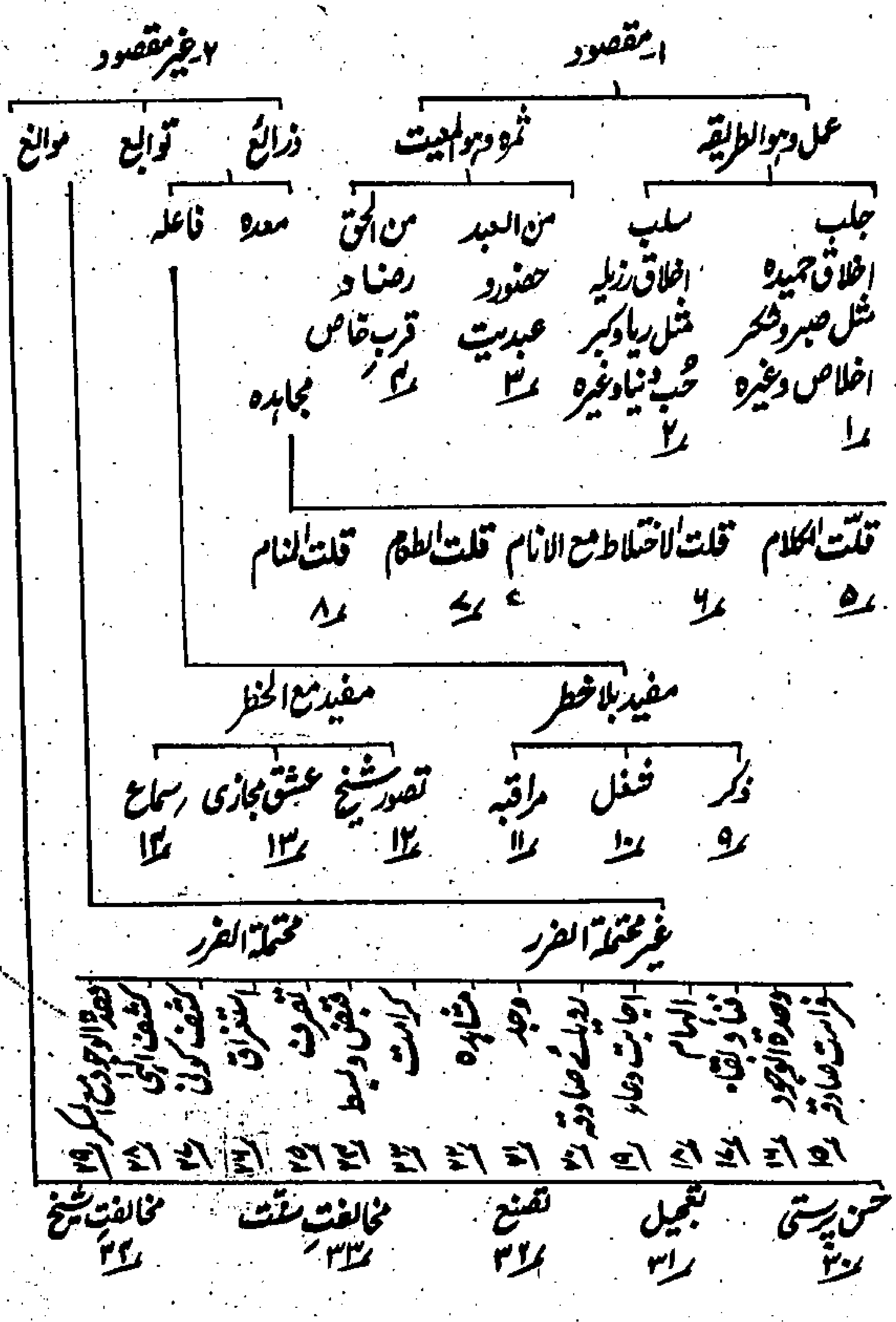

تمت الشجرہ

لطائفِ ستّہ کا بیان

لطائف جمع کا صیغہ ہے۔ اس کا واحد لطیفہ ہے۔ یعنی وہ چیز جسمیں کثافت نہ ہو۔ مُراد ان سے وہ چیزیں ہیں جو مادّی نہ ہوں۔ مادّہ سے مجرّد اور خالی ہوں۔ غیر مادّی قوتیں جن کو انسانی اعضاء سے تعلق ہوتا ہے۔ ان کی تعداد چھ ہے۔ لطیفہ نفس[۱]۔ لطیفہ قلب[۲]۔ لطیفہ روح[۳]۔ لطیفہ سِرّ[۴]۔ لطیفہ خفی[۵]۔ لطیفہ اخفیٰ[۶] محققین اہل فنِ تصوّف نے ان کے محل اور موقعہ بھی متعیّن فرمائے ہیں اور ان کے رنگ والوان بھی بیان فرمائے ہیں اور افعال و آثار بھی۔ چنانچہ کہا ہے کہ لطیفہ نفس کا محل تحت السُرۃ ہے اور اس کا رنگ زرد ہے اور لطیفہ قلب کا محل قلب صنوبری ہے جو بائیں پستان کے دو انگل نیچے ہے اور اس کا رنگ سُرخ ہے اور لطیفہ روح کا محل دائیں پستان کے دو انگل نیچے ہے قلب صنوبری کے محاذی ہے (اسی لئے لطیفہ قلب اور لطیفہ روح دونوں کو ذاکر بنانے کے لیئے دو ضربی ذکر کیا جاتا ہے) اور لطیفہ روح کا رنگ سفید ہے۔ لطیفہ سِرّ کا محل ذقن کے نیچے سینہ کے بیچوں بیچ ہے۔

Marfat.com

اس کا رنگ سبز ہے لطیفہ خفی کا محل دونوں ابروؤں کے درمیان ہے اس کا رنگ نیلگوں ہے۔ لطیفہ اخفیٰ کا محل ام الدماغ ہے جو کہ دماغ میں ایک نقطہ ہے۔ جس کو جوہر دماغ کا مرکز کہا جاتا ہے۔ اس لطیفہ کا رنگ سیاہ ہے جیسے مردمک چشم یہاں اگر کسی صاحب علم کو یہ شبہ ہو کہ لطائف جبکہ مادّی نہیں، مجرّد ہیں تو ان کے لئے الوان ہونا کیسے ثابت ہوا چونکہ الوان کے لئے تجسّم یعنی ذی جسم ہونا لوازم سے ہے۔ پس لطائف جو کہ غیر مادی ہیں ان کے لئے الوان کا ثبوت مشکل ہے۔

سو سمجھنا چاہیے کہ یہ الوان عین لطائف کے نہیں ہیں بلکہ ان لطائف کی تجلیات مثالیہ کے الوان ہیں۔ چونکہ تجلّی مثالی ہر مجرّد اور بے کیف شئے کی ہوسکتی ہے حتیٰ کہ واجب تعالیٰ کی بھی۔ چنانچہ بہت واقعات ہیں کہ لوگوں نے باری تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ حالانکہ اس عالم میں مرئی یعنی جس کو دیکھا جائے اس کے لیئے تجسّم، جسم والا ہونا نہایت ضروری ہے تو یہ رویت یعنی خواب میں دیکھنا تجلّیِ مثالی ہی پر محمول ہے۔ جیسا کہ بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو کسی خاص شکل میں دیکھا ہے۔

سو حقیقت یہ ہے کہ واجب تعالیٰ شانہ کی مِثل تو مُمتنع ہے چنانچہ ارشاد ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ لیکن مَثَل و مِثال کا اثبات ممتنع نہیں جیسا کہ ارشادِ ربّانی و نصِ قرآنی ہے مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ وَلَہُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی تو مَثَل کا ہونا حق تعالیٰ کے لئے صراحتہً مذکور ہے اور مثال اس کا مرادف ہے۔

Marfat.com

دونوں لفظوں کا صیغہ و شکل مختلف ہے مگر متحد المعنیٰ ہیں۔ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں معلوم ہوا واجب تعالیٰ کے لئے مِثل تو ثابت نہیں لیکن مَثَل اور مثال ثابت ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ مِثل کا اطلاق مشارک فی النوع پر ہوا کرتا ہے اور واجب تعالیٰ کے لئے کوئی نوع نہیں جس میں کسی کی مشارکت ہوسکے اس لئے واجب تعالیٰ کے لئے اثباتِ مِثلیت محال ہے۔ بخلاف مثال کے کہ مثال کا اطلاق مشارک فی الوصف پر ہوتا ہے اور وصف کلی مشکک ہے جس میں افراد مختلف اور متفاوت ہوتے ہیں ان میں کمی بیشی کا تحقق ہوتا ہے۔ پس واجب تعالیٰ میں جو وصف اشدیت و اکملیت کے ساتھ ہوتا ہے وہ مخلوق میں اضعفیت اور انقصیت کے ساتھ ہوتا ہے مثلاً حق تعالیٰ کے لئے بھی سمع و بصر ہے اور مخلوق کے لئے بھی۔ تو مخلوق وصف سمع و بصر میں حق تعالیٰ کی مثال ہے کہ واجب تعالیٰ کا سمع و بصر اقویٰ و اعلیٰ ہے اور مخلوق کا سمع و بصر اضعف و ادنیٰ ہے۔ لیکن مطلق وصف میں تو مشارکت ہوگئی اس سے حدیث شریف خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ کے معنیٰ سمجھ لیجئے کہ صورت کے معنیٰ یہی مثال ہے مطلب یہ ہوا کہ خلق اللّٰہ آدم علٰی مثالہٖ۔ اس لیے سمع و بصر وجہ وغیرہ آدم مخلوق ممکن اور واجب تعالیٰ میں مشترک ہیں اسی لیے آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے وَجہ پر مارنے سے منع فرمایا ہے تو حدیث میں صورت کے لفظ سے شکل مراد نہیں بلکہ ظہور و مثال ہے جیسے محاورہ میں کہا جاتا ہے کہ صورتِ مسئلہ اسطرح ہے یعنی اس کی وضاحت، ظہور و بیان یہ ہے۔

Marfat.com

غرض لطائف کی تجلیات مثالیہ کے الوان گویا لطائف کے الوان ہیں
تجلیِ مثالی کی حقیقت یہ ہے کہ ذی مثال کے مشابہ ایک ایسی شی ظاہر ہو
جس سے کسی قدر زائد وضاحت کے ساتھ ذی مثال کا تصور ہو جائے مثال
اور ذی مثال میں تمام وجوہ کے ساتھ تشابہ ضروری نہیں جیسے زیدٌ کالاسد
کہ زید شیر کے مثل ہے۔ اس سے مقصود صرف وصف شجاعت میں
دونوں کا شریک ہونا بتلانا ہے۔ اس کے سوا اور کچھ مقصود نہیں۔ اور یہ
بھی ظاہر ہے کہ وصف شجاعت ایک کلی مشکک ہے۔
شیر میں یہ وصف بہت زیادہ پایا جاتا ہے اور زید میں بہت کم ہے
اسی طرح جب باری تعالیٰ کو کسی شکل میں دیکھا جائے تو مثال تو حادث ہوتی
ہے لیکن ذی مثال، واجب تعالیٰ قدیم ہے۔ لہٰذا تجلیِ مثالی بعض خاص
اوصاف کے اعتبار سے ہے۔ قِدَم وحدوث کے اعتبار سے نہیں اور
اس تجلی کے وقت صاحبِ واقعہ کو علم ضروری کے طور پر اس مثال کا مرأت
ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ
میدان قیامت میں حق تعالیٰ متجلی ہوں گے (تجلی فرمائیں گے) لیکن اہلِ
محشر پہچان سے عاجز رہ جائیں گے کیوں کہ حکمتِ ابتلاء سے ان کو اس
تجلی کا تجلیِ مثالی ہونا معلوم نہ ہوگا۔ اس کے بعد دوسری مرتبہ حق تعالیٰ
متجلی ہوں گے تو پہچان لیں گے اور پہچانتے ہی سجدہ میں گر پڑیں گے
یہ دونوں تجلیاں قیامت میں باتفاق امت، مثالی ہوں گی۔ کیوں کہ
موطنِ قیامت تو عالم ناسوت ہی کے اجزاء سے ہے اور عالمِ ناسوت

میں ذات مرئی نہیں ہوتی۔ لہذا یہ تجلیِ مثالی ہوگی۔ البتہ جنت میں جو تجلی ہوگی وہ تمام فرقِ اسلامیہ کے نزدیک ذاتی ہوگی۔ بے کیف ہوگی۔

بہر حال الوانِ لطائف کے ضمن میں یہ بات چلی تھی تو ثابت ہوگیا کہ یہ الوان نفس لطائف کے نہیں بلکہ درحقیقت ان کی تجلیات مثالیہ کے الوان ہیں مجازاً لطائف کے الوان کہے جاتے ہیں لہذا اس طرح الوان کی نسبت لطائف کی طرف ہوتی ہے

افعالِ لطائفِ ستہ

لطائف کی تعداد اور ان کے محال اور الوان بیان ہو چکے اب ان کے افعال بیان کئے جاتے ہیں۔

نفس امارہ، لوامہ، مطمئنہ

اوّل لطیفۂ نفس ہے جس کے تین درجے ہیں نفس امارہ، نفس لوامہ، نفس مطمئنہ۔ نفس کا اصل فعل غفلت ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ نفس کا اصل فعل شہوت ہے چونکہ غفلت اور شہوت میں تلازم ہے۔ غفلت سے شہوت پیدا ہوتی ہے اور شہوت سے غفلت تو نفس کا فعل مجموعہ غفلت و شہوت ہے۔ یہ غفلت و شہوت کلی مشکک ہے اس لیے اس کے افراد شدت و ضعف میں مختلف ہیں۔ نفس کی اصلاح مجاہدات و طاعات سے ہوتی ہے یعنی ریاضت و تقویٰ سے شہوت و غفلت میں کمی ہو جاتی ہے اس کمی کا نام سکون ہے جس کے تین درجے ہیں ۱۔ سکون کامل و تام ۲۔ غیر کامل و غیر تام ۳۔ عدم سکون مطلقاً۔ پہلے درجے میں نفس کا نام مطمئنہ ہے۔ دوسرے درجے میں اس کا نام لوامہ ہے تیسرے درجہ میں اس کا نام

Marfat.com

امارہ بالسوء ہے اس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ نفس مجاہدہ اور ریاضت اور زہد و طاعت، ورع و تقویٰ میں انسان کی مقاومت کرتا ہے۔

اسی طرح مقابلہ کرتے کرتے اگر نفس مغلوب ہو گیا اور اس میں بالکل شانِ اطاعت پیدا ہو گئی تو نفس مطمئنہ کہلاتا ہے کیوں کہ یہ حالت اطمینان کی ہے۔ صدور شر سے اطمینان ہو گیا اور اگر بالکل مغلوب نہیں ہوا۔ بلکہ کبھی غالب، کبھی مطیع کبھی مطاع ہوتا ہے تو اس حالت میں نفس لوّامہ کہلاتا ہے کیوں کہ اس حالت اور اس درجہ میں نفس افعال شنیعہ کے ارتکاب سے نادم بھی ہوتا ہے اور اپنے آپ کو ملامت بھی کرتا ہے اور اگر نفس اس مقابلہ و مقاومت میں ہمیشہ غالب اور مطاع ہی رہتا ہے تو اس حالت میں امارہ بالسوء کہلاتا ہے کیوں کہ ہمیشہ سوء اور قباحت و شناعت کی راہ میں مبتلا رہتا ہے۔ یہ نفس کے تین درجے ہوئے۔

انتباہ نفس مطمئنہ امور خیر میں مزاحمت و مقاومت تو نہیں کرتا مگر اس کو وساوس و خطرات پیش آجاتے ہیں جس سے انسان کی ترقی اور اس کے کمال میں ازدیاد ہوتا ہے۔ جیسے شائستہ تعلیم یافتہ گھوڑا کبھی کبھی شوخی کرتا ہے لیکن سوار کے اشارہ ہی سے درست ہو جاتا ہے اسی طرح نفس مطمئنہ۔ وساوس و خطرات کے درجہ میں کبھی کبھی خفیف و ضعیف مقاومت کرتا ہے لیکن سالک کے اشارہ پر درست ہو جاتا ہے تو چونکہ نفس مقاومت کو کالعدم قرار دیا ہے اور اس حالت کو سکون تام سے تعبیر کیا گیا ہے یہ لطیفہ نفس کے فعل کا حال بیان کیا گیا ہے۔

Marfat.com

اب لطائف خمسہ باقیہ کا فعل جو سب میں مشترک ہے بیان ہوتا ہے وہ فعل مقصود حقیقی کی طرف توجہ اور اس کا تصور ہے اسی تصور کو ذکر، یاد، دھیان وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے تو ان لطائف خمسہ کے فعلِ تصوّر کی اصل حقیقت اس قدر ہے کہ نفسِ ذات باری تعالیٰ کا تصورِ ذہنی اور ذکر مفرد کیا جائے اور لفظ اللہ کے کیلئے کوئی محمول یا خبر کا ثابت ہونا جیسے اللہ قادر، اللہ علیم، اللہ سمیع، اللہ بصیر، وغیرہ کہنا اصلِ ذکر کے تحقق کے لئے لازم نہیں۔ بس لفظ اللہ ہی کافی ہے۔ کیوں کہ بالاتفاق ایسا ذکر، ایسا تصور جائز ہے۔ دیکھئے باتفاق علماء جب ذکر قلبی بغیر محمول وخبر جائز ہے تو ذکر لسانی بھی جائز ہے اور پھر یہ کہ حقیقتہً ذکر لسانی تو ذکر قلبی ہی کی حکایت ہے اور حکایت اگر محکی عنہ کے مطابق ہو تو اسمیں کیا محظور، کیا خرابی ہو سکتی ہے اس کو یوں سمجھو کہ تصوّر کے درجات مختلف ہیں۔

ذکر، حضور، مکاشفہ، شہود، مُعائنہ

مثلاً ۱؎ ایک شخص محبوب ہے جو موجود دحاضر نہ ہو بلکہ غائب اور غیر موجود ہو۔ اس کو یاد کیا جائے ۲؎ وہ محبوب سامنے موجود ہو لیکن مسافت بعیدہ پر ہو جس سے خط وخال اچھی طرح نظر نہ آسکیں اس کا تصور کیا جائے ۳؎ وہ سامنے مسافت قریبہ پر ہو جس سے خط وخال اچھی طرح نظر آسکیں اس کا تصور کیا جائے ۴؎ وہ شخص بالکل قریب موجود ہو اس کے تصوّر و دیدار میں اس قدر محویت ہو جائے کہ فرطِ عشق ومحبت کی وجہ سے اپنی بھی خبر نہ رہے ۵؎ پانچویں

Marfat.com

وہ محویت یہاں تک ترقی کرے کہ بے خبری کی بھی خبر نہ رہے یہ تصور کے پانچ درجات ہیں۔ ان میں چوتھا اور پانچواں درجہ نعاس اور نوم غرق کے مشابہ ہے۔ چوتھا نعاس کے مانند ہے کہ نعاس (اونگھ) میں صاحب نعاس کو یہ علم ہوتا ہے کہ میں نعاس میں ہوں لیکن جسم و دماغ پر ایک نیم شعوری کیفیت چھائی رہتی ہے گو دیگر اشیاء سے لاعلمی ہوتی ہے مگر اس لاعلمی کا علم ہوتا ہے اور پانچواں درجہ بالکل نوم غرق کے مانند ہے کہ صاحب نوم غرق کو اس کا بھی علم نہیں ہوتا کہ میں نوم میں ہوں بس لا یدری کا پورا مصداق ہوتا ہے ورنہ وہ صاحب نوم، غرق نہیں ہوگا۔ کیوں کہ نوم غرق کے خواص و لوازم سے ہے کہ لاعلمی و بے خبری سے بھی لاعلمی و بے خبری ہو۔ جب تمثیل سے اتنی بات سمجھ میں آگئی تو اب تصوف کے پانچوں اصطلاحی درجوں کو سمجھئے۔ صوفیاء کے یہاں درجہ اوّل کا نام ذکر ہے۔ کیونکہ اس میں محض یاد ہے۔ دوسرے درجہ کا نام حضور ہے کیوں کہ اس میں متصوَّر اور مرئی سامنے ہوتا ہے۔ تیسرے درجہ کا نام مکاشفہ ہے کیوں کہ مرئی کے غایت قرب کی وجہ سے حضور تام اور خط و خال کا کامل انکشاف ہوتا ہے چوتھے درجہ کا نام شہود و مشاہدہ ہے کیوں کہ صوفیاء کی اصطلاح میں شہود و مشاہدہ حضور اَتم واکمل کو کہتے ہیں اور اس درجہ میں حضور اتم و اکمل سے غایت شیفتگی و فریفتگی اور حالت دفور، والہانہ اور والعانہ ہوتی ہے اس درجہ کا نام فناء بھی ہے کیوں کہ محویت کی وجہ سے اپنی ہستی کا علم نہیں ہوتا

Marfat.com

پانچویں درجہ کا نام معائنہ ہے معائنہ سے مراد اصطلاحاً وہ حضور و مُعائنہ ہے جو شہود اصطلاحی سے زائد ہوا وراس درجہ میں مُعائنہ شہود اصطلاحی سے زائد ہوتا ہے کیوں کہ لاعلمی سے بھی لاعلمی ہوتی ہے اس وجہ سے اس کا نام فناء الفناء بھی ہے کیوں کہ غایت محویت کی وجہ سے اپنی لاعلمی کا بھی علم نہیں ہوتا۔ اسی کو کسی نے کہا ہے ؎

تو درو گم شو وصال این است وبس ؛ گم شدن گم کن کمال این ست وبس

ہو فنا ذات میں کہ تو نہ رہے ؛ تیری ہستی کا رنگ و بو نہ رہے

تو تصور مقصود حقیقی کے یہ پانچ درجات ہیں۔ ذکر[۱]۔ حضور[۲]۔ مکاشفہ[۳]، شہود و مشاہدہ وفنا[۴] معائنہ[۵] وفناء الفناء۔

اس کے بعد یہ سمجھئے کہ لطیفہ قلب کا فعل ذکر ہے۔ لطیفۂ روح کا فعل حضور، لطیفہ سر کا فعل مکاشفہ۔ لطیفہ خفی کا فعل شہود و مشاہدہ وفناء لطیفۂ اخفیٰ کا فعل معائنہ اور فناء الفناء۔ ان افعال لطائف و درجات تصور کے حاصل ہونے کیلئے حضرات مشائخ کی تعلیم مختلف طُرق سے ہوتی ہے بعض حضرات، طالبین و سالکین کو ذکر کی مخصوص طرز کے ساتھ اس قدر مشق کرنے کو فرماتے ہیں کہ یہ لطائف خمسہ علیحدہ علیحدہ ذاکر ہو جائیں۔ یہ سب افعال ان سے صادر ہونے لگیں اور بعض حضرات، صرف قلب سے ذکر کی مشق کرنے کو فرماتے ہیں۔ جس سے ان سب افعال کا صدور ہونے لگے۔ اس کی بالکل ضرورت نہیں سمجھتے کہ یہ بتایا جائے کہ یہ فعل کس لطیفہ کا ہے۔ کیوں کہ یہ حضرات لطائف کی طرف تفصیلی توجہ کو

Marfat.com

حجاب سمجھتے ہیں۔ حدیث شریف میں بھی قلب کا ذکر وارد ہے فرمایا۔ اِنَّ فِی الجَسَدِ مُضغَۃً اِذا صَلُحَتْ صَلُحَ الجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذا فَسَدَتْ فَسَدَ الجَسَدُ کُلُّہ اَلاَ وَھِیَ القَلْبُ تو ایسے امور میں صرف قلب ہی کا ذکر وارد ہوا ہے۔

اور وہ حضرات جو لطائف کے ساتھ مشغول ہوتے ہیں ان کے نزدیک بھی ان لطائف خمسہ میں باہم اتصال ہے اس لئے صرف ذکر قلب سے بھی بقیہ لطائف میں آثار اور افعال مذکورہ سرایت کرتے جاتے ہیں کیونکہ یہ لطائف آپس میں متعاکس طور پر ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے سے انعکاسی طور پر آثار و افعال کو قبول کرتے ہیں جیسے ایک آئینہ پر آفتاب کی شعاعیں واقع ہوں اس کے مقابلہ میں دوسرا آئینہ ایسی طرح رکھا جائے کہ آفتاب کا عکس اس آئینہ میں اس آئینہ سے منعکس ہو۔ اسی طرح تیسرا پھر چوتھا آئینہ رکھا جائے تو جیسے ایک آئینہ سے دوسرے متصل آئینوں میں نور آفتاب درخشاں ہوتا ہے ایسے ہی ذکر قلبی سے دوسرے لطائف میں بھی آثار مطلوبہ نمایاں ہوتے ہیں۔

حضرات صوفیہ کے نزدیک حدیث شریف میں جس قلب کا ذکر ہے گو اُس سے لطیفۂ قلب مراد نہیں، مضغہ ہی مُراد ہے لیکن یہ حکم اصل میں اس لطیفہ کا ہے جس کو اس مضغہ کے لئے غایت اتصال اور تعلق کی وجہ سے ثابت فرمایا ہے جیسے حالت ادراکیہ کو صورت علمیہ سے تعبیر کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

یہ مضغہ قلب صنوبری جسد ظاہری کا جزو اور مادی شے ہے اور جو قلب لطیفہ ہے وہ اور شے ہے۔ وہ مادی نہیں ہے مجرد ہے اس لطیفہ کا قلب صنوبری سے تعلق افاضہ آثار و انوار کا ہے جیساکہ حکماء بیان کرتے ہیں کہ نفس ناطقہ مجرد ہے جزو بدن نہیں مگر اس کا تعلق بدن سے تصرف و تدبیر کا ہے تو جس طرح لطیفۂ قلب کو بدنِ مادی کے ایک خاص جزو یعنی قلب صنوبری سے تعلق ہے اسی طرح بقیہ لطائفِ اربعہ کو بھی جسم انسانی کے خاص خاص مقامات سے افاضۂ آثار و انوار کا تعلق ہے اسی تعلق کی وجہ سے جب ذاکر لطائف سے ذکر کرنا چاہتا ہے تو ان لطائف کے خاص خاص مقامات جن کو ان لطائف سے تعلق ہے ان کی طرف بھی توجہ کرتا ہے۔ چنانچہ جب لطیفۂ قلب کو ذاکر بنایا جاتا ہے تو قلب صنوبری کی جانب توجہ کی جاتی ہے اسی طرح دوسری لطائف کے ذاکر بنانے میں بھی ان کے محل و مقام کی طرف توجہ کی جاتی ہے البتہ توجہ کے طریقے مختلف ہیں جو عمل کرانے والے کی رائے پر موقوف ہیں وہ جس طریقہ کو مناسب سمجھتا ہے بتا دیتا ہے۔

اس ذکر لطائف کے سلسلہ میں اصل تو ذکر ہی ہے اگرچہ اس کے ساتھ دوسری چیزوں کو بھی بیان کیا جاتا ہے۔ جیسے فکر، شغل مراقبہ، تصور، یہ سب ذکر ہی کے انواع ہیں۔ ذکر ہی کے ذرائع ہیں۔ ذکر ہی کے رسوخ و ملکہ کے طُرُق ہیں۔ ان سب کے مجموعہ کو اہلِ فن اصطلاحاً ذکر کہتے ہیں۔ ذکر سے مراد وہی ذکر ہے جو شرلیعتہ

Marfat.com

میں مذکور، ماثور اور منقول اور معمول بہ اور مقصود ہے اور شغل وغیرہ سے مراد ہیئتِ ذکر ہے گویا کہ وہ ذکر کی علتِ صوریہ ہے۔ یعنی یہ تصور کیا جائے کہ فلاں موقع جو فلاں لطیفہ کا محل ہے۔ مشغولِ ذکر ہے جیسے جارحۂ لسان ذاکر ہے اسی طرح یہ محل بھی ذاکر ہے۔ مثلاً لطیفہ قلب میں لسانی ذکر کے ساتھ یہ تصور کیا جائے کہ قلب صنوبری بھی ذکر کر رہا ہے تو لطائف کے ذکر میں یہ اصطلاحی شغل بھی ہوتا ہے یعنی لطیفوں کے محل کے متعلق یہ تصور کیا جاتا ہے کہ ذکر الٰہی میں یہ محل بھی ہم نوائے لسان ہیں اور اسی شغل کی تقویت اور اس کے کامیاب اور مؤثر بنانے کے لیئے بعضے اور افعال بھی کیئے جاتے ہیں۔ مثلاً کلماتِ ذکر کو سانس سے اوپر اٹھایا جاتا ہے پھر وہاں سے دماغ میں پہنچایا جاتا ہے اور وہاں پہنچا کر سانس روک لیا جاتا ہے اور یہ تصور کیا جاتا ہے کہ اُمّ الدماغ میں سانس بند ہے کیوں کہ تجربے سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ حبسِ دم کو دفع خطرات اور مطلوب کی جانب توجہ قوی ہونے میں زیادہ دخل ہے چنانچہ شکار میں ہدف کو سامنے رکھنے کے لیئے حبسِ دم ضروری سمجھا جاتا ہے اسی طرح ذکر لسانی یا ذکر قلبی میں مشغولی کی جاتی ہے کہ ذکر لسانی کے علاوہ ذکر قلبی بھی ہوتا ہے کہ الفاظِ متخیلہ سے قلب کو ذاکر بنایا جاتا ہے جیسے آیت وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً میں ذکرِ قلبی مراد ہے اور حدیث شریف كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ سے علی الاطلاق ذکر اللہ سے ذکر ہی مستنبط ہوتا ہے کہ بول و غائط و جماع کی حالت میں ذکر لسانی

منفی ومنہی عنہ ہے تواس وقت ذکر قلبی ہی کا صدور ہوگا معلوم ہوا کہ ذکر جس طرح لسانی ہوتا ہے قلبی بھی ہوتا ہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ ذکر قلبی خود ذکر لسانی کی اصل ہے کیوں کہ ذکر قلبی کلام نفسی ہے اور ذکر لسانی کلام لفظی ہے اسی کو یوں کہا ہے اور یہ مسلم ہے کہ ؎

اِنَّ الْکَلَامَ لَفِی الْفُؤَادِ وَاِنَّمَا
جُعِلَ اللِّسَانُ عَلَی الْفُؤَادِ دَلِیْلاً

ترجمہ : کلام درحقیقت دل ہی میں ہوتا ہے اور زبان تواس پر دلالت کرنے والی، بتلانے والی ترجمان ہے۔

چنانچہ شریعت نے بہت سے مواقع پر ذکر قلبی کو معتبر مانا ہے چنانچہ باتفاق امت اَخرسْ (گونگا) کے ایمان کے لئے اقرار باللسان ضروری نہیں صرف توحید و رسالت کا تخیلِ جازم و اعتقادِ کامل و تصدیق تام کافی ہے۔ اسی طرح جو شخص بالقصد والاختیار مضامین کفریہ کو الفاظِ متخیلہ سے قلب میں جاگزیں و مستقر کرے وہ شریعت میں کافر ہے تو معلوم ہوا کہ ذکر جس طرح لسانی ہوتا ہے قلبی بھی ہوتا ہے الفاظِ متخیلہ سے قلب کو ذاکر بنایا جاتا ہے اور ذکر جاگزیں کیا جاتا ہے کہ قلب اللہ کے ذکر سے، اللہ کی یاد سے، اللہ کے خیال سے، اللہ کے تصور سے، اللہ کے دھیان سے غافل نہ ہو۔ دل میں اللہ کی یاد ایسی جم جائے کہ کسی آن اس سے نہ اترے۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللہ۔

حاصل یہ کہ ذکرِ لطائف اصطلاحاً دو چیزوں سے مرکب ہے۔ ذکرِ فکر

Marfat.com

اسی فکر کو شغل سے تعبیر کر دیا جاتا ہے پس ان دونوں کے مجموعہ سے یعنی ذکر کی مزاولت اور فکر کی مواظبت سے لطائف کے محل میں مختلف اور نئے نئے آثار وکوائف محسوس ہوتے ہیں خواہ وہ آثار وکوائف ان محلوں میں پہلے سے موجود ہوں اور احساس وظہور اب ہوا ہو خواہ ان آثار وکوائف کا حدوث ہی اب بعد فکر ہوا ہو اور یہ آثار وکوائف کبھی حرکات کی شکل میں ظہور پذیر ہوتے ہیں اور کبھی اصوات (آوازوں) کے رنگ میں رونما ہوتے ہیں اور یہ اصوات کبھی غیر الفاظ ہوتے ہیں۔ اور کبھی خاص خاص الفاظ محل لطائف میں محسوس ہوتے ہیں اور یہ الفاظ بعض کے نزدیک صرف خیالی ہوتے ہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ خیالی نہیں بلکہ حقیقتاً محل لطائف میں پہلے سے موجود ومحفوظ ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے وَاِن مِّن شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ کہ ہر چیز اس کی حمد کی تسبیح کرتی ہے اور ذکر کرتی ہے۔ چونکہ لطائف کے محل بھی اشیاء ہیں۔ اس لئے وہ بھی آیت شریفہ کے منطوق کے موافق تسبیح میں مشغول ہوں گے اور یہ تسبیحات ہی وہ الفاظ ہیں جو ذاکر کو اب محل لطائف میں محسوس ومسموع ہو رہے ہیں اور کبھی یہ آثار وکوائف الوانِ مختلفہ کے رنگ میں نمایاں ہوتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ذکر کی مزاولت اور فکر وشغل کی مواظبت پر بطریق منع الخلو یہ تینوں قسم کے آثار وکیفیات مرتب ہیں جو فکر کے سرایت کی علامت ہیں۔ ۱ حرکات محل لطائف۔ ۲ استماع الفاظ فی محل لطائف ۳ احساس الوانِ محل لطائف یہ تینوں آثار وکیفیات انتہائی مشق سے پیدا ہوتے ہیں اور سرایتِ ذکر کی علامات سمجھے جاتے ہیں۔

کبھی یہ تینوں آثار مجتمعتہً ذکر وفکر کی مزاولت پر مرتب ہوتے ہیں کبھی ایک یا دو پائے جاتے ہیں لیکن واضح رہے کہ یہ آثار سرایت ذکر کی محض علامات ہیں۔ سرایت ذکر کی حقیقت میں داخل یا اس کے خصائص (ولوازم) میں سے نہیں ہیں۔ ان علامات ثلٰثہ کے ظہور سے ولایت ومقبولیت پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ اصل مقصود تو ذکر وفکر وشغل کی مداومت سے یہ ہے کہ ذہول وغفلت کم ہو اور اکثر اوقات تیقّظ دیاد اور مشاہدۂ جمال وکمال میں بسر ہو۔ ان آثار سے تقویت وتائید کا فائدہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات بعض طبائع کو وساوس وخطرات کا ہجوم ہوتا ہے اور وہ یکسوئی ودفع وساوس کے طالب ہوتے ہیں اس لئے شیخ کامل اس ذکر لطائف کی مشق کراتا ہے تاکہ سکون واطمینان حاصل ہو جائے اور طبیعت سے انتشار ووساوس، تخیل کی پراگندگی دور ہو جائے۔

اس لئے بھی اہل طریق کبھی لفظ اللہ کاغذ پر لکھ کر اس پر نظر جماتے ہیں اور کبھی عمل استکتاب تجویز کرتے ہیں یعنی لفظ اللہ برابر لکھتے چلے جائیں حتیٰ کہ یہ اسم اعظم قلب وذہن میں کما حقہٗ مستقر ومتمکن ہو جائے لیکن یہ سب طریق مقصود بالذات نہیں بلکہ صرف وسیلہ یکسوئی ہیں جو کہ ایک درجہ میں شرعاً بھی مطلوب ہے اس شرعی مطلوبیت کا درجہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ کھانے کے تقاضہ کے وقت نماز سے قبل کھانے سے فراغت حاصل کرنے کا حکم ہے تاکہ یکسوئی ہو جائے اور نماز اعتدال واطمینان سے ادا کی جائے۔ تو کھانے سے فراغت مقصود بالذات نہیں

Marfat.com

بلکہ یکسوئی کا وسیلہ ہے تاکہ نماز اطمینانِ قلب سے ادا ہو سکے۔ اسی طرح لفظ اللہ لکھ کر کاغذ پر اس پر نظر جمانا یا عملِ استکتاب مقصود بالذات نہیں بلکہ وسیلہ یکسوئی ہے مگر عبادت کا مقدمہ ہونے کی وجہ سے ان کا شمار حسنات ہی میں ہے اور یہ موجب اجر و ثواب ہیں جیسے فراغت از طعام بقصد یکسوئی و اطمینان در نماز باعث اجر و ثواب ہے۔ پس یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ یہ کیفیات اگر مقدمہ عبادت نہ بنائی جائیں تو پھر ان کا کچھ اجر نہیں اور مقاصد میں سے تو کسی حال میں ہی نہیں۔ چنانچہ ان الوان وغیرہ کا انکشاف غیر مسلمین تک کو بھی یکسوئی سے حاصل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ مجنونوں کو بھی جیسا کہ کتاب فن طب، شرح اسباب میں صراحتہً مذکور ہے کہ جنون میں کشف ہو جاتا ہے کیوں کہ بعض اوقات مجنون کے تخیلات بھی کسی ایک مرکز پر مجتمع ہو جاتے ہیں۔ نیز اگر کسی شخص کو معصیت کے ارتکاب میں یکسوئی ہو جائے تب بھی اس کو حقائقِ کونیہ کا کشف ہو سکتا ہے بلکہ بعض لوگوں میں فطرۃً کشف سے مناسبت ہوتی ہے ان کو اکتساب یکسوئی کی بھی ضرورت نہیں ہوتی چہ جائیکہ اسلام کی، اسی لئے غیر مسلم اور مسلم عاصی کے لئے ایسے امور کو ایسے کشفیات اور صوری کرامات کو کہانت اور استدراج کہا جاتا ہے۔

سلطان الاذکار غرض انہیں اشغال میں سے ایک شغل ایسا بھی ہے کہ ذاکر تمام اعضاء و جوارح کے متعلق عین ذکر کے وقت یہ اجمالی تصور کرتا ہے کہ یہ سب ذکر کر رہے ہیں۔ ایسے ذکر

Marfat.com

وشغل کو اہلِ فن سلطان الاذکار کہتے ہیں۔ اس سلطان الاذکار سے بھی ایسی ہی حرکات والوان واصوات پیدا ہوجاتی ہیں کبھی چڑیوں کی سی آوازیں سنائی دیتی ہیں کبھی رعد وصاعقہ کی خطرناک گرجیں سنائی دیتی ہیں بعض دفعہ ذاکران آثار کے ہجوم سے خائف وپریشان ہوجاتا ہے ایسے موقعہ پر شیخ کے کلمات تسلی اور الفاظِ تشفی سے ہی کشتی پار ہوتی ہے۔

مکتوبات قدوسیہ میں اس کیفیت کا بہت ذکر ہے۔ شیخ جلال الدین تھانیسری نے اپنے حالات میں ان کیفیات کو بار بار لکھا ہے اور حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کی تشفیات وتسلیات بھی موجود ہیں، انہیں وساوس وخطرات کے دفع ہجوم کے لئے اور سکون جمع خاطر کے لئے حبسِ دم سے بھی کام لیا جاتا ہے کیوں کہ حبس دم سے یکسوئی میں اعانت ہوتی ہے البتہ حبس دم باندازۂ ضبط وتحمل اور بقدر طاقت ہونا چاہیے اور وہ بھی شیخ کی تعلیم پر، ازخود نہیں۔ اس وقت اکثر نے اس کو ترک کر دیا ہے کہ اب قوئ اداتِ عصاب میں تحمل نہیں۔

انتباہ صوفیاء کے ان طرق تعلیمات پر اعتراض نہ ہونا چاہیے چونکہ ان حضراتِ صوفیاءِ محققین کا کوئی اس قسم کا طریق تعلیم خلافِ شرع نہیں ہوتا بلکہ مستند الی الشرع ہی ہوتا ہے کہیں یقیناً کہیں ظناً کہیں احتمالاً۔ اس لئے اس کو خلاف شرع نہیں کہہ سکتے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے۔ اِجْعَلْ بَصَرَکَ حَیْثُ تَسْجُدُ کہ حالتِ قیام صلوٰۃ میں اپنی نظر کو جائے سجدہ پر جمائے رکھو۔ تو یہ حکم جیسے ادب وتعظیم کی رعایت

Marfat.com

کے لئے ہے اسی طرح یہ حکم جمعیتِ خاطر و اطمینانِ قلب اور یکسوئی حاصل کرنے کیلئے بھی ہے اسی سے حضراتِ صوفیاء کرام نے اشغال کی اصل کا اِستنباط فرمایا ہے اور ایسے امورِ ظنیہ میں احتمال بھی کافی ہوتا ہے جو اجتہاد کے انضمام سے راجح بھی ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ اس احتمال سے اس امر کا تو یقین ہو جاتا ہے کہ صوفیاء کا تجویز فرمودہ شغل شریعتِ مُطہّرہ میں بے اصل نہیں۔ جیسے حضرات مجتہدین فقہاء بدون نصوص صریحہ کے بعض احتمالات پر محض ذوق سے احکامِ ظنیہ ظاہرہ کا استنباط فرماتے ہیں۔ اسی طرح یہ حضرات بھی احکامِ ظنیہ باطنہ کا استخراج کرتے ہیں۔ کیوں کہ یہ حضرات بھی فنِ طریقت کے احکامِ باطنہ میں مجتہد ہیں۔

الغرض ذکرِ لطائف و سلطان الاذکار حبسِ دم وغیرہ سے مقصودِ اصلی یہ ہے کہ ذاکر کے دل و دماغ میں ایک راسخ ملکۂ یادداشت پیدا ہو جائے جس کے سبب اکثر اوقات مقصود سے ذہول و غفلت نہ ہو بلکہ ذکر میں مشغول رہے جو کہ مطلوب عند اللہ ہے۔

جس پر لَا یَزَالُ لِسَانُكَ رَطْباً مِّنْ ذِكْرِ اللّٰہِ، اور كُلُّ مُطِيعٍ لِلّٰہِ فَهُوَ ذَاكِرٌ نیز آیت شریفہ صریحہ منصوصہ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰہَ قِيَاماً وَّقُعُوْداً وَّعَلٰى جُنُوبِكُمْ۔ صریح الدلالۃ ہیں اور پھر آیات و احادیث سے کثرتِ ذکر کا حکم ظاہر ہے حتیٰ کہ ارشاد ہے۔ اُذْكُرُوا اللّٰہَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ اسی کثرتِ ذکر کو حضرات صوفیا دوامِ ذکر سے تعبیر فرماتے ہیں۔ پس جب تصریح قوم (صوفیاء) سے معلوم ہو چکا

Marfat.com

کہ تمام اذکار و اشغال سے مقصود اصلی یہ ہے کہ ذاکر کے دل و دماغ میں ایک مستحکم اور راسخ ملکہ یاد داشت پیدا ہو جائے جس میں اکثر اوقات ذہول و غفلت نہ ہو تو اسی ذکر میں قوت و ترقی ہو کر وہ درجات پیدا ہو جاتے ہیں جن کا ذکر کیا جا چکا ہے یعنی ذکر، حضور، مکاشفہ، شہود، مُعائنہ

انتباہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان اشغال و مراقبات وغیرہ تدابیر وطُرق کی ضرورت نہ تھی کیوں کہ وہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے انفاس طیبہ کی برکات اور مصاحبت مُطہرہ کے فیوض سے اپنے قلوب واذہان میں ایسی قوی اور کامل استعداد رکھتے تھے کہ ان امور کو واسطۂ مقصود بنانے کی ان کو ضرورت نہ تھی۔ اعمال ماموربہا ہی ان اشغال کے ثمرات کے لئے ان کو کافی تھے۔ یہی راز ہے کہ یہ علوم مُروّجہ خیر القرون میں مُدوّن نہیں ہوئے۔ جوں جوں خیر القرون سے بُعد ہوتا گیا حل مشکلات اور فتح مُغلقات کے لئے تدوین علوم کی ضرورتوں کا احساس ہوتا گیا جس کو علمائے اُمت نے خیر القرون سے متصل ازمنہ متقاربہ میں باحسن وجوہ انجام کو پہنچا دیا اور چونکہ ضرورتیں مختلف تھیں اس لئے فطرتاً تقسیم عمل کی حاجت ہوئی۔ چنانچہ بعض حضرات نے علم ظاہر کی جانب توجہ مبذول کی اور اس کے مختلف شعبوں میں سے کسی خاص شعبہ کو اپنا مخصوص مرکز توجہات بنا لیا گو اور شعبوں کی جانب بھی بقدر ضرورت متوجہ رہے اور بعض حضرات نے امانتِ باطنی کو سنبھالا اور اس خاص شعبۂ شریعت کو مخصوص توجہات کا مرکز بنایا۔

Marfat.com

اس طرح دونوں جماعتوں نے اُمتِ مرحومہ کو رہین منت فرمایا پس چونکہ ہم ضعیف الاستعداد اور ضعیف العقائد ہیں۔ ہمارے دل و دماغ میں دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس کا حسن و جمال مرکوز اور جما ہوا ہے ۔ حقائق ہم سے مستور ہیں اس لیئے ہم کو وصول الی اللہ کے لئے اور قرب حق کے لئے ان ذرائع اور وسائل خاصّہ کی حاجت ہے اور شدید حاجت ہے اسی لئے کتبِ تصوف کی تدوین ہوئی اور ان میں امراضِ باطنہ، اسباب امراض، طریق تشخیص، معالجات بتمامہا و بکمالہا منضبط و مضبوط اور مبسوط ہیں، لیکن باوجود اس کے سالکین کو سلوک کے مراحل طے کرنے اور اصلاح نفس و تزکیۂ اخلاق میں شیخ کامل کی سخت ضرورت ہے بغیر تعلیمات و تنبیہاتِ شیخ کے وسوسۂ شیطانی سے محفوظ رہنا اور صحیح سالم منزلِ مقصود پر پہنچنا کارے دارد اور عادۃً محال ہے۔ شیخ مختلف اذکار و اشغال وغیرہ میں سے اپنی فطانت اور فہم و فراست اور اپنے تجارب کی بنا پر کہ وہ شیخ کامل اس راہِ سلوک کے اطراف و جوانب کو تعلم الیقین و عین الیقین و حق الیقین طے کر چکا ہوتا ہے تو اب وہ ہر سالک کے مزاج اور خصوصیات کے موافق ذکر و شغل وغیرہ تجویز کرتا ہے جس سالک کو جس طریق سے مناسبت سمجھتا ہے اسی طریق کے ذریعے منزلِ مقصود کی جانب اس کی رہبری کرتا ہے۔ بالکل ایسی مثال ہے کہ طبِ ظاہری میں علاجِ ابدان کے لئے متعدد ادویہ ایک اثر ایک درجہ ایک کیفیت ایک مزاج کی ہوتی ہیں لیکن طبیب حاذق مختلف اصحاب کیلئے خفی مناسبت

کی بناپر علیحدہ علیحدہ دوا تجویز کرتا ہے اس پر اعتماد نہیں کرتا کہ یہ دوائیں خواص میں متحد ہیں اس لئے سب مریضوں کے لئے جو ایک ہی مرض میں مبتلاء ہیں ایک ہی دوا تجویز کردوں تو دیکھئے کتب طبِ ظاہری میں بھی نہایت شرح وبسط کے ساتھ یہ دوائیں موجود ہیں لیکن مریضوں کے لئے اپنے معاملات میں صرف ان کا مطالعہ کافی نہیں سمجھا جاتا بلکہ ضرور ماہر فن طبیب کی تلاش کی جاتی ہے خصوصاً پیچیدہ امراض میں حتیٰ کہ امراض شدیدہ میں تو خود اطباء بھی اپنے معالجات میں اکثر دوسرے اطباء سے مشورہ لیتے ہیں پس جو نسبت مرض جسمانی اور کتب طبیہ اور اطباء میں ہے وہی نسبت سالکین کے امراض روحانیہ ونفسانیہ اور کتب تصوف ومشائخ میں ہے

اصل ضرورت تعلیم شیخ کی ہے بیعت اصل نہیں ہے

لیکن یہ بات ضرور خیال رکھنے کی ہے کہ ضرورت شیخ کی تعلیم کی ہے نہ کہ بیعت کی۔ آج کل تمام دارومدار بیعت پر سمجھا جاتا ہے اور تعلیم کی جانب توجہ نہیں کی جاتی، حالانکہ اصل شئی تعلیم ہے اگر ایک شخص بیعت نہیں ہے لیکن اس کو شیخ کامل تعلیم دیتا ہے اور وہ اخلاص وصدق کے ساتھ اور فکر واہتمام کے ساتھ پورا پورا اتباع کرتا ہے عمل کرتا ہے تو اس کے کامل مکمل ہو جانے میں ذرہ برابر شک وشبہ نہیں۔ بر خلاف اس شخص کے جو کسی قطب الارشاد سے بیعت ہے مگر نہ وہ تعلیم دیتا ہے اور نہ یہ عمل کرتا ہے تو یہ بیعت ہیچ ہے دیکھو کیا کوئی طبیب ظاہر کبھی معالجہ امراض میں مریضوں سے یہ شرط کرتا ہے

Marfat.com

کہ تم میرے شاگرد ہو جاؤ؟ تو اصلاح و تربیت، تہذیب و اخلاق کے لئے بیعت کو شرط قرار دینا کیسا؟ حضراتِ صوفیاء کا مقصود بیعت سے صرف اتنا تھا کہ شیخ و مُرید میں ایک طرح کی مناسبت پیدا ہو جائے جس سے فی الجملہ تعلیم شیخ و تعلّمِ مرید میں سہولت ہو یعنی تعلیم کے لئے بیعت لَوْ لَاہُ لَامْتَنَعَ کے درجہ میں نہیں ہے بلکہ صرف مُصَحّح لِدخولِ الفاء کے درجہ میں ہے مگر ناواقفوں نے عکس کر دیا بلکہ عکس سے بھی زائد کہ بیعت ہی کو مقصود بالذات سمجھتے ہیں چاہیے تو یہ تھا کہ تعلیم شیخ پر پابندی سے عمل کیا جاتا۔ اور شیخ کو اپنے حالات و کیفیات سے مطلع کیا جاتا کیوں کہ اطلاع احوال و کیفیات کو فطری طور پر شیخ کو مُرید کی جانب متوجہ کرنے میں کافی دخل ہے اس لیے کہ اس کو اس سے مسرت ہوتی ہے کہ یہ میری تعلیم پر عمل کرتا ہے اور میری تدابیر کو نگاہِ وقعت سے دیکھتا ہے جیسے طبیب جب اپنے مریض کو متوجہ اور قدر دان پاتا ہے تو زائد متوجہ ہوتا ہے مگر اب بیعت ہی مطمحِ نظر ہو گئی ہے۔ ع ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا۔

دیکھئے استاد شاگرد کا تعلق کس قدر قوی ہوتا ہے؟ بہت قوی ہوتا ہے مگر محتاج بیعت نہیں۔ دکاندار پیروں نے عوام النّاس کو ارادت کے دام میں پھنسانے کے لئے بیعت کی ضرورت کے گیت گائے۔

پس شیخ و مُرید کے اس طرح کے تعلق سے کہ شیخ کی جانب سے تعلیمات کا ہوتا رہنا اور مُرید کو تعلیمات پر کمال اعتماد اور جازم اعتقاد کے ساتھ اتباع اور حالات و کیفیات سے اطلاع بخلوص و صدق ہوتا رہنا نسبت مع اللہ کے حصول کا خاص طریق ہے

انتباہ یوں تو نسبتِ مطلق تعلق مع اللہ ثابت ہے اور ولایت عامہ میں داخل ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ اس پر دلیل ہے لیکن ولایت خاصّہ اور نسبتِ خاصّہ اس تعلق مع اللہ کو کہتے ہیں جس کے لوازم میں سے دو چیزیں نہایت ضروری ہیں اوّل کثرتِ ذکر دوسرے دوامِ طاعت بغیر ان دو چیزوں کی نسبتِ خاصّہ حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس نسبتِ خاصّہ میں سالک کو حق تعالیٰ سے ایسا قوی تعلق ہو جاتا ہے کہ ذہول کمّاً وَ کیفاً نہایت ہی خفیف ہوتا ہے اور یہ صاحبِ نسبت عدمِ نسیان اور عدمِ ذہول میں اور اوامر کے بجالانے اور نواہی سے پرہیز کرنے میں مثل عاشقِ مُولِع کے ہوتا ہے۔

• خلاصہ یہ ہے کہ اس صاحب نسبت کو طبعاً دینِ حق کی مخالفت ایسی گراں اور مکروہ ہوتی ہے جیسے عوام مومنین کو عقلاً جیسا کہ حدیث میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی حلاوت والے کو کفر کی طرف لوٹنے سے ایسی گھبراہٹ ہوتی ہے جیسے آگ میں ڈالے جانے سے گھبراتا ہے (یعنی نفرت و کراہت اور وحشت طبعی ہوتی ہے۔)

ایمان دو قسم پر ہے

تو ایمان دو قسم کا ہوا ایک وہ جو حلاوت کے ساتھ ہو یہ وہی ایمان

ہے جو نسبت خاصہ کے ساتھ ہوتا ہے اور دوسرا وہ جو بدونِ حلاوت ہو یہ وہ ایمان ہے جو نسبت عامہ کے ساتھ ہوتا ہے جس کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری جگہ بیان فرمایا ہے کہ ایمان دو ہیں ایک وہ جس کا حاصل کرنے والا جہنم میں داخل نہ ہوگا اور دوسرا وہ جس کا حاصل کرنے والا جہنم میں (داخل نہ رہے گا) ہمیشہ نہیں رہے گا یہ وہ ہے جو بغیر حلاوت ایمان کے ہے تو اس حلاوت ایمان کی تحصیل کے لئے ہی تمام اذکار واشغال کا طریق اختیار کیا جاتا ہے۔ تمام اذکار واشغال سے غایت مقصود اور غرض اصلی نسبت خاصہ کا اکتساب ہے اور اس نسبت کا اکتساب واجب ہے۔ پس کثرتِ ذکر اور دوامِ طاعت کا وجوب ظاہر ہے ذکر قلیل جو ذکر کثیر کا مُضاد ہے اس کو حق تعالیٰ نے منافقین کی مذمت میں بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہے۔ لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا ۔ معلوم ہوا کہ کثرتِ ذکر مطلوب ہے جس طرح دوامِ طاعت مطلوب ہے۔ پس بندوں کی جانب سے کثرتِ ذکر و دوامِ طاعت ہوتا ہے اور بندوں کے خالق کی جانب سے رَضاء ہوتی ہے تو اس طرح رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کا مصداق ہو جاتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ مرتکب مَعاصی کو نسبت خاصہ مصطلحہ کا حصول نہیں ہوتا الحاصل یہی نسبت وہ قرب ہے جو مامور بالتحصیل ہے اور اس کا طریق صرف اعمالِ صالحہ ہیں جو اختیاری ہیں نہ کہ کیفیات اور حالاتِ غیر اختیاریہ جن کا قرب مذکور میں کچھ دخل نہیں مگر اکثر اصل طریق یعنی اختیاریات کو چھوڑ کر غیر اختیارات کے درپے ہوتے ہیں اور یہ سخت مُضر اور مانع حصولِ نسبت

ہے۔ پس جو قرب افعال اختیاریہ پر مرتب ہوتا ہے وہ وہ قرب ہے جو مامور بالتحصیل ہے مطلق قرب نہیں۔ لہٰذا اعمالِ اختیاریہ، ظاہرہ و باطنہ اخلاقِ فاضلہ بلکہ قربِ مقصود کے لئے شرط ہیں۔

علومِ مکاشفہ ناقابلِ التفات ہیں

پس یہ بات نہایت ضروری اور اہتمام کے ساتھ خیال رکھنے کی ہے اور بہت ہی زیادہ قابل توجہ ہے کہ تصوف سے متعلق جو علوم مکاشفہ ہیں وہ بالکل ناقابلِ التفات ہیں اور کیوں نہ ہوں جب کہ خود کشف و کرامات ہی کو اہلِ فن حیض الرجال سے تعبیر کرتے ہیں۔ پس مقصود فوائد ہیں نہ کہ زوائد۔ اسی لئے میرے شیخ حضرت حکیم الامت مُجدِّدِ ملت محی الطریقت فرمایا کرتے تھے کہ علوم مکاشفہ کے بیان سے مجھے ذرہ برابر بھی حظ نہیں ہوتا۔ میں اس خدمت کو اصل کام اور باعث حظ سمجھتا ہوں کہ کسی طالب و عامل کو کچھ بتا دوں اور وہ اس پر اہتمام سے عمل پیرا ہو۔ باقی اس قسم کی تحقیقات و تدقیقات تو حقیقت میں بیبذہی اور صغرا کی تقریروں کے مترادف ہیں اگر سچ پوچھئے تو ثمرات و برکات کا حصول ان تحقیقات و تدقیقات کے نسیاً منسیاً کر دینے پر موقوف ہے چونکہ ایسی تحقیقات اور تدقیقات حجاب اور مانع ہیں۔

اور فرمایا کہ جس زمانے میں میں کانپور کے مدرسہ جامع العلوم میں مدرسِ اوّل تھا ایک طالب علم نے درخواست کی کہ مجھ کو مثنوی مولانائے روم پڑھا دیجئے۔ میں نے دریافت کیا، کیا آپ تحصیل درسیات سے فارغ ہو چکے ہیں کہا کہ درسیات قریب الختم ہیں۔ کچھ باقی ہیں۔ میں نے

Marfat.com

کہا مولوی صاحب مثنوی کے پڑھنے کے لئے ابھی دو درجے باقی ہیں پہلے درسیات کا اکمال اور پھر ان کا اہمال یعنی محو کرنا اور بھلانا۔ اسی لئے کہا گیا ہے العلم ہو الحجاب الاکبر۔ تو میرے نزدیک علوم مکاشفہ نا قابلِ التفات ہیں ان کو میں مُخلِ مقصود سمجھتا ہوں پس سالک طالب کو یہ بس اور کافی ہے کہ اس طرح سلوک طے کرنے میں منہمک ہو اور یہی مطمح نظر ہو کہ ؎

قدم باید اندر طریقت نہ دم ٭ کہ اصلے ندارد دمِ بے قدم

قال را بگذار مرد حال شو ٭ پیشِ مردِ کاملے پامال شو

کارکن کار بگذر از گفتار ٭ کاندریں راہ کار باید کار

اسی سلسلہ میں ایک ملفوظ السلسبیل لعابر السبیل کے نام سے محفوظ و مطبوع ہے۔ فرماتے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ آج کل ان باتوں کا کہیں تذکرہ نہیں نہ علماء کے یہاں نہ مشائخ کے یہاں بس تصوف کی ایک مبہم صورت بنا رکھی ہے اسی وجہ سے اس کی حقیقت مدت سے مستور چلی آتی تھی مگر الحمد للہ اس وقت ایسی وضاحت ہو گئی کہ کوئی خفا اور التباس کسی قسم کا اس میں باقی نہیں رہا۔ مجھے تو بحمد اللہ کسی مسئلہ تصوف میں مطلق شبہ اور خلجان نہیں ہوتا نہ طالب کی کسی حالت کی حقیقت معلوم کرنے میں نہ اس کی اصلاح کی تدابیر تجویز کرنے میں خواہ کسی کی کیسی ہی الجھی ہوئی حالت ہو میں خیر خواہی سے عرض کرتا ہوں عملاً بقولہ علیہ السلام اَلدِّیْنُ اَلنَّصِیْحَۃُ کہ اس وضوح کو اس زمانہ میں غنیمت سمجھ کر اس کی قدر کرنا چاہیے اور اس سے منتفع ہونا چاہیے ؎

Marfat.com

ہر وقتِ خوش کہ دست دہد مُغتنم شمار ۔۔ کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست
کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت میں اس بیش بہا نعمت کی ناقدری پر بازپرس ہو ابھی وقت ہے کہ خوش نصیبانِ اسلام اس نعمت غیر مُترقبہ سے مالا مال ہوں حضرت قدّس سرّہ العزیز کے اس ارشاد پر کہ مجھے تو بحمد اللہ مسئلہ تصوّف میں مطلق شبہ اور خلجان نہیں ہوتا۔ حضرت کی تصانیف نافع فی التصوّف مسائل السلوک التکشف خود دلیل ہیں اور اس ارشاد پر کہ نہ طالب کی کسی حالت کی حقیقت معلوم کرنے میں نہ اس کی اصلاح کی تدابیر کرنے میں خواہ کسی کی کیسی ہی الجھی ہوئی حالت ہو۔ کتاب تربیت السالک کھلی شہادت ہے۔

خلاصۂ بیان لطائفِ ستّہ

یہ لطائف کے سلسلے میں بیان تھا مگر طویل ہو گیا اس لیے اب خلاصہ کے طور پر لطائف کی تعداد اور ان کے نام اور ان کے محال اور الوان اور افعال لکھے جاتے ہیں۔

لطائف چھ ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ لطیفۂ نفس۔ لطیفۂ قلب لطیفۂ رُوح۔ لطیفۂ سِرّ۔ لطیفۂ خفی۔ لطیفۂ اخفیٰ۔ ان کے محل یہ ہیں۔ لطیفۂ نفس کا محل زیرِ ناف ہے۔ لطیفۂ قلب کا محل، قلب صنوبری ہے جو بائیں پستان کے دو انگل نیچے ہے۔ لطیفۂ رُوح کا محل دائیں پستان کے دو انگل نیچے لطیفۂ قلب کے محاذی ہے۔ لطیفۂ سِرّ کا محل ذقن کے نیچے سینہ کے بیچوں بیچ ہے۔ لطیفۂ خفی کا محل دونوں ابروؤں کے درمیان ہے۔ لطیفۂ

Marfat.com

اخفیٰ کا محل ام الدماغ ہے۔ لطائف کے الوان یہ ہیں۔ لطیفۂ نفس کا لون ورنگ زرد ہے۔ لطیفۂ قلب کا رنگ سرخ ہے۔ لطیفۂ روح کا لون و رنگ سفید ہے۔ لطیفہ سر کا لون سبز ہے لطیفہ خفی کا لون نیلا اور لطیفہ اخفیٰ کا رنگ سیاہ ہے۔

لطائف کے افعال و آثار یہ ہیں۔

لطیفہ نفس کا اصل فعل غفلت وشہوت ہے۔ مقاومت ومخالفت نفس کے ذریعہ انقطاع عن الخلق ہے۔ لطیفۂ قلب کا فعل ذکر ہے لطیفہ روح کا فعل حضور ہے۔ لطیفہ سر کا فعل مکاشفہ ہے۔ لطیفہ خفی کا فعل شہود ومشاہدہ اور فناء ہے لطیفہ اخفیٰ کا فعل معائنہ اور فناء الفنا ہے۔

Marfat.com

ذِکر

ذکر صوفیاء کی اصطلاح میں یہ ہے کہ انسان خدا کی یاد میں تمام غیر خدا کو بھول جاوے اور بحضورِ قلب خدا کا قرب نزدیکی اور معیت حاصل کرے جیساکہ ارشادِ خداوندی بلسانِ جبریل و رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بحدیث قدسی ہے۔

اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَکَرَنِیْ وَتَحَرَّکَتْ بِیْ شَفَتَاہُ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ

کہ جب میرا بندہ مجھ کو یاد کرتا ہے اور میرے نام سے اس کے ہونٹ ہلتے ہیں میں اس کے ساتھ ہو جاتا ہوں اور جو مجھ کو یاد کرتا ہے میں اس کا ہم جلیس ہمنشین ہوں اور ارشادِ ربانی بنص قرآنی ہے۔ سَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا خدا کی صبح شام تسبیح کیا کرو۔ نیز فرمایا۔ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ۔ پس خدا کو یاد کرتے رہو، اٹھتے بیٹھتے، لیٹتے یعنی ہر وقت (کما ہو المحاورۃ) ان آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو ہمہ وقت ذِکر مطلوب ہے۔ اس کی مدح بھی ہے اور فضیلت بھی ہے اور ترغیب بھی ہے

Marfat.com

پس پوری توجّہ سے یادِ الٰہی میں اسطرح منہمک ہو جاوے کہ اپنے نفس سے بالکل بے خبر ہو جاوے۔ یہ ذکر ہے کہ ہولئے نفس سے کچھ نہ کرے کُلُّہٗ مُطِیْعٌ لِلّٰہِ فَھُوَ ذَاکِرٌ کے مطابق ہر عمل میں ذکر کا ظہور ہو۔

اقسامِ ذکر ذکر کی بہت سی قسمیں ہیں لیکن مقصود ذکر سے مطلوب کا حاصل کرنا ہے اس لئے جس ذکر سے یہ فائدہ و مقصود حاصل ہو جاوے وہی ذکر ہے خواہ وہ نماز و روزہ ہو یا ادعیۂ ماثورہ و درود شریف ہوں لیکن یاد رہے کہ مقصود اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کبر سے نہ نکل جائے، ذاکر اپنے کو مٹا نہ دے طالبِ خدا اس کے ذکر میں اس طرح منہمک ہو جاوے کہ اپنے کو اور تمام ماسوی اللہ کو بھول جاوے۔ جب اس طرح ہو جائے گا تو اس پر انوارِ الٰہیہ کی اس قدر تجلیات ہوں گی کہ اس کے حواسِ خمسہ مغلوب اور مستور ہو جائیں گے۔ ذکر و ذاکر دونوں فنا ہو کر صرف مذکور ہی رہ جائے گا اور جو شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ میں اقرار کیا تھا اس کا مصداق ہو کر عین الیقین بلکہ حق الیقین تک ہو جائے گا۔

انتباہ یوں تو ذکر کے اقسام بہت ہیں جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا لیکن چونکہ حدیث شریف میں اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ آیا ہے اس لئے اکثر مشائخ اسی ذکر سے ابتدا کرتے اور اسی کی تعلیم دیتے ہیں۔ اسی میں چار قسمیں نکلتی ہیں

ذکرِ ناسوتی، ملکوتی، جبروتی، لاہوتی اول نفی و اثبات لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ دوسرے اثبات

Marfat.com

الاّ اللہ تیسرے اللہ چوتھے ھُو۔

اور عالم بھی چار ہیں۔

ناسوتی ۔ ملکوتی ۔ جبروتی ۔ لاہوتی

اول ذکر ناسوتی ہے ۔ دوسرا ملکوتی ۔ تیسرا جبروتی ، چوتھا لاہوتی اور وہ ہُو ہُو ہے ۔ یوں بھی (یعنی اس طرح بھی) کہا ہے کہ تیسرا مکرر اللّٰہُ اللّٰہ (اول پیش کے ساتھ دوسرا جزم کے ساتھ) اور چوتھا صرف اسم ذات بسیط غیر مکرر اللّٰہْ (جزم کے ساتھ) ہے ۔

ذکر لسانی کو ناسوتی ۔ ذکر قلبی کو ملکوتی ۔ ذکر روح کو جبروتی ۔ ذکر سِر کو لاہوتی اور یہ بھی ہے کہ ذکر لسانی کو جسمی اور فکر کے ذکر کو نفسی ۔ اور مراقبہ کو ذکر قلبی اور مشاہدہ کو ذکر روحی اور معائنہ کو ذکر سِرّی کہتے ہیں ۔

ذکرِ ناسوتی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے کہ اس میں امور ناسوت ، شہوات و لذات و خواہشات جو ناسوت یعنی عالم دنیا سے متعلق ہیں نفس کو مشغول کرتے ہیں ان سے نفی ہے ان سے نکل جانا اور انقطاع ہویٰ و لذائذ ہو کر ذکر ناسوتی باعثِ حصولِ محبتِ حق ہو اور ذکر ملکوتی اِلَّا اللّٰہ سے حصولِ رضا ہو اور ذکر جبروتی اللّٰہُ اللّٰہُ سے مراقبۂ ذات مع صفات عظمت و احسان و رحمت و شفقت وغیرہ ہو اور ذکر لاہوتی اللّٰہْ سے توجّہ الی الذات البحت مع قطع النظر عن الصفات ہو۔

اشغال ان ہی اذکار کی انواع میں سے اصناف بھی ہیں جو حصولِ مقصود میں خاص تاثیر رکھتے ہیں ان کا نام شغل اور مراقبہ ہے ۔

Marfat.com

شغل یہ ہے کہ آنکھ کھول کر آسمان کی طرف یا اپنے سامنے کسی چیز کو مثلاً لفظِ اَللّٰہ کو دیکھتے ہیں اور پلک بند نہ ہونے کی کوشش کرتے ہیں
شغل کئی طریق پر ہوتا ہے شغل پاس انفاس بلا حبس دم اور بحبس دم شغل جاروب۔ شغل حدادی شغل آرہ۔ شغل سہ پایہ۔ شغل سلطاناً نصیراً۔ شغل سلطاناً محموداً شغل سلطان الاذکار۔ شغل سرمدی۔ شغل بساط۔ شغل قلندری ان میں سے بعض کو ذکر سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

تنبیہ اذکار واشغال اور مراقبات مع حبس دم بہت طریقوں پر ہے جن کا تحمل بوجہ قویٰ واعصاب اور دل و دماغ کے کمزور ہونے کے نہیں ہے اندیشہ ضرر جسمانی و فتور دماغ، جنون و خشکی دماغ ہو کر مختل الحواس ہونے کا ہے اس لیے یہاں ان کا بیان نہیں کیا جاتا۔ بس سادہ اور آسان طریق کے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ذکر اسم ذات اَللّٰہ بلا پیش ہ کے جزم کے ساتھ۔ ہر طالب کو چاہیئے کہ پاسِ انفاس کے ساتھ اسم ذات اللّٰہ کا ورد ایک لاکھ پچیس ہزار مرتبہ روزانہ کر لیا کرے (یہ مرتبہ انتہائی مرتبہ ہے) اگر اس پر قدرت نہ ہو تو چوبیس ہزار مرتبہ کرلے اس میں حکمت یہ ہے کہ آدمی دن رات میں چوبیس ہزار سانس لیتا ہے ہر سانس میں ایک ذکر ہو جائے گا اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم بارہ ہزار بار ضرور کیا کرے یہ ادنیٰ مرتبہ ہے) اس ذکر میں ذکر زبانی یقیناً ذکر قلبی کا وسیلہ ثابت ہو گا اگر بارہ ہزار مرتبہ بھی نہ ہو سکے تو مُرید کو چھ ہزار بار اسم ذات کا ورد کر لینا ہی چاہیئے۔

ذکر نفی و اثبات طریق یہ ہے کہ لَآ اِلٰہ کے لَآ کو ناف سے ذرا طاقت

Marfat.com

سے کھینچ کر لفظ الٰہ کو داہنے بازو تک لیجا کر سر کو پیٹھ کی طرف تھوڑا سا جھکا کر یہ خیال کرے کہ میں نے غیر سے اپنے دل کو پاک کر کے تمام اغیار کو پس پشت ڈال دیا پھر اِلَّا اللّٰہ کی ضرب ذرا زور سے دل پر لگائے یہ دو سو بار کہے اس طرح کہ ہر دس بار یا سانس ٹوٹنے پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے۔

انتباہ لَآ اِلٰہ کہتے وقت مبتدی لا معبود اور متوسط لا مقصود یا لا مطلوب اور منتہی کامل لا موجود کا تصور کرے اور تھوڑی دیر مراقب ہو کر خیال کرے کہ فیوضاتِ الٰہیہ قلب میں ہر وقت حاصل ہوتے رہتے ہیں اور تصور کرے کہ فیضان الٰہی عرش سے میرے سینہ میں آتا ہے خواہ چار زانو بیٹھے یا دو زانو جیسی سہولت و ذوق ہو۔

ذکرِ اثبات مجرّد الا اللہ ہے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ پہلی بار لَآ اِلٰہ کہتے وقت ناف سے کھینچ کر سر کو دائیں شانہ کیطرف لیجا کر اِلَّا اللّٰہ کی ضرب دل پر لگائے اور پھر دل پر ہی بائیں جانب ضرب لگاتا رہے چار سو بار پھر مثل نفی اثبات مُراقبہ کرے۔

ذکرِ اسم ذات دوضربی اَللّٰہُ اَللّٰہ اول ہٗ پیش کے ساتھ اور دوسری ہ، اللہ کی جزم کے ساتھ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں آنکھیں بند کر کے سر داہنے کندھے کی طرف لے جا کر اَللّٰہُ پیش کے ساتھ لطیفہ روح پر ضرب لگائے اور دوسرے لفظ اللّٰہ جزم کے ساتھ سے دل پر ضرب لگائے یہ چھ سو بار ہے پھر اس طرح مراقبہ کرے کہ ہر دس

Marfat.com

یا زائد کے بعد اَللّٰہُ نَاظِرِیْ اَللّٰہُ حَاضِرِیْ، اَللّٰہُ مَعِیْ کہتا رہے تاکہ کیفیت و لذّت اس کی حاصل ہو۔

ذکر اسمِ ذات یک ضربی اس کا طریقہ یہ ہے کہ لفظ اللہ جزم کے ساتھ سر بائیں جانب سے جا کر دل پر ضرب کرے یہ سو بار ہے۔ پھر مراقب ہو کر اس طرح کہے۔ اَللّٰہُ نَاظِرِیْ۔ (اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔) اَللّٰہُ حَاضِرِیْ۔ (اللہ میرے پاس ہے۔) اَللّٰہُ مَعِیْ (اللہ میرے ساتھ ہے) اور معنی کا خیال کرے۔

انتباہ ذکر نفی و اثبات لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں اس قدر مشغول ہو کر سوائے ذکر کچھ نہ رہے۔ کوئی سانس بغیر ذکر نہ نکلے۔ جب اس حالت کو سالک پہنچ گیا تو عالم مادّیت، عالم اجسام سے تجاوز کر کے مرتبہ لطیفہ پر پہنچ جائے اور اب بجز الا اللہ کے اثبات کے تمام کی نفی ہو جاتی ہے اب یہ مرتبہ نفس سے نکل کر لطیفۂ قلب کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے چونکہ یہ ذکر اِلَّا اللّٰہ دل کا ذکر ہے اس لیے اب اِلَّا اللّٰہ کا تصور بحضور قلب چاہیے کہ اپنی ذات و صفات کو اللہ کی ذات و صفات کے ساتھ ربط ہو جاوے۔ جب سالک اس مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے تو مرتبۂ دل سے گزر کر مرتبۂ رُوح پر پہنچ جاتا ہے اور رُوح کا ذکر اسمِ ذات اللہ کا ذکر ہے اس واسطے اس ذکرِ اسمِ ذات میں اسطرح انہماک ہو کہ الف لام جو اللہ پر داخل ہے باقی نہ رہے صرف ھو رہ جائے۔ اس مرتبہ پر پہنچنے سے سالک سراپا ذکر ہو جائے گا اور روح سے ترقی کر کے مرتبہ سِرّ پر پہنچ جائے گا اور مقام فناء الفناء پر فائز ہو جائے گا۔ اب سالک کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا تعلق

Marfat.com

ہوجاتا ہے کہ اب وہ مصداق حدیث شریف بی یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ ہوگا
کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اب وہ میرے ساتھ سنتا ہے میرے ہی ساتھ
دیکھتا ہے وَبِیْ یَبْطِشُ میرے ہی ساتھ پکڑتا ہے وَبِیْ یَمْشِیْ میرے ہی
ساتھ چلتا ہے یعنی اس کا ہر حرکت و سکون خدا کی مرضی کے مطابق وجود میں
آتا ہے۔ (دیکھنے میں بشر ہے لیکن بے شر ہے۔ سراپا نور ہے) اب اس
کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی خوب معرفت ہوجائے گی۔ عبدیتِ کاملہ حاصل ہوجائے
گی۔ عبدیت میں درجہ کمال اور بصرف ہمت عبادت میں مشغول ہوگا۔ حفظِ
مراتب اور احکامِ شریعت کا امراً و نہیاً امتثال کرے گا۔

ذکر جلی و خفی

ذکرِ لسانی کو جلی اور ذکرِ قلبی کو خفی کہتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ لسانی کے جہر کو جلی اور غیر جہر کو خفی کہتے ہیں۔ ذکرِ جلی کی ادنیٰ حد تو متعین ہے وہ زبان کو حرکت دینا یا اپنے آپ کو سنانا ہے لیکن اکثر کی کوئی حد نہیں یہ اپنے نشاط پر ہے مگر اس کا خیال ضروری ہے کہ کسی نمازی یا سونے والے کو ایذا نہ ہو۔

تاخیرِ وصل سے آتشِ شوق میں التہاب پیدا ہوتا ہے

انتباہ

دستور ہے کہ وصالِ محبوب کے حاصل ہونے میں جس قدر دیر ہوتی ہے اسی قدر وصل کے سچے طالب کو آتشِ شوق میں التہاب اور طلب و خواہشِ وصل میں زیادتی ہوتی ہے سو جو شخص استقلال و مردانگی سے جد و جہد کرے گا اس کے متعلق خدا کے فضل و کرم سے کامیابی کی امید ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ

Marfat.com

سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

شغل پاسِ انفاس

پاس انفاس نفی و اثبات لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ بھی ہے اور اسم ذات اللہ کے ساتھ بھی ہے اور شغل کے بہت طریق ہیں جن کے نام پہلے لکھے گئے ہیں۔ یہاں اُن کے نام ہی پر اکتفا کیا گیا ہے کیوں کہ یہ بتلایا جاچکا ہے کہ اب وہ سب بسبب ضعف اعضا و شرائین و امعاء و معدہ اور ضعفِ دل و دماغ قابلِ تحمل نہیں۔ بس ذکر کی تکثیر حسب فرصت و صحت باخلاص و صدق بطلب صادق و محبت کافی ہے مع اہتمام تقوی و اجتناب مشتبہات انشاء اللہ تعالیٰ وہ سب آثار کم و بیش حاصل ہوں گے اگرچہ وہ مطلوب نہیں ہیں اس لئے نہ تفصیلی التفات کی ضرورت نہ رغبت کی ضرورت چونکہ وہ سب آثار مخلوقات میں سے ہیں طالبِ خالق کو مخلوق کیطرف التفات ہی کیوں اور کہاں ہے۔

اوپر بتایا گیا ہے کہ حسب طریق ذکر نفی و اثبات، ذکر اثبات ذکر اسم ذات دوضربی و یک ضربی اور ذکر ہُو ہُو کی مداومت کرنا۔ مقام فناء اور فناءُ الفناء، اور کمالِ عبدیت پر پہنچا دیتا ہے بفضلہ و توفیقہٖ تعالیٰ اور مقصد وصول و قبول ہے جو سب سے حاصل ہوجاتا ہے۔ پھر اشد مجاہدات و ریاضیات کیوں ہوں جب کہ اب عادۃً نباہ بھی نہیں ہو سکتا اور باعث ضعف اور مُضرِ جسم بھی ہے۔ پس ذکر حسبِ بیان و تعلیم سابق اور یہ سادہ شغل پاسِ انفاس کافی ہے۔

Marfat.com

طریقِ شغل پاسِ انفاس نفی واثبات

سانس لیتے وقت اور سانس باہر کرتے وقت اس طرح ذکر کرے کہ سانس باہر آتے لَآ اِلٰہ کہے اور سانس لیتے وقت اِلَّا اللّٰہ کہے اور دونوں سانسوں کے وقت ناف کو دیکھے اور منہ بالکل بند رکھے اور زبان کو بالکل حرکت نہ دے۔ اس قدر پابندی یا استقلال چاہیے کہ طبعی سانس خود بخود بلاارادہ ذکر کرنے لگے۔

طریقِ شغل پاسِ انفاس بذکر اسم ذات اللّٰہ

اس کا طریق یہ ہے کہ لفظ اللّٰہ کو سانس باہر آتے وقت اور ہُو کو سانس لیتے وقت اندر لائے اور تصور کرے کہ ظاہر و باطن ہر جگہ اللّٰہ ہی کا ظہور ہے اور ذاکر اس قدر زیادتی بلحاظ صحت و فرصت کرے کہ سانس ذکر کا عادی ہو جائے اور حالتِ بیداری میں فراغ و مشغولی میں ذاکر رہے اور ماسویٰ اللّٰہ سے قلب بالکل صاف ہو جائے۔

چونکہ یہ ذکر قلب کو بالکل صاف، کدورتوں سے پاک کر کے انوارالٰہیہ کا مہبط یعنی نزول کا محل بنا دیتا ہے اس وجہ سے اس کو صوفیاء کی اصطلاح میں جاروبِ قلب بھی کہتے ہیں۔

انتباہ صحت مند اور قوی الاعصاب اصحاب کیلئے چند اشغال مزید لکھے جاتے ہیں جو تجربۂ حال سے مفید ثابت ہوئے۔

Marfat.com

طُرقِ سُلطان الاذکار

اس کے کئی طریقے ہیں۔ ایک طریق یہ ہے کہ چھوٹے سے حجرہ میں جہاں شوروغل نہ ہو داخل ہوکر درود شریف اور استغفار اور اعوذ باللہ پڑھ کر اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِی نُوراً وَّاجْعَلْ لِیْ نُوراً وَّ اَعْظِمْ لِیْ نُوراً وَّاجْعَلْنِیْ نُوراً تین بار حضورِ قلب و تصوّر کیساتھ کہے پھر خواہ لیٹ کر یا بیٹھ کر یا کھڑے ہوکر بدن کو ہلکا کرے اور مردہ تصوّر کرے اور پورا متوجہ اور باہمّت ہوجاوے اس کے بعد سانس لیتے وقت اللہ کا اور سانس باہر نکالتے وقت ہُو کا تصوّر کرے اور خیال کرے کہ سانس لیتے وقت اور باہر آتے وقت ہر بال بال سے ہو نکل رہا ہے یہاں تک مشغول ہو کہ اپنا خیال بھی جاتا رہے اور ھُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ کا ہر وقت تصوّر قائم ہوجاوے انشاء اللہ تعالیٰ اس طرح سے کچھ عرصہ بعد جسم کا ہر ہر رواں ہر ہر بال ذاکر ہوجائے گا اور انوارِ تجلّی سے منور ہو جائے گا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حواسِ خمسہ کو رُوئی سے یا انگلیوں سے اسطرح بند کرے کہ دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کے سوراخوں میں دے اور دونوں انگلی شہادتین کی دونوں آنکھوں کے پپوٹے پر رکھے اور دونوں انگلی بیچ کی دونوں نتھنوں پر رکھے اور دونوں انگلی چھنگلی کے پاس کی اوپر کے ہونٹ پر اور چھنگلی نیچے کے ہونٹ پر رکھے اور دونوں انگلی چھنگلی کے پاس کی اوپر کے ہونٹ پر اور چھنگلی نیچے کے ہونٹ پر رکھے اور اکڑوں بیٹھ کر یا جس طرح بیٹھنے میں سہولت ہو بیٹھ کر زبان

Marfat.com

کو تالو سے لگالے اور آہستہ آہستہ سانس لے کر حبسِ دم کرے یعنی سانس کو روکے اور لفظ اللہ خیال سے بلا حرکتِ لسان ناف سے کھینچ کر اُمُّ الدِّماغ یعنی بیچ سر میں روکے جب تک بلا تکلف رک سکے اور وہاں سے دلِ مُدوّر میں لے جا کر اسمِ ذات "اللہ" خیال سے کہتا رہے جب سانس لینے کا تقاضہ ہو تو صرف نتھنوں سے انگلیاں ہٹا کر ناک سے آہستہ سانس چھوڑے۔ تین سانس لے کر پھر حبسِ دم کرے اور پھر ایک ایک سانس بڑھا کر تحمل کی مقدار کو پہنچا دے۔

شغل سُلطاناً نصیراً اس کا طریقہ یہ ہے کہ صبح و شام رُو بہ قبلہ دو زانو بیٹھے اور اطمینانِ خاطر سے دونوں آنکھیں یا ایک آنکھ بند کر کے دوسری آنکھ سے ناک کے نتھنے پر نظر ڈالے اور بغیر پلک جھپکائے جس طرح چراغ یا ستارہ کی روشنی کو دیکھتا ہے غیر مُعیّن نور کا تصور کرے اور استغراق ایسا ہو کہ وہ محو ہو جاوے۔

انتباہ ابتدا میں تو آنکھوں میں ضرور تکلیف ہوگی اور پانی بہیگا لیکن چند دن کے بعد جب عادت ہو جائے گی تو یہ تکلیف جاتی رہے گی اور اس کو اپنی صورت جس طرح آئینہ میں نظر آتی ہے نظر آنے لگے گی اور نورِ الٰہی سے منوّر ہو جائے گا۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ نے فرمایا کہ اس شغل کے فوائد بہت ہیں خصوصاً خطرات کے انسداد میں عجیب و غریب تاثیر رکھتا ہے۔

شغل سُلطاناً محموداً اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس طرح سُلطاناً نصیراً کے ذکر میں نتھنوں پر نظر رکھتے ہیں اسی طرح اس

Marfat.com

شغل میں دونوں بھوؤں کے بیچ نظر رکھتے ہیں۔

انتباہ اس شغل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ذاکر کو اپنا سر نظر آنے لگتا ہے اور جب سر نظر آنے لگتا ہے تو عالم بالا کے حالات سے مطلع ہو جاتا ہے۔

شغل سہ پایہ[1] شغل سہ پایہ اَللّٰہُ سَمِیْعٌ، اَللّٰہُ بَصِیْرٌ اَللّٰہُ عَلِیْمٌ کا ذکر ہے طریقہ اس کا یہ ہے کہ چار زانو بیٹھ جائے اور سلطاناً نصیراً[2] کا تصور کرے اور سانس کو روک کر ناف سے لے کر اُمّ الدماغ تک یہ پہنچائے جب سانس اُمّ الدماغ میں پہنچے تو اَللّٰہُ سَمِیْعٌ کہے اور بی یَسْمَعُ کا تصور کرے پھر اَللّٰہُ بَصِیْرٌ کہے اور بی یَبْصُرُ کا تصور کرے پھر ناف پر اَللّٰہُ عَلِیْمٌ کہے اور بی یَنْطِقُ کا تصور کرے پھر اس کے بعد اس طرح شروع کرے کہ اُمّ الدماغ میں اَللّٰہُ عَلِیْمٌ اور ناف پر اَللّٰہُ سَمِیْعٌ عروج و نزول کے طریقہ پر کہے یہاں تک کہ ایک سانس میں ایک سو ایک بار شغل سہ پایہ کرنے لگے۔

انتباہ یہ شغل لکھ دیئے ہیں جس کی صحت عمدہ ہو، اعصاب میں ضعف نہ ہو اور سالک چاہے تو کرے لیکن شیخ کی تجویز ہر حالت میں ضروری اور مقدم ہے، اطلاع اور اتباع اصل ہے۔

---

[1] یہ شغل سہ پایہ اکثر مشائخ کا معمول رہا ہے۔ چنانچہ شیخ نظام الدین بلخیؒ نے جو کہ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے خلیفہ تھے انہوں نے حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے پوتے ابو سعیدؒ کو یہ شغل تجویز کیا تھا۔ [2] یعنی مددگار محمود بادشاہ کا تصور کرے۔

Marfat.com

انتباہ ذکر و شغل یک ضربی، چہار ضربی، پنج ضربی، شش ضربی، ہفت ضربی بھی ہیں۔ لیکن بس اب یکضربی دوضربی پرکفایت ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ حسب بیانِ سابق کافی و وافی ہے۔

انتباہ انسان کو ہر سانس پر ہوشیار و بیدار رہنا چاہیے بغیر پاس انفاس کی مدد کے انسان کا دل کدورتوں ظلمتوں سے ہرگز صاف نہیں رہ سکتا۔

مُراقبات جب ذکر جہری یا سری کی تکثیر سے سالک منور ہو جاتا ہے اور اس کی رگ رگ، رونگٹے رونگٹے میں ذکر سرایت کر جاتا ہے۔ اور ایک محویت کی سی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ تب مراقبات کی تعلیم کی نوبت آتی ہے اصل یہی ہے۔ لیکن اب عوارض کے سبب ذکر کے ساتھ ساتھ ہی مراقبات بھی تعلیم کر دیئے جاتے ہیں اس لیے اب آگے مراقبات کا بیان کیا جاتا ہے۔

مُراقبہ کا بیان

مُراقبہ کسی ایسے مضمون کو سوچنا، جو مطلوبِ حقیقی اللہ تعالیٰ کیطرف انجذاب کا سبب ہو، اس تک پہنچانے والا ہو۔ اس کی یاد و دھیان کا سبب ہو۔ سیدھے سادے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ جو چیز مطلوبِ حقیقی، اللہ جل شانہٗ تک پہنچانے والی ہو

Marfat.com

اس کے خیال رکھنے کو مراقبہ کہتے ہیں۔ لہٰذا مراقبہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مدنظر رکھنے کو کہتے ہیں۔

اور مراقبہ خاص یہ ہے کہ خدا کی ذات میں اس قدر فکر کرے کہ اپنے سے بے فکر اور بے خبر ہو جاوے، کبھی یاد دل سے نہ اترے خواہ جمالاً یا جلالاً یا اُنسیتہً یا خشیتہً یا خوفاً یا رحمتہً ومحبتہً یا شوقاً الی لقائہٖ

طریق اس کا یہ ہے کہ دو زانو، نمازی کی طرح سر جھکا کر بیٹھے اور دل کو غیر اللہ سے خالی کرے۔ اللہ جل جلالہ کی حضوری میں حاضر کرے اور اعوذ و بسم اللہ پڑھ کر تین بار اَللّٰہُ حَاضِرِیْ، اَللّٰہُ نَاظِرِیْ، اَللّٰہُ مَعِیْ زبان سے کہہ کر ان کے معنوں کو دل میں ملاحظہ کرے، تصور کرے کہ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے اور میرے پاس ہے اس جاننے اور تصور کرنے خیال کرنے میں اس قدر محو ہو کہ غیر حق کا تصور نہ رہے حتیٰ کہ اپنی بھی خبر نہ رہے۔

مُراقبہ کی کئی قسمیں ہیں

مُراقبہ کے متعدد طریق ہیں جس طریق سے جس قسم سے طالب کو نفع ہوا ہے منزلِ مقصود تک پہنچائے۔ اس پر مزاولت کرے، چند اہم قسمیں یہ ہیں۔ مراقبہ رویت۔ مراقبہ معیت۔ مراقبہ اقربیت، مراقبہ وحدت۔ مراقبہ فناء

مراقبہ رُویت

خدا کی رویت کا تصور کرے اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی (کیا نہیں جانا کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے) اس میں غور کرے اور اس پر مواظبت کرے اور یہاں تک مشغول ہو کہ اس

Marfat.com

صورت کے دیکھنے کا ملکہ پیدا ہو جائے۔

مراقبہ معیت هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اس کے معنی کے ساتھ تصور اور یقین کرے کہ خلوت اور جلوت، بیماری تندرستی ہر حالت میں اللہ میرے ساتھ ہے اسی خیال میں مستغرق ہو جاوے۔

مراقبہ اقربیت نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) اس آیت پر معنیٰ کے ساتھ غور کرے اور اس خیال میں محو ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے قریب ہے۔

مراقبہ وحدت هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ (اس کا وجود ہر جگہ جلوہ فرما ہے ابتدا، اور انتہا میں وہی ہے) اس کو زبان سے کہے اور تصور کرے کہ اس کے سوا کوئی نہیں ہے اسی خیال میں مستغرق ہو جائے۔

مراقبہ فناء كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (دنیا کی تمام چیزیں فانی ہیں اور اللہ بزرگ تر باقی رہے گا) اس کے معنیٰ کا تصور کرے کہ تمام چیزیں فناء ہو جائیں گی اور ذاتِ باری ہی ہمیشہ رہے گی اور دل کی آنکھ سے دیکھے اور اس خیال میں محو ہو جائے تاکہ اس کے معنی خوب منکشف ہو جائیں اور اپنے وجود کو فنا اور علم و عقل کو اضمحلال ہو۔

ہو فنا ذات میں کہ تو نہ رہے ... تری ہستی کا رنگ و بو نہ رہے

Marfat.com

علم حق در علم صوفی گم شود ⁂ این سخن کے باور مردم شود
تو دریں گم شو کہ توحید این بود ⁂ گم شدن گم کن کہ تفرید این بود

فنا کے مراتب

فنا کے چند مرتبے ہیں اور ہر درجہ کی ایک حد متعین ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جس طرح ذکرِ جسم، ذکرِ نفس، ذکرِ دل، ذکرِ روح، ذکرِ سرّ، پانچ درجے ذکر کے ہیں جن کو پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اسی طرح فنا کے بھی پانچ درجے ہیں اوّل مرتبہ غلبۂ ذکرِ زبانی جس کو ذکرِ جسمی بھی کہتے ہیں اس کے غلبہ سے بُرے اخلاق جو نفسِ امارہ کی صفات ہیں یہ صفاتِ حمیدہ میں جن کا شرع نے حکم دیا ہے فنا ہو جاتے ہیں۔

دوسرے ذکرِ فکری جس کو ذکرِ نفسی کہتے ہیں۔ اس کے غلبہ سے نفسانی خواہشیں اور نفس لوّامہ کی صفات فنا ہو جاتی ہیں کہ نفس جس کے اثر سے انسان بُرے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنے پروردگار کو بھول جاتا ہے تو یہ نفس مر جاتا ہے اور اب انسان کوئی ایسی خواہش نہیں کرتا جو ناجائز اور مذموم و قبیح ہو بلکہ اس کی خواہشیں وہی ہو جاتی ہیں جو خدا کی خواہشیں ہیں اب وہ احکام شرع کی مضبوطی سے پابندی کرتا ہے اور مکاشفہ اور الہام

Marfat.com

کا طریقہ جو نفس ملہم کا مقام ہے منکشف ہو جاتا ہے۔

تیسرے ذکر قلبی۔ اس کے غلبہ سے موجودات کے اوصاف و افعال، موجودِ مطلق اللہ تعالیٰ کے اوصاف و افعال میں فنا ہوں تاکہ ہر شے میں افعالِ حق کا جلوہ نظر آئے اور اطمینان قلبی جو کہ نفسِ مطمئنہ کا مقام ہے حاصل ہو جاوے۔

چوتھے ذکرِ رُوح۔ اس کے غلبہ میں مشاہدہ کا حصول ہے کہ کثرت خدا کی یکتائی میں فنا ہو جاوے یہاں تک کہ سالک کے مشاہدہ میں ذاتِ مطلق کے مشاہدہ کے سوا کچھ نہ ہو۔ یہ مرتبہ مشاہدہ کا ہے۔

پانچویں ذکرِ سرّی۔ اس کی تکثیر و غلبہ میں لذتِ اذکار اور معائنہ حاصل اور خلق سے نفرت ہوتی ہے اس مرتبہ میں مشاہدہ رُوح سے ترقی کر کے معائنہ کے درجہ کو پہنچتا ہے اور ذکر روح میں فنا ہو کر فناء الفناء کا درجہ ہو گا اور یہ تفرید ہے۔ سالک اس مرتبہ میں سیر الی اللہ جو اس کا مقصد ہے اور سیر فی اللہ جس کا اس کو تصوّر ہے تمام کر کے وُجُودِ سالک بالکل فنا ہو جاتا ہے لیکن یہ مرتبہ بہت کم ظاہر ہوتا ہے۔ بعض حضرات کو ایک ہفتہ میں ایک یا دو لمحہ یا ایک دن میں ایک دو لمحہ یا دو تین دن میں یا کم زائد میں۔ اس مرتبۂ فناء کے بعد خدا تعالیٰ سالک کو فناء سے بقا دیتا ہے اور اکثر بعد الفناء بقاء ہوتا ہے اور اس مرتبہ کو جمع الجمع کہتے ہیں۔ اور یہ بقاء باللہ رُجوعِ الی البدایت کا نام ہے لیکن اُس وقت اور اِس وقت میں یہ فرق ہے کہ بندہ کی نظر پہلے مظاہر پر سطحی پڑتی تھی۔ اب اس وقت

سب سے پہلے ذاتِ مطلق پر نظر پڑتی ہے۔ اس کی ذاتِ مطلق کے نور سے تعینّاتِ مظاہر کو دیکھتا ہے کیوں کہ عارف ہر حالت اور ہر وقت میں خدا کے وجود کا تصور کرتا ہے اور کوئی چیز اس کو خدا کے دیکھنے سے اور خدا کا دیکھنا دوسری چیزوں کو دیکھنے سے نہیں روکتا۔ کیوں کہ عارف حقیقتِ انسانی تک جو کہ وہ اُلوہیّت ہے پہنچ گیا۔ اس کو خلق معدوم اور خدا موجودِ مطلق معلوم ہوتا ہے اور خدا کے علم کے ذریعہ سے اپنے کو مطلق قید میں آیا ہوا تصور کرتا ہے اور قیود کی وجہ سے اپنے کو بندہ سمجھتا ہے اور کہہ اُٹھتا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس میں خدا تعالیٰ کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ اس میں وہ خدا تعالیٰ کے اخلاق سے مزیّن ہے۔ اس نے جمال اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً کو دیکھا ہے اور نورٌ علیٰ نور ہو گیا ہے اور نور کی انتہا نہیں ہے۔ اسی لئے کہا ہے ؎

ہیچکس ایں درد را درماں نیافت ۔۔ ہیچکس ایں راہ را پایاں نیافت

آبرا در بے نہایت درگہ است ۔۔ ہر چہ بروے میرسی بروے مایست

ترجمہ:۔ کسی نے اس درد کی دوا نہیں پائی۔ اس میں راہ کی کوئی انتہا نہیں پائی اس درگاہ کی کوئی نہایت نہیں ہے جس پر تم پہنچو اس پر رک نہ جاؤ یعنی عشق کا کوئی علاج نہیں سوائے وصل کے بس سالک جب انتہائی درجہ پر پہنچ جائے وہی انتہائی مرتبہ نہیں ہے بلکہ اللہ کی ذات اس سے بھی بلند تر ہے۔

Marfat.com

انتباہ سالک کو ذکرِ لسانی و قلبی میں تنہائی میں مجمع میں رات و دن مشغول رہنا چاہیے تاکہ اپنے کو اور اپنے ذکر کو بھول جاوے اپنے کو محو کر دے انشاء اللہ تعالیٰ ذاکر کے قلب پر انوار و اسرار الٰہی جلوہ فرما ہوں گے اور ان انوار کی روشنی میں جمال و تجلیِ حق حاصل ہوگی۔ لیکن اس نور کی طرف متوجہ نہ ہو کہ وہ بھی مخلوق ہی ہے اور مطلوب نہیں ہے اور حفظِ مراتب ضروری ہے اور اچھے برے میں امتیاز لازم ہے اس لیے اچھے اور برے انوار کے آثار و علامات بھی معلوم ہونا اور ان پر مطلع ہونا ضروری ہے۔

Marfat.com

عَلامَاتِ انْوار کا بیَانْ

جب ذاکر باہتمام تقویٰ خدا کا ذکر کرنے لگتا ہے اور ذکر تمام اعضاء میں سرایت کر جاتا ہے اور غیر خدا سے دل پاک و صاف ہو جاتا ہے اور روحانیت سے تعلق خاص پیدا ہو جاتا ہے تو انوار الٰہی کا ظہور ہونے لگتا ہے اور وہ انوار کبھی خود اپنے میں دکھائی دیتے ہیں اور کبھی اپنے سے باہر۔ اچھے انوار وہی ہیں جن کو سالک دل سینہ و سر یا دونوں طرف اور کبھی تمام بدن میں پائے یا کبھی داہنے بائیں کبھی سامنے سر کے پاس ظاہر ہوں وہ بھی اچھے ہیں۔ لیکن ان کی طرف توجہ نہ کرنا چاہیے کہ کہیں

لطف اندوز و مُتَلَذِّذ ہو کر خسارہ اٹھائے۔

تفصیل یہ کہ اگر کسی رنگ کا نور داہنے شانے کے برابر ظاہر ہو تو وہ فرشتوں کا نور ہے۔

۱۔ اگر سفید رنگ کا ظاہر ہو تو کراماً کاتبین کا ہے۔

۲۔ اگر سبز پوش خوبصورت آدمی یا کوئی اچھی صورت ظاہر ہو تو وہ فرشتہ ہے جو ذاکر کی حفاظت کے لئے آیا ہے۔

۳۔ اگر داہنے شانے سے کچھ ہٹا ہو یا آنکھ کے برابر ہے تو مرشد کا نور ہے

۴۔ اور سامنے ہے تو وہ نورِ محمدی ہے جو راہِ مستقیم کی تعلیم فرماتا ہے۔

۵۔ اگر بائیں شانے کے متصل ظاہر ہو تو کاتب فرشتوں کا سینہ ہے۔

۶۔ اگر بائیں شانے سے دور ظاہر ہو خواہ کسی رنگ کا ہو شیطان کا نور ہے، یا دنیا کا نور ہے۔

۷۔ اگر پیچھے یا بائیں طرف آواز ہو یا صورت ہو وہ شیطان کا دھوکہ ہے۔ لاحول الخ پڑھنا چاہیے۔ اعوذ الخ پڑھے توجہ نہ کرے۔

۸۔ اگر نور اوپر سے یا پیچھے سے آوے تو وہ نور ان فرشتوں کا ہے جو حفاظت کے لئے مقرر ہیں۔

۹۔ اگر بلا کسی جہت کے نور ظاہر ہو اور دل میں خوف پیدا کرے اور اس کے رفع ہو جانے کے بعد باطنی حضور نہ رہے تو وہ نور شیطان کا ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ○ پڑھنا چاہیے۔

Marfat.com

۱۰۔ اگر بلا کسی جہت نور ظاہر ہو اور اس کے زوال کے بعد حضور باطنی کی لذت نہ جائے اور اشتیاق و طلب اسی طرح غالب رہے تو وہی مطلوب نور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

۱۱۔ اگر دھویں یا آگ کے رنگ کا نور سینہ یا ناف کے اوپر سے ظاہر ہو تو وہ خناس کا نور ہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنا چاہیے

۱۲۔ اگر سینہ کے اندر یا دل پر ظاہر ہو تو وہ صفائی قلب کا نور ہے

۱۳۔ اگر سرخ یا سفید زردی مائل نور دل سے ظاہر ہو تو دل کا نور ہے۔

۱۴۔ اگر خالص سفید ہے تو روح کا نور ہے جس نے طالب کے دل میں تجلی کر کے اپنی ہستی کو ظاہر کیا ہے۔

۱۵۔ اگر سر کی جانب سے ہے تو وہ نور بھی روح کا ہے۔

۱۶۔ اگر آفتاب کے رنگ کا نور ہے تو وہ بھی روح کا نور ہے اگر سامنے سے ہو۔

۱۷۔ اگر اوپر سے آفتاب کے رنگ کا نور ہے تو نورِ ذات ہے۔

۱۸۔ اگر چاند جیسا نور ہے تو دل کا ہے۔

۱۹۔ اگر چاند جیسا نور ہے اور سامنے سے ہے تو نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

۲۰۔ اگر کاجل کی سیاہی کی طرح تاریک اور اس کے گرد باریک اور مکدر نورانی خطوط ہوں تو وہ نور نفی کا ہے۔ اس طرف توجہ کرنے سے نفی حاصل ہو گی اور ماسوی اللہ سے قلب کا صاف ہونا اور تجلی افعالی

Marfat.com

اور تجلیِّ صفاتی میں محویت اور فناء کا حصول ہے جو کہ مقصدِ اصلی ہے۔

۲۱۔ اگر آنکھ کی سیاہی کے مانند بلا گرد اگرد باریک مکدّر نورانی خطوط کے ہے تو وہ نور تجلیِّ ذاتی کا نور ہے اس میں عارف کا فناءُ الفناء ہے اور بقاء کا حصول ہے۔

انتباہ پہلے کہا جا چکا ہے اب پھر تاکید کی جاتی ہے کہ سالک کو چاہیئے کہ انوار میں سوائے مطلوب کے کسی طرف نہ متوجّہ ہو اور سرور و لطف حاصل نہ کرے بلکہ صرف نورِ الٰہی میں ترقی کرے کیوں کہ خدا کی تجلیّ کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

ذِکر کے ساتھ

جامع اذکار، تلاوتِ کلام پاک اور نماز کی کیفیت کا بیان لازم ایمان ہے

سُلوکِ الی اللہ کے تین طریقے تعلیم ہوتے ہیں۔ اوّل کلمہ طیّبہ

Marfat.com

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِؕ کا ذکر۔ دوسرے قرآنِ پاک کی تلاوت تیسرے نماز۔

ان تینوں کا ذکر اس آیت شریفہ میں ہے۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِؕ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُؕ۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں یہی تین طریقے وصول الی اللہ کے رائج تھے۔

باقی تمام اذکار ان میں شامل ہیں جن کی خوبیاں قرآن پاک، احادیث شریفہ اور آثار صحابہ سے ثابت ہیں اور یہ خوبیاں اور فضائل وبرکات لامتناہی ہیں انسان ان کے بیان سے عاجز ہے ان کا پورا بیان نہیں ہو سکتا۔ خلاصہ کے طور پر مختصر یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کی فضیلت اس درجہ ہے کہ ایک قدم لا الٰہ سے غیر خدا کی نفی پر ہے تو دوسرا قدم الا اللہ سے جنابِ الٰہی میں رکھ کر خدا سے مل جائے اور قرآن شریف کی خوبیوں سے یہ جان لینا چاہیے کہ اس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں حضوری اور اس سے ہمکلامی ظاہر ہوتی ہے اور نماز میں یہ دونوں اور تمام دعائیں اور عبادتیں و تسبیحات اور اذکار ہیں اس کے مراتب لاتعداد ہیں ان کو بھی انسان بیان نہیں کر سکتا۔

انتباہ اس سے یہ سمجھ میں آگیا ہوگا کہ جو سالک استغراق اور جذبہ کی زیادتی میں نماز نہیں پڑھتے وہ بہت سے مرتبوں سے محروم

ہو جاتے ہیں۔ بلکہ ان کو مقصدِ اصلی بھی حاصل نہیں ہوتا ہے

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید ؎ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

جو شخص پیغمبرؐ کے خلاف راستہ چلے گا ہرگز منزل کو نہ پہنچ سکے گا۔

نماز بندہ اور خدا کے درمیان ایک سیر ہے کہ مسلمان اس میں مشغول ہونے سے غیر خدا سے جدا اور خدا سے قریب ہو جاتا ہے سلوک کا وہ طریقہ جو کلمہ طیبہ کے ذریعہ سے ہے۔ اس کا بیان تو ہو چکا اب قرآن پاک کی تلاوت کی کیفیت اور نماز کی کیفیت کا بیان کیا جاتا ہے۔

قرآن شریف کی تلاوت کا طریقہ

قرآن شریف پڑھنا بڑی عبادت ہے اور خدائے تعالیٰ کے قرب کے لئے سوائے فرض کے ادا کرنے کے، اس سے بہتر کوئی چیز نہیں اس لئے اس کے آداب و مستحبات تلاوت کے وقت بہت ہی ملحوظ رکھ کر تلاوت کا ارادہ کیا جائے اور پوری طہارت سے نہایت اخلاص کے ساتھ کعبہ کی طرف منہ کر کے اعوذ باللہ الخ اور بسم اللہ الخ کے بعد خشوع و خضوع سے ترتیل کے ساتھ پڑھے یعنی اس طرح پڑھا جاوے کہ ہر ہر لفظ آسانی سے سمجھ میں آ جائے ایک ایک حرف علیحدہ علیحدہ ہو خلط ملط نہ ہو۔ کٹے کٹے حرف نہ ہوں ایسا نہ ہو کہ کچھ حرف سمجھ میں آئیں

Marfat.com

اور کچھ نہ آئیں۔ صاف صاف پورے پورے حروف ادا ہوں۔ ہر حرف کو صحیح مخرج سے ادا کیا جاوے اور اگر خوش الحانی خوش آوازی سے پڑھا جاوے تو بہت خوب ہے اور یہ خیال کرے کہ میں خدا سے باتیں کر رہا ہوں اور اس کو دیکھ رہا ہوں اگر اس پر قدرت نہ ہو تو یہ جانے کہ خدا مجھ کو دیکھ رہا ہے اور امر و نہی کا حکم دے رہا ہے اور بشارت کی آیت پر سرور ہو اور وعید کی آیت پر ڈر ہو اور روئے اور ذرا آواز کے ساتھ خوش آوازی کے ساتھ پڑھے کہ اس سے لطف آتا ہے اور غفلت دور ہوتی ہے

تلاوت کا خاص طریقہ

خاص طریقہ تلاوت کا یہ ہے کہ جب طریق مذکور سے تلاوت میں ملکہ ہو جاوے تو اب اس کیفیت کے ساتھ تلاوت ہو کہ خلوت میں دو نفلیں ادب سے پڑھ کر بحضور قلب قبلہ رو بیٹھے کلام الٰہی کی حقیقت (کہ وہ کلام نفسی ہے، خدا کی خاص اور ذاتی صفت ہے) اور اس کی عظمت کا اور اپنی ذلت کا تصور کرے اور اسی مراقبہ میں تھوڑی دیر رہے۔ تاکہ اطمینان حاصل ہو اور حضور حق حاصل ہو جاوے پھر اعوذ و بسم اللہ کے ساتھ ترتیل و تجوید کے ساتھ قرأت کرے اور یہ خیال کرے کہ منہ کی زبان اور دل کی زبان برابر تلاوت میں مشغول ہیں۔ اس خیال سے غافل نہ ہو

Marfat.com

اور اگر غفلت ہو جاوے تو ضروری ہے کہ قلب کو اَعُوذُ بِسمِ اللہ پڑھ کر حاضر کرے۔ جب اس طرح اطمینانِ خاطر اور حضوری حق حاصل ہو جاوے تو اب ترقی کرے اور خیال کرے کہ ہر ہر رونگٹا جسم کا قرآن شریف پڑھ رہا ہے جسم کے ہر حصہ سے الفاظ نکل رہے ہیں تمام جسم درختِ موسوی کا حکم رکھتا ہے۔ عین تلاوت کے وقت اس حالت میں خیال میں مستغرق ہو جب یہ کیفیت راسخ ہو جاوے تو اس کے بعد اور ترقی کرے کہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ میری زبان سے پڑھ رہے ہیں اور سُن رہے ہیں۔ جب اس میں ملکہ پیدا ہو جاوے تو اپنے پڑھنے میں خیال کرے کہ خود خدا تعالیٰ پڑھتا ہے اور خود ہی سُنتا ہے نہ سالک کا وجود ہے اور نہ دنیا کے دوسرے موجودات کا۔ بلکہ ایک آواز ہے جو ہر طرف سے آتی ہے اور سالک اس میں محو ہے۔

عزیز من! جب اس مرتبہ میں کمال ہو جاوے گا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے البعد ہے کہ حقیقی معنیٰ اور قرآن پاک کے اسرار عبد پر ظاہر نہ ہو جائیں۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

ہر مسلمان کو عموماً اور سالک کو خصوصاً لازم ہے کہ ہر عمل میں اور نماز میں ان کی روح مغز یعنی محبت قلبی کے ساتھ خلوص نیت اور

Marfat.com

درگاہِ الٰہی میں قبولیت خدا کے حضور محویت کی حفاظت کرے۔ گو یہ حقیقتِ صلوٰۃ اور رُوح صلوٰۃ مشکل ہے لیکن ہمت اور کوشش کرنا چاہیے۔ خدائے تعالیٰ آسانی پیدا فرمادیں وعدہ ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔ کہ جو ہمارے راستہ میں کوشش کرتا ہے ہم خود اپنا راستہ دکھا دیتے اور مطلوب تک پہنچا دیتے ہیں۔ اس لئے اس طریق پر بہمت سعی کرے۔

طریق کئی ہیں ان میں ایک طریق یہ ہے کہ خیال کریں کہ نماز کا دل خالص نیت ہے، اس کی روح حضورِ قلب ہے اور نماز کا جسم قیام رکوع قومہ سجدہ، جلسہ وقعدہ ہیں اور اس کے اعضائے رئیسہ ارکان اور حواس ترتیل قرائت کی درستی ہے اور نماز کے لئے پوری پاکی بھی شرط ہے بغیر اس کے نماز نہیں ہوتی اور وہ دل کی پاکی ہے۔ یعنی غیر خدا سے دل کو صاف کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر اور قبولیت دل پر ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ تو جب قلب ناپاک ہو جسم کس طرح پاک ہو سکتا ہے کیوں کہ جسم قلب کے تابع ہے اس لیئے چاہیے کہ دل غیر خدا سے پاک ہو جائے امید و خوفِ مخلوق سے دل پاک ہو تاکہ اللہ اکبر کہنا درست ہو۔

جب تکبیر کے لئے ہاتھ اُٹھائے تو خیال کرے کہ میرا دل دونوں جہان سے دست بردار ہو گیا اور پورا پورا اللہ کی طرف جھک گیا اور

یہ تصور کرے کہ اللہ اکبر کہہ کر میں نے اپنے نفس کو تکبیر سے ذبح کر کے فنا کر دیا اور دونوں ہاتھوں کو زیرِ ناف سختی کے ساتھ دبا کر باندھے کہ وہ مقام لطیفۂ نفس کا ہے تو اس طرح گویا نفس کو دبا دیا اور نگاہ سجدہ گاہ پر رکھے اور مستغرق ہو جائے۔ رکوع میں نگاہ پاؤں کی پشت پر ہو اور خدا کی بڑائی، کبریائی اور اپنی ذلت کا تصور کرے اور سجدہ میں ناک کے نتھنے پر نظر کرے اور اس کی بلندی اور اپنی حقارت و خاکساری کا اور اپنے فنا کا تصور کرے اور بیٹھنے میں سینہ پر نظر رکھے اور اپنی محویت کے خیال میں مستغرق ہو جاوے اور التحیات کے معنیٰ کا خیال کرے یہ خیال کرے میں خدا کے سامنے مجلس میں داخل ہو گیا ہوں اور ہر نماز میں مقام احسان اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ کا تصور کرے۔ یعنی اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ اللہ کو دیکھ رہا ہے اگر یہ بات حاصل نہیں تو یہ تو ہے ہی کہ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ وہ مجھے دیکھ رہا ہے اس پر بھی کوئی خیال ذہن میں آوے تو لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ۔ کے تصور سے دفع کرے اور اس قدر آواز سے پڑھے کہ خود خوب سن سکے جب اس طرح نماز میں مشق کرے گا تو خدا کی مدد سے نماز حقیقی حاصل ہو جائے گی اور حقائق و معارف ظاہر ہوں گے اور اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ کا یہی مرتبہ ہے کہ دنیا و مافیہا کا چھوڑ دینا اور خدا سے مل جانا ہے اور قرأت و نماز میں قبولیت کا تصور کرے کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ بندہ جب اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہتا ہے تو خدا تعالیٰ

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری حمد کی یعنی تعریف کی اور جب۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کہتا ہے تو فرماتے ہیں کہ یہ میرے بندے نے میری بڑائی کی اور جب اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہتا ہے تو فرماتے ہیں کہ یہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہے اور جو اس نے مانگا خاص اسی کے واسطے ہے اور جب اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہتا ہے تو فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ، کہ یہ میرے بندہ کے واسطے ہے اور جو کچھ اس نے مانگا وہ سب اس کے لئے ہے پس اس وقت جواب کے تصوّر میں محو ہو جاوے اور قبولیت کا تصوّر کرے۔

بیعت کا طریقہ

پیر جس وقت بیعت کرنے لگے تو مُرید کو اپنے سامنے باادب بٹھائے اور خطبہ پڑھے پھر آیت یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ پڑھے پھر اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ــــــ پڑھے اور اپنا ہاتھ مُرید کے ہاتھ پر رکھے اور پھر خود یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا وَنَفَعَنَا وَاِیَّاکُمْ وَبَارَکَ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ۔ پڑھے۔ اگر عورت مُرید ہونے والی ہو تو پردے میں جہاں اس کا کوئی محرم بھی ہو بجائے ہاتھ کے

Marfat.com

رومال یا چادر کا کونہ اس کے ہاتھ میں دیدے۔ مرید زیادہ ہوں تو تو سب کو کپڑا دے کر پکڑوا دے اور خود ایک کو نہ پکڑے پھر توبہ وغیرہ کرائے۔ اس طرح کہے جو میں کہتا ہوں آپ بھی کہتے رہیں۔ میں توبہ کرتا ہوں کفر کی باتوں سے، شرک کی باتوں سے تمام رسموں اور بدعت کی باتوں سے اور توبہ کرتا ہوں تمام بڑے گناہوں سے اور تمام چھوٹے گناہوں سے اور کہے رَضِیتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہ راضی ہوا میں اللہ رب العزت کے ساتھ اور راضی ہوا میں دین اسلام کے ساتھ اور راضی ہوا میں نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھے پھر کہے کہ میں عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے گا میں پانچوں وقت کی نماز جماعت سے پڑھوں گا، عورت مرید ہو تو جماعت کا نام نہ لیں رمضان المبارک کے روزے رکھوں گا۔ زکوٰۃ کے قابل مال ہوگا تو زکوٰۃ دوں گا۔ حج کے قابل روپیہ ہوگا تو حج کو جاؤں گا۔ اگر عورت ہو تو کہے کہ اگر حج کے قابل روپیہ ہوگا اور محرم بھی ساتھ ہوگا تو حج کو جاؤں گی اور جہاں تک ہو سکے گا ہر چھوٹے گناہ اور بڑے گناہ سے بچوں گا۔ اگر اچانک خدا نخواستہ کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کروں گا۔ حقوق اللہ نماز روزہ قضا ہوں گے ان کو ادا کروں گا۔

حقوق العباد میں کسی کا مالی حق اپنے ذمہ ہوگا اس کو ادا کروں گا یا معافی مانگوں گا اور معافی مانگنے میں کبھی عار نہ کروں گا۔ سب سے دل صاف رکھوں گا۔ غصہ سے سخت پرہیز کروں گا

Marfat.com

آنکھ کان زبان منہ کی شدت سے نگرانی کروں گا پھر کہے کہ بیعت ہوتا ہوں فلاںؑ شخص کے ہاتھ پر سلسلۂ چشتیہ نقشبندیہ قادریہ سہروردیہ میں۔ پھر دُعا کرے کہ اے اللہ ایمان کامل نصیب فرمائیو! آخر دم تک ایمان قائم رکھیو!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔

اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کے برکات سے نوازیں۔ آمین

انتباہ ان مضامین کے بھروسہ شیخ سے مستغنی نہ ہوجائیں۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ فوائدِ باطن کے لئے اصلاحِ نفس، حصولِ تہذیبِ اخلاق بملکہ کے لئے شیخ کی تعلیم کا اتباع بمنزلہ علّتِ تامّہ کے ہے وصول الی المقصود کا مدارِ اعظم شیخ کامل کا اتباع کامل ہے۔ تجربہ تو شاہد ہے ہی۔ تعامل اکابر و اسلاف مستقل دلیل ہے۔ خصوص ہمارے زمانہ سے قبل حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہم بایں کمالاتِ علمیہ باتباع شیخ اصلاحِ کامل کے لیئے شیخ کی طرف رجوع فرمانے والے ہوئے۔

ؑ اپنا نام لے اور بالکل آخر میں اس پر ختم کرے کہ میں واسطہ ہوں۔ اصل بیعت میرے شیخ سے ہوئی اور پھر شیخ کا نام لے۔

Marfat.com

سُلوکِ نبوّت، سُلوکِ ولایت

سلوک دو قسم پر منقسم ہے سُلوکِ نبوّت اور سُلوکِ ولایت اور ہر ایک کے آثار اور خواص جُدا جُدا ہیں جو حسبِ ذیل لکھے جاتے ہیں۔ اولیاء میں کسی پر کسی وقت فیضِ نبوت کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی فیضِ ولایت کا۔ اور کوئی کسی نبی کے تحت اور کوئی کسی نبی کے تحت۔

آثار سُلوکِ ولایت	آثار سُلوکِ نبوّت
۱۔ طریقِ ولایت والے کھانے پینے میں تکلفاً کمی کرتے ہیں۔	۱۔ طریقِ نبوّت والے قصداً کمی نہیں کرتے جو ملتا ہے اُسی پر قناعت کرتے ہیں
۲۔ خلق سے نفرت کرتے ہیں	۲۔ خلق کیطرف اللہ کے لئے رغبت کرتے ہیں لیکن خلق سے جی نہیں لگاتے۔
۳۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہیں کرتے مگر طالب کو	۳۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہیں۔
۴۔ ان کو اپنے مکاشفات وتحقیقات	۴۔ ان پر ادب غالب ہوتا ہے جیسا

پر اطمینان ہوتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں اگر خلافِ شرع نہ ہو	کہ صاحب شرع سے منقول ہوتا ہے اس پر اپنی طرف سے بذریعہ کشف وغیرہ نہیں بڑھاتے اگرچہ وہ زیادہ خلاف شرع نہ ہو۔
۵۔ ان کا انتہائی مقام رضا ہے۔	۵۔ ان کا انتہائی مقام عبودیت ہے۔
۶۔ ان پر ذوق وشوق غالب ہوتا ہے اور عبادت میں لذتِ طبعیہ آتی ہے	۶۔ ان پر ذوق وشوق غالب نہیں ہوتا بلکہ ان کو عبادت میں بھی طبعی مزہ نہیں آتا۔ یعنی اگر نہ آوے دلگیر نہیں ہوتے۔ محض حکم ایزدی سمجھ کر عبادت کرتے ہیں۔
۷۔ اہتمام سے دعا نہیں مانگتے	۷۔ بمقتضائے اُدْعُونِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ دعا مانگنا فرض سمجھتے ہیں۔
۸۔ اسباب ظاہری کو ترک کر دیتے ہیں۔ الا اسباب عادیہ	۸۔ اوروں سے زائد اسباب سے متمسک ہوتے ہیں مگر بدون انہماک مقتضا کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ میں دو دو زرہیں پہنی ہیں۔
۹۔ حضرت علیؓ کے ساتھ طبعاً زیادہ محبت کرتے ہیں مگر اعتقادِ فضیلت	۹۔ ابوبکرؓ و عمرؓ سے زیادہ محبت کرتے ہیں

Marfat.com

ترتیب سے ہوتا ہے۔

۱۰۔ شیخ کو سارے جہاں سے افضل سمجھتے ہیں اور اس پر شیفتہ ہوتے ہیں	۱۰۔ افضلیت کا یقین نہیں کرتے۔ محبت کرتے ہیں۔
۱۱۔ ان سے شرائع میں کبھی تسامح بھی ہو جاتا ہے اور وہ معذور ہیں	۱۱۔ یہ شریعت پر بڑی پختگی سے عمل کرتے ہیں۔
۱۲۔ ان پر سُکر غالب ہوتا ہے	۱۲۔ ان پر صَحو (یعنی ہوشیاری) غالب ہوتا ہے۔
۱۳۔ بعض اوقات بعض مغلوبین جماعت سے بھاگتے ہیں کیوں کہ ان کو اخفاء مقصود ہوتا ہے مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر میں ابھی غیر باقی ہے	۱۳۔ جماعت کی پابندی کرتے ہیں ان کی نظر سے مقصودیت غیر کی بالکل نفی ہو چکی ہے۔
۱۴۔ اگر ظاہر شریعت کے خلاف شیخ حکم کرے تو اسے خلاف شریعت نہیں سمجھتے۔ کسی تاویل سے کر لیتے ہیں مگر قطعیات میں نہیں۔	۱۴۔ یہ اگر خلاف ظاہر شرع کوئی حکم شیخ کی طرف سے ہو تو مخالفت کرتے ہیں مگر ادب کے ساتھ۔
۱۵۔ ان پر حُبِ عشقی غالب ہوتی ہے	۱۵۔ ان پر حُبِ ایمانی غالب ہوتی ہے
۱۶۔ اصحابِ سلوکِ ولایت پر کبھی تشبیہ غالب ہوتی ہے۔	۱۶۔ اَصحابِ سلوکِ نبوت پر ہمیشہ تنزیہ غالب رہتی ہے۔

Marfat.com

۱۷۔ سُلوکِ ولایت کا انتہائی مقام رضاء یا فناء الفناء ہے۔ یعنی باعتبار مقام تخلق کے رضاء اور باعتبارِ حال کے فناء الفناء ہے	۱۷۔ سُلوکِ نبوت کی انتہا مقامِ عبودیت ہے۔

(ف) اس تفصیل سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اولیاء خلافِ شریعت چلتے ہیں کیوں کہ ایک تو نصوص کا ظاہر ہے اس پر اصحابِ حدیث چلتے ہیں۔ دوسرے نصوص کے معانی محض یا احکام ہیں۔ اس پر فقہا چلتے ہیں تیسرے نصوص کے مَعْنیَ المعنیٰ۔ اس پر بعض احکام میں صوفیا عامل ہیں۔ تو صوفیاء محققین کا عمل اور طریق بھی بلا اسناد شرع نہیں جیسا کہ تفصیل سے پہلے بیان آچکا ہے۔

اِصطلاحاتِ تصوّف کا بیان

اَحوال و معارِف

تصوّف کی اصطلاحات دو قسم پر ہیں ایک وہ جو مقاصد کے متعلق ہیں وہ تو شریعت سے الگ نہیں بلکہ مقاصد میں تصوّف کی اصطلاحات کی حقیقت وہی ہے جو شریعت میں مذکور ہے۔

دوسری وہ اصطلاحات ہیں جو امورِ زائدہ کے متعلق ہیں وہ شریعت سے جُدا ہو سکتی ہیں۔ جیسے تجدّدِ امثال، وحدۃ الوجود، شغلِ رابطہ وغیرہ سو یہ صوفیاء کا لطیفہ ہے کہ اپنے اسرار کو عوام سے بچانے کے لئے اصطلاحیں مقرر کر لی ہیں ورنہ قرآن و حدیث سے جُدا ہو کر صوفیاء کرام کوئی نئی بات نہیں کہتے۔

علمائے خشک ان کی اصطلاحات کو نہیں سمجھتے، ان پر اعتراض کر دیتے ہیں جو کہ واقع میں ان پر اعتراض نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنی فہم پر ہوتا ہے۔

انتباہ اصطلاحات تو ہر فن میں ہوتی ہیں۔ لہٰذا وہ باعثِ اعتراض نہیں ہو سکتیں۔

فرق[۱] مخلوق پر نظر کا ہونا مخلوق کو مرأۃِ مشاہدۂ انوارِ حق نہیں بنایا مصنوع سے صانع کی طرف توجہ منصرف نہیں کی۔ گویا عالم اس کی نظر میں تاریک ہے۔

جمع[۲] مشاہدۂ و غلبۂ توجہ بحق سے مشرف ہونا۔ خلق کی طرف بالکل متوجہ نہیں کچھ التفات نہیں۔

جمع الجمع[۳] حق اور خلق پر نظر رکھنا یعنی خلق کو مرأۃ حق بنانا۔ اس اعتبار سے خلق کی طرف توجہ ہے۔ مشاہدۂ حق اوّل و بالذات ہے اور مشاہدہ خلق من حیث المرأۃ ہے پس ایک حالت میں حق اور خلق پر نظر ہے۔

رابطۃ القلب بالشیخ اس کی حقیقت۔ شیخ سے ازدیادِ محبت ہے۔

فنا فی الشیخ مُرید و شیخ میں غایت تناسب و مناسبت ہونا (اور یہ غایت اطاعت و محبت سے ہو جاتی ہے۔)

جذب بلا ذریعہ اکتساب و مجاہدہ جو احوالِ باطنیہ حاصل ہو جاتے ہیں اسی کو جذب کہتے ہیں اور اسے اجتباء و محبوبیت و مرادیت بھی کہتے ہیں۔

اِتّصال و اِتّحاد اتحاد کی ایک صورت یہ ہے کہ دو چیزوں کی ذات ذاتاً مل جانا، ایک ہوجانا جیسے دودھ اور پانی کا مل جانا یہ تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں محال ہے۔ عقلاً بھی نقلاً بھی۔ اور اس کا قائل ہونا، اعتقاد کرنا۔ الحاد و زندقہ و کفر ہے۔ دوسرے معنیٰ اتحاد و اتصال کے یہ ہیں، ایک شئے کا متبوع و محتاج الیہ اور موقوف علیہ ہونا اور دوسرے کا محتاج و تابع اور موقوف ہونا۔ ایسا علاقہ و تعلق عام مخلوق کو خالق کے ساتھ ہے۔ اس کو عینیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ تیسرے معنیٰ عُرفی اعتبار سے ہیں یعنی محبّت و محبوبیت کا علاقہ و تعلق خاص دو شخصوں میں ہونا یہ علاقۂ خاص مقبولانِ الٰہی کو اللہ تعالیٰ سے حاصل ہے۔

اِبنُ الوَقت و اَبُو الوَقت ابنُ الوقت کا اطلاق دو معنیٰ پر ہوتا ہے۔ ایک وہ سالک جو مغلوب الحال ہو یعنی جو حالت اس پر وارد ہو اس کے آثار میں مغلوب ہوجاوے اس کے مقابل اَبُو الوقت ہے یعنی وہ سالک جو اپنے حال پر غالب ہو کہ جس کیفیت و حالت کو چاہے اپنے اوپر وارد کرلے یعنی جس کیفیت کی طرف توجہ و قصد کرے اس کے آثار اس میں پیدا ہوجائیں مثلاً اُنس، شوق، وجد، فنا وغیرہ اور ابن الوقت کے دوسرے معنیٰ یہ ہیں کہ سالک واردات مقتضئ وقت کا حق ادا کرے خواہ وہ واردات اس پر غالب ہوں یا یہ ان واردات پر غالب ہو۔

اِنتباہ قُرب کی دو قسمیں ہیں۔ قربِ فرائض۔ قربِ نوافل قُربِ فرائض

یہ ہے کہ انسان تمام موجودات کے ادراک سے فنا ہو جائے اور اس کی نظر میں سوائے انوارِ الٰہی کے کچھ بھی نہ رہے ماسوی اللہ سے نظر اٹھ جائے فنا فی اللہ کا یہی مطلب ہے یہ قربِ فرائض کا ثمرہ ہے۔

قربِ نوافل یہ ہے کہ سالک سے انسانی صفات زائل ہو جائیں اور خدائی اوصاف حاصل ہو جائیں اور صِبْغَةَ اللہ اور تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللہ کا مصداق ہو جائے۔ جس کی تشریح یہ ہے۔

قربِ فرائض و قربِ نوافل

جب بندۂ مومن ریاضت و مجاہدہ کرتا ہے۔ تو اس کے صفات رذیلہ اور دواعئ شہوت و غضب زائل ہو جاتے ہیں اور اس کے نفس میں ایک ملکۂ راسخہ حق تعالیٰ کی مرضیات سے محبت کا اور حق تعالیٰ کی نامرضیات سے بغض کا پیدا ہو جاتا ہے۔ جس سے بلا تکلف اعمالِ حسنہ و افعالِ محمودہ صادر ہوتے ہیں اور اعمالِ قبیحہ و افعالِ ذمیمہ قریب قریب معدوم ہو جاتے ہیں۔ ایسے شخص کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے۔ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا۔ (رواہ البخاری) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس کا کان، آنکھ ہاتھ، پاؤں، بن جاتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے اعضاء و جوارح سے سب افعال میری اپنی مرضی کے موافق صادر ہوتے ہیں پس گویا میں ہی اس کے اعضاء بن جاتا ہوں سو یہ کلام ارشادِ ربانی ہے۔

Marfat.com

تشبیہ و تمثیل کے طور پر ہے اور اس حدیث شریف میں مجازاً حق تعالیٰ کو آلہ اور عبد کو فاعل کہا گیا ہے۔ یَسْمَعُ وَیُبْصِرُ کی نسبت عبد کی طرف ہے صوفیاء کرام نے اس اطلاق کا اتباع کر کے یہ عنوان مقرر کیا ہے کہ بندہ فاعل اور حق تعالیٰ آلہ بن جاوے، اور چونکہ اس حدیث شریف میں اس مرتبہ کا حصول کثرتِ نوافل پر ہے جیساکہ حدیث مذکور سے قبل جملہ ہے۔ لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ الخ اور مجاہدہ ریاضت میں تکثیر نوافل لازم ہے۔ خواہ نماز، روزہ، یا کثرتِ مراقبات، یا تقلیل مباحات اس لئے صوفیاء کرام اتباعاً للحدیث اس مرتبہ کو قربِ نوافل کہتے ہیں اور چونکہ اس میں صفات و افعال رذیلہ کا ازالہ ہوا ہے اس لئے اس کو فناءِ صفات سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ الحاصل قربِ نوافل میں انسانی صفات زائل ہو جاتی ہیں اور خدائی صفات حاصل ہو جاتی ہیں اور اس طرح سالک صِبْغَۃَ اللّٰہ اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ کا مصداق بن جاتا ہے۔

دوسرا قرب قربِ فرائض ہے جو اس سے اعلیٰ درجہ کا ہے وہ یہ کہ عبد کی ہستی ایسی مضمحل ہو جاوے کہ اپنی قدرت و ارادہ کو قدرت و ارادۂ حق کے سامنے ذوقی طور پر کالفانی و کالعدم سمجھنے لگے اور افعال واعمال میں بمنزلہ آلۂ محضہ کے ہو جاوے اور حق تعالیٰ کی مؤثریتِ مستقلہ پیشِ نظر ہو جاوے۔ اس کو اس عنوان سے تعبیر کرتے ہیں کہ حق فاعل ہو جاوے اور عبد آلہ بن جاوے اور چونکہ یہ اوّل سے اعلیٰ ہے کیونکہ اوّل صرف فناءِ رذائل تھا فناءِ اختیار نہ تھا۔ اور اس میں فنائے اختیار

Marfat.com

ہے اس لئے اول سے یہ اعلیٰ ہے۔ اور حدیث شریف میں تقرب بالفرائض کو تقرب بالنوافل سے اعلیٰ و افضل کہا گیا ہے چنانچہ اسی حدیث شریف کا اول جزیہ ہے۔ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ اَدَآءِ مَا افْتَرَضْتُ عَلَیْہِ اس لئے صوفیاء موافقۃً للحدیث اس کو قربِ فرائض کہتے ہیں اور چونکہ اس میں سالک کو اپنی صفاتِ ذاتیہ قدرت و اختیار بھی نظر نہیں آتا اس لئے اس کو فناءِ ذات سے تعبیر کرتے ہیں۔

تجرید و تفرید تجرید یہ ہے کہ اغراض دنیوی و اُخروی کو ترک کر دینا۔ تفرید یہ ہے کہ کسی چیز کی اپنی طرف نسبت نہ کرنا۔ تفرُّد یہ ہے کہ تمام غیر اللہ سے اپنے کو خالی کر لینا۔

تلوین و تمکین تلوین یہ ہے کہ سالک کے قلب کے حالات کا مختلف ہونا۔ کبھی قبض کبھی بسط کبھی سُکر کبھی صحو مبتدی کو یہ تغیرات کافی پیش آتے ہیں اور یہ مُضر نہیں بلکہ لوازمِ سُلوک ہیں لہٰذا پریشان نہ ہونا چاہیے۔ پریشانی سخت مُضر ہے۔

تمکین یہ ہے کہ دوامِ طاعت و کثرتِ ذکر میں استقامت و مضبوطی کے ساتھ مشغول رہے۔ حسبِ استعداد آخر میں مناسب حالتِ محمودہ پر قرار ہو جاتا ہے۔ اس کو تمکین کہتے ہیں۔ اسی تمکین کا نام توسّط و اعتدال ہے اسی توسّط کی وجہ سے اس اُمت کا نام اُمتِ وسط ہے

اِشتباہ تلوین والا پہچانا جاتا ہے اور صاحب تمکین کی حالت عوام جیسی ہو جاتی ہے اس کا پہچاننا مشکل ہوتا ہے

Marfat.com

صاحبِ تلوین صاحبِ حال ہے۔ صاحبِ تمکین حقیقت شناس ہے صاحبِ تلوین راہ میں ہے۔ صاحبِ تمکین واصل ہو چکا ہے۔ تمکین کے بعد تمام کے حقوق بخوبی ادا ہوتے رہتے ہیں۔

تجلّی

تجلّی ظہور کو کہتے ہیں اس کی کئی قسمیں ہیں۔ ہر ایک کے جدا آثار ہیں

تجلّی ذاتی سالک کے وجودِ عنصری کے صفات و آثار کچھ باقی ہیں تو اس تجلّی کے وقت بے ہوش ہو جاتا ہے۔ جیساکہ موسیٰ علیہ السلام طور پر بے ہوش ہو گئے اور اگر وجودِ عنصری کے آثار بالکل فنا ہو گئے تو مشاہدہ کر سکتا ہے۔ جیساکہ قبل وفات شریف یہ خلعت خاص رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوا۔ اور لبعد موت سب مؤمنین کو جنّت میں مشاہدہ و دیدار ہوگا۔

تجلّی صفاتی اس کی علامت یہ ہے کہ صفاتِ جلالی تجلّی کریں تو سالک پر خشوع و خضوع کا غلبہ ہوتا ہے اور اگر صفاتِ جمالی تجلّی کریں تو سالک کو سرور و اُنس ہوتا ہے۔

تیسری تجلّی افعالی اس کی علامت یہ ہے کہ سالک کی نظر مدح و ذم

اور نفع وضرر، ردّ و قبول پر نہیں رہتی۔

تزکیہ جس طرح جسم ظاہری کے لئے ایک حالت صحت کی ہے اور ایک مرض کی۔ اسی طرح باطن کے لئے ایک حالت صحت کی ہے ایک حالت مرض کی۔ پس نفس کو امراضِ باطنہ سے پاک وصاف کرنا یہی تزکیہ ہے۔ اس کا شریعت میں نہایت درجہ تاکیدی حکم ہے۔ یہی مدارِ فلاح ٹھہرایا ہے۔

حَال و مَقام سالک کے قلب پر جو کیفیات غیب سے نازل ہوں جس میں اس کا کچھ اختیار نہیں اس کو حال کہتے ہیں۔

مَقَام سالک نے مرتبۂ سلوک میں جو استقامت یعنی پختگی حاصل کی ہو وہ مَقَام کہلاتا ہے۔

مَقَاماتِ سُلوک وہی اعمال باطنہ ہیں۔ جن کے حاصل کرنے کا شریعت نے امر کیا ہے۔ ہر مسلمان ان کا مُکلّف ہے۔ اس لئے سلوک کا بھی مکلّف ہے خصوصاً سالک ہمیشہ ان کے طے کرنے میں مشغول ہے۔ اس کو کسی وقت توقف نہیں ہوتا۔ مقام سالک کے تحت ہوتا ہے اور حال کے تحت سالک ہوتا ہے۔

Marfat.com

حجابات

حجاب کے معنٰی پردہ ۔ رکاوٹ ہونا۔ کہتے ہیں مجھے ان کے پاس جانے سے حجاب ہوتا ہے۔ کسی چیز تک پہنچنے میں مانع کا ہونا، چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک موقع پر جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا آج زیادہ سے زیادہ قرب ہوا لیکن پھر بھی میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ستر ہزار حجابات تھے۔ اب کشف سے اس کے متعلق بیان ہے کہ ہر لطیفہ میں دس دس ہزار حجابات ظلمانی و نورانی ہیں اور لطائف چھ ہیں ان کے علاوہ لطیفہ قالبیہ کو ملا کر سات لطیفے ہیں تو ہر لطیفے کے دس ہزار، تو سات لطیفے کے ستر ہزار حجابات ہو گئے جب ذاکر خلوص وصدق بطلب و فکر ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو ذکر سے ظلمت دفع ہوتی ہے اور لطیفہ کا نور سالک کو نظر آتا ہے ۔ یہ علامت ان حجابات کے اٹھ جانے کی ہوتی ہے۔ مثلاً حجاب نفس کا شہوت ولذت ہے اور حجاب دل کا نظر کرنا غیرِ حق پر ہے۔ حجاب عقل کا معانی فلسفہ میں خوض و غور کرنا اور حجاب روح کا مکاشفات ہیں عالم مثال کے وعلیٰ ہٰذا ان میں سے کسی کی طرف التفات نہ ہو مقصودِ حقیقی کی طرف

متوجہ رہے اور غیر مقصود کی نفی کرتا رہے۔
اسی کو مولانا رومیؒ نے فرمایا ہے۔

عشق آن شعلہ است کو چوں بر فروخت
ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

تیغ لا در قتل غیر حق براند ∴ در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت ∴ مرحبا اے عشق شرکت سوز رفت

عشق وہ شعلہ ہے کہ جب وہ روشن ہو جاتا ہے تو معشوق کے سوا سب کو نذر آتش کر دیتا ہے۔ غیر اللہ پر لا کی تلوار چلا اور پھر دیکھ کہ لا کے بعد کیا رہتا ہے بس الا اللہ رہ جائے گا باقی سب ختم ہو جائے گا۔

مراتبِ حجابات

حجابات کے چار مرتبے ہیں (۱) ناسوت (۲) ملکوت (۳) جبروت (۴) لاہوت۔ اصل یہ ہیں۔ ایک اور بعض نے کہا ہے (۵) ہاہوت
۱۔ ناسوت۔ یہ عالم انسان ہے (۲) ملکوت عالم ملائکہ ہے۔
۳۔ جبروت مرتبۂ تفصیل صفات ہے (۴) لاہوت مرتبۂ اجمالِ صفات ہے
۵۔ ہاہوت مرتبۂ ذاتِ حق ہے۔

Marfat.com

انتباہ یہ حجابات دراصل مقاماتِ سلوک نہیں ہیں بلکہ مراتبِ وجود ہیں۔ ہاہوت و لاہوت و جبروت کا طے کرنا تو انسان سے محال ہے ذات وصفاتِ حق کے مراتب کون طے کرسکتا ہے کیوں کہ ممکن جو ذاتِ انسان ہے اس کا ذاتِ وجوب حق کی طرف انقلاب لازم آتا ہے اور یہ محال ہے۔ اور ناسوت کے طے کرنے کی ضرورت ہی نہیں اس میں تو آپ موجود ہی ہیں اور ملکوت میں پہنچنا ممکن تو ہے مگر اختیاری نہیں بعد موت کے خود بخود ہر شخص وہاں پہنچ جائے گا۔ مرتبہ لاہوت مرتبہ جبروت غیر مخلوق ہیں۔

غیر صفاتِ اجمالیہ و تفصیلیہ اس کا جسقدر انکشاف ہے وہ بیشک مقصود ہے اب اور مرتبے جو مخلوق ہیں وہ حجاب ہیں ایک حجابِ ملکوتی جو کہ وہ حجابِ نورانی ہے دوسرا مرتبۂ ناسوتی ہے جو کہ وہ حجابِ ظلمانی ہے اور مرتبۂ ناسوتی جو کہ نہایت گھٹیا حقیر ہے وہ کچھ ایسا حاجب نہیں کیوں کہ شئے حقیر کی طرف کیا نظر لیکن مرتبۂ ملکوتی کہ وہ نورانی ہے باعظمت ہے وہ زیادہ حاجب ہے۔ غرض دونوں قابلِ التفات نہیں۔ نہ نورانی نہ ظلمانی۔

سیر الی اللہ و سیر فی اللہ تعلق مع اللہ کے دو درجے ہیں ایک سیر الی اللہ یہ تو محدود ہے دوسرے سیر فی اللہ یہ غیر محدود ہے۔ سیر الی اللہ یہ ہے کہ نفس کے امراض کا علاج شروع کیا یہاں تک کہ شفا ہوگئی۔ امراضِ نفس کا ازالہ

Marfat.com

ہوگیا۔ اور اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہوگیا اور ذکر و شغل سے تعمیر شروع کی یہاں تک کہ وہ انوارِ ذکر سے معمور ہوگیا۔

یعنی تخلیہ و تحلیہ کے قواعد اور ارتفاع موانع اور معالجۂ امراض سے واقف ہوکر نفس کی اصلاح ہوگئی کہ اعمال صالحہ کی رغبت طبعیت ثانیہ بن گئی اعمال و عبادت میں سہولت ہوگئی انسیت و تعلق مع اللہ حاصل ہوگیا تو سیر الی اللہ ختم ہوگئی اس کے بعد سیر فی اللہ شروع ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات وصفات کا حسب استعداد انکشاف ہونے لگا تعلق سابق میں ترقی ہوئی اسرار و حالات کا ورود ہونے لگا یہ غیر محدود ہے یہ وہ تعلق ہے کہ جس کے متعلق کہا گیا ہے ؎

بحر یست بحرِ عشق کہ ہیچش کنارہ نیست

اینجا جُز اینکہ جاں بسپارند چارہ نیست

یعنی عشق کا سمندر ایک ایسا سمندر ہے کہ جس کا کوئی کنارہ نہیں یہاں سوائے جان سونپ دینے کے کوئی چارہ نہیں۔

صُوفی

خیر القرون میں صحابی، تابعی، تبع تابعی امتیاز حق کے لئے کافی القاب تھے۔ پھر خواص کو زہّاد، عُبّاد کہنے لگے۔ پھر جب فتن و بدعات

Marfat.com

کا شیوع ہوا اور اہل زیغ بھی اپنے کو زہاد، عباد کہنے لگے۔ اس وقت اہلِ حق نے امتیاز کے لئے صوفی کا لقب اختیار کیا۔ اور دوسری ہی صدی میں اس لقب کی شہرت ہو گئی۔ لفظ صوفی۔ صُوف، صفاء صُفہ سے مشتق (بنایا گیا) ہے۔

جذب اور سلوک

تربیت کے دو طریق ہیں ایک جذب دوسرا سلوک جذب یہ کہ طالب پر ذکر و فکر و شغل و مراقبہ کے ذریعہ محبت کا غلبہ کیا جاوے اور اعمالِ زائدہ نافلہ میں کم لگایا جاوے اور اس طریقِ محبت کے ذریعہ اس کو مقصود تک پہنچایا جاوے دوسرا طریق سلوک ہے وہ یہ کہ تلاوتِ کلام پاک اور نوافل و ذکر وغیرہ میں زیادہ مشغول کیا جاوے۔

مُدارات و مُداہنت

مُدارات کا حاصل اہل جہل کے ساتھ نرمی کرنا ہے تاکہ وہ دین کی طرف آجائیں اور اہلِ شر کے ساتھ نرمی کرنا ہے۔ تاکہ ان کے شر سے حفاظت رہے اور یہ دونوں صورتیں محمود و مطلوب ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اوّل تو یہ خود دین میں مقصود ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ مقصود میں معین ہے کہ کیوں کہ کسی شریر کی ایذاء میں مبتلا ہو جانے سے احیاناً طاعت میں بھی اور اکثر تبلیغ میں بھی خلل پڑ جاتا ہے۔

مداہنت یہ ہے کہ بد دینوں کے ساتھ نرمی کرنا تاکہ ان سے مال و جاہ کا نفع حاصل ہو یہ ناجائز و حرام ہے۔

Marfat.com

اِنتباہ مدارات حضراتِ صوفیاء کے خاص اَخلاق میں سے ہے۔

نسبت اس کے لُغوی معنیٰ لگاؤ اور تعلق کے ہیں اور اصطلاحی معنیٰ ہیں بندہ کا حق تعالیٰ سے خاص تعلق یعنی قبول و رضا کا تعلق اور بندہ کا تعلق حق تعالیٰ کے ساتھ طاعت و ذکر کا۔ اس کو یوں سمجھو جیسے عاشقِ مُطیع اور وفادار معشوق میں تعلق ہوتا ہے۔

طریقِ حصولِ نسبت جب ذکر اللہ کی کثرت اور مجاہدات و ریاضات کی کثرت سے ظلماتِ نفسانیہ و کدوراتِ طبعیہ کا ازالہ ہو جاتا ہے تو قلب و روح کو حق تعالیٰ کے ساتھ ایک مخصوص تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کو نسبت سے تعبیر کرتے ہیں اور اسی نسبت کے پیدا ہو جانے کا نام وُصُول ہے۔

اِنتباہ جب نسبت تعلقِ طرفین کا نام ہے۔ یکطرفہ تعلق کو نسبت نہیں کہتے۔ تو بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ان کو خدا تعالیٰ کے ساتھ محض یاد کا تعلق ہوتا ہے اور یہ تعلق یکطرفہ ہے۔

دوطرفہ تعلق جو ہوتا ہے وہ عمل و اطاعت سے ہوتا ہے جب انسان عمل و اطاعت کرتا ہے اس وقت حق تعالیٰ کو بھی اس سے تعلق ہو جاتا ہے اور اس کا اِلقاء ایک دم نہیں ہوتا بلکہ رفتہ رفتہ ہوتا ہے کہ دیکھنے والوں کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ البتہ اس کی ظاہری علامت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تمام افعال و اقوال، اعمال و احوال میں زیادہ تشبّہ

دیکھا جاوے ہر ہر بات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع کی کوشش ہوا ور یہ اتباع عادت ہو جاوے کہ بے تکلف سُنت کے موافق افعال صادر ہونے لگیں۔

سُکر و صَحو

سُکر یہ ہے کہ وارد غیبی سے ظاہری و باطنی احکام میں امتیاز اُٹھ جاوے۔

صَحو۔ اس امتیاز کا عود کر آنا صَحو ہے۔

سُکر کا واقعہ اور مثال رواہ الترمذی

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا دریا کی کیچڑ فرعون کے منہ میں ٹھونسنا ہے اس اندیشہ سے کہ اس کو رحمت الٰہیہ نہ پائے۔ باوجودیکہ مدار، قبول ایمان کا قلب پر ہے بعد اجتماع شرائط۔ پھر بھی اس کے منہ میں کیچڑ دینا، یہ غلبہ سُکر ہی کے سبب سے تھا اور اس غلبہ کا سبب غایت درجہ بغض فی اللہ تھا۔

اسی طرح دوسری مثال اور واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کا ہے کہ جب عبداللہ بن اُبی منافق کے جنازے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے منع نہیں فرمایا۔ (بخاری مسلم ترمذی، نسائی)

یہاں پر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قلب پر بغض فی اللہ کا ورود ایسا قوی ہوا کہ ان کو اس طرف التفات ہی نہ ہوا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قولاً فعلاً کیا معاملہ کر رہا ہوں۔ صورۃً ادب سے مُستبعَد ہے اور ایسی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معذور رکھا۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حالتِ صحو میں آئے تو حدیث شریف میں ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو بعد میں اپنی اس جرأت پر تعجب اور ندامت ہوئی۔

غلبۂ حال

یہ غلبہ جس طرح ناقصین کو ہوتا ہے اسی طرح گاہے کاملین کو بھی ہو جاتا ہے بلکہ بعض دفعہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام پر بھی غلبہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ واقعۂ بدر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح کی دُعا فرما رہے تھے اسمیں یہ بھی فرمایا اِنْ تَہْلِکْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْیَوْمِ۔ یعنی اے اللہ اگر یہ مختصر جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر آج کے بعد سے کوئی آپ کی عبادت نہ کرے گا۔ یہ اسی لیے فرمایا تھا کہ اس وقت آپؐ پر غلبۂ حال تھا۔

Marfat.com

آپ کی اُمت کے بعض کاملین پر بھی غلبۂ حال ہوا۔ چنانچہ حضرت بایزید بسطامیؒ کا قصہ مشہور ہے کہ انہوں نے حالتِ سکر میں سُبحانی مَا اعظم شَانی کہا تھا۔ لیکن ان حضرات کاملین کو ایسا غلبۂ حال نہیں ہوتا کہ مسلوب الحواس ہو جائیں۔ ذرا سے محرّک سے حالتِ سُکر مُبدّل بصحو ہو جاتی ہے

انتباہ حالتِ صحو میں ضبط واجب ہے، اخفاء حال لازم ہے اور حالتِ سُکر کے بعد حضرات صوفیاء صحو میں آکر اس کا تدارک توبہ وغیرہ سے کرتے ہیں گو توبہ ضروری نہیں ہوتی چونکہ حالتِ سُکر، غلبۂ حال اور معذوری کی حالت ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ بہر حال کلماتِ غیر مشروعہ کا صدور ہوا تو اس کا تقاضا معذرت ہے اس لیے یہ حضرات اس تقاضا کو پورا فرماتے ہیں۔ یہ ایسا ہے جیسے کہ بلا اختیار کسی بزرگ کو کسی شخص کی ٹھوکر لگ جائے تو یہ شخص معلوم ہونے پر شرماتا ہے اور معذرت کرتا ہے علاوہ اس کے یہ بھی ہے کہ مخلوق کو ضلالت سے بچانا اور محفوظ رکھنا ہوتا ہے اس لیئے بھی یہ حضرات تلافی کرتے ہیں چنانچہ حضرت بایزید بسطامیؒ جب حالتِ صحو میں آئے اور معلوم ہوا کہ میں نے حالتِ سُکر میں سبحانی مَا اَعظَم شَانی کہا تھا تو اس کا تدارک فرمایا جیسا کہ ان کے ملفوظات میں یہ نقل ہے کہ اِنْ قُلْتُ سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ فَاَنَا مَجُوْسِیٌّ فَاَقْطَعُ زُنَّارِیْ وَاَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی اگر میں نے سبحانی الخ کہا ہے تو میں مجوسی ہو گیا اس لئے میں زُنّار توڑتا ہوں اور اَشہد الخ پڑھتا ہوں۔

Marfat.com

قبض و بسط

واردات کا کسی مصلحت سے منقطع ہو جانا۔ خوف کا بڑھ جانا کہ محبوب کی تجلیِّ جلالی یعنی عظمت و استغناء کے آثار کا وارد ہونے سے قلب کا گرفتہ ہونا۔ گھٹن، بھچاوٹ، روکھی روکھی سی کیفیت ہونا دل کا بے رونق و منقبض ہونا، قبض کہلاتا ہے۔

دلیل ثبوتِ قبض یہی وہ حالت تھی جو حضرت کعبؓ پر غزوہ تبوک میں عدم شرکت کے باعث طاری ہوئی تھی جس کو ضیقِ ارض اور ضیقِ نفس سے تعبیر فرمایا ہے۔

اسبابِ قبض قبض کے اسباب مختلف ہوتے ہیں۔ عدم رضائے حق ہی پر انحصار نہیں ہے پس حالتِ قبض جیسے سُوءِ اعمال کی وجہ سے طاری ہوتی ہے کہ طاعات میں لذت مفقود ہو جاتی ہے ۲ اسی طرح کبھی یہ حالت فتور و کسل و ملال کی وجہ سے بھی طبعاً پیش آجاتی ہے۔ ۳ کبھی امتحاناً یہ حالت پیش آجاتی ہے کہ یہ سالک حق کا طالب ہے یا لذت کا تو منجانب اللہ یہ حالت طاری اور وارد کی جاتی ہے جس سے امتحان مقصود ہوتا ہے

Marfat.com

(۲) بعض دفعہ سالک کی اصلاح کے لئے یا سنبھالنے کے لئے بھی بسط کو سلب کر لیا جاتا ہے تاکہ عُجُب و کبر میں مبتلا نہ ہو۔

انتباہ ہمارے دادا پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی ثم مہاجر مکی قدس سرہٗ العزیز کا ارشاد ہے جس کو اس فقیر کے شیخ حضرتِ حکیم الامت التھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے نقل فرمایا کہ قبض حقیقۃً بصورتِ قہر لطفِ الٰہی ہے۔ یعنی صورۃً قہر ہے حقیقۃً مہر ہے۔ اسی کو مولانا رومیؒ نے فرمایا ہے۔

چونکہ قبضے آیدت اے راہ رو ✤ آں صلاح تست آئس دل مشو

کہ اے سالک جب تجھے قبض پیش آوے تو اس سے دل گرفتہ اور ناامید نہ ہو کیوں کہ وہ تیری اصلاح کا ذریعہ ہے۔

انتباہ قبض منافع میں بسط سے بھی زیادہ ہے۔ گو وہ منافع بالفعل معلوم نہ ہوں۔ آگے چل کر معلوم ہو جاتے ہیں۔ اور بالفرض معلوم نہ بھی ہوں۔ تو مقصود تو حاصل ہے اور حصول ہی مقصود ہے نہ کہ حصول کا علم۔

قبض کے منافع غایتِ انکسار، عبدیت کے آثار، مثل مشاہدہ عجز و انکسار، ضُعف اور غلبہ انکسار و افتقار و فنائے دعویٰ کیا خوب کہا ہے ؎

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ ✤ جز شکستہ می نگیرد فضلِ شاہ

یعنی عقل و سمجھ کو تیز کرنا کوئی راہ نہیں ہے (اس سے مقاصد و

اَسرار حاصل نہیں ہوتے) بس شکستہ دل کے سوا بادشاہِ حقیقی کا فضل کوئی حاصل نہیں کرسکتا۔ یعنی اس کا فضل متواضع منکسر القلوب لوگوں پر متوجہ ہوتا ہے۔

اسی کو حق تعالیٰ بطور وعدہ فرماتے ہیں حدیث قدسی ہے اَنَا عِنْدَ الْمُنْکَسِرَۃِ قُلُوْبُھُمْ کہ میں ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس ہوں۔ انکسار والے دلوں کے پاس ہوں۔

قبض سے عُجب کا علاج ہوتا ہے، عبدیت کی حقیقت کا اس میں انکشاف و مشاہدہ ہوتا ہے، فنا، تہیدستی کھلی آنکھوں نظر آتی ہے اور بھائی بڑی بات یہ ہے کہ اختیاری امور و اعمال کی پابندی ایسے ہی وقت دیکھنے کے قابل ہے اور محل امتحان ہے پس اگر اس امتحان میں پاس ہوگیا تو اعلیٰ درجہ کے نمبر کا مستحق ہوگیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اعلیٰ مقامات حاصل ہوں گے۔ قربِ خاص عطا ہوگا۔

بَسْط

قبض کے مقابل حالتِ بَسْط ہے۔ یعنی آثارِ لُطف و فضل کے ورود سے قلب کو سُرور و فرحت ہونا بسط ہے۔

مُشَاھَدَہ :- کسی امر کے استحضار اور خیال کا قلب پر غالب اور

Marfat.com

قوی ہو جانا مشاہدہ کہلاتا ہے۔

دلیل جیسے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوتے ہیں اور آپ جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں تو اس وقت ہم ایسے ہوتے ہیں گویا کھلی آنکھوں جنت و دوزخ کو دیکھ رہے ہیں۔ تو حضرت حنظلہ رضؓ کے اس ارشاد سے مراد یہی غلبۂ استحضار ہے مشاہدہ کے لغوی معنیٰ مراد نہیں۔ بعضے ناواقفی سے غلطی میں پڑ جاتے ہیں کہ مشاہدہ بمعنیٰ رویت سمجھ کر الجھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جنت میں ہوگا دنیا میں نہیں ہوسکتا۔

حکمت و مصلحت یہ مشاہدہ جس کا حاصل غایتِ استحضار سے قوت کے ساتھ قلب پر ایک حضوری کی کیفیت وارد ہو جانا ہے یہ مثل اسی ظاہری مشاہدہ اور رویت کے ہوتا ہے اس لیے اس کا ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ اور سالک کو اس سے بہت کچھ تسلی ہو جاتی ہے اس لئے یہاں عالم دنیا کے اعتبار سے اس استحضارِ تام ہی کو مشاہدہ کہا جاتا ہے۔

البتہ اس کا دوام بندہ کی مصلحت کے خلاف ہے کیونکہ بندہ کو دوام مشاہدہ کا تحمل نہیں اس لئے کہ دنیا میں تجلیِ دائمی سے بندہ مغلوب ہو جاتا ہے اور ہر وقت ایک استغراقی کیفیت طاری رہتی ہے اور مغلوبیت میں اعمال کے اندر کمی آجاتی ہے جس سے قرب کم

ہو جاتا ہے کیوں کہ مدارِ قرب اعمال پر ہی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس مشاہدہ حضور و رُویت سے منع تو کیا نہیں کیوں کہ یہ سالک کے لئے اشد ہے بلکہ یہ کیا کہ سالک کو مخلوق کی طرف بادائے حقوق متوجہ کر دیا۔ جنت میں بھی بعض اوقات لذائذ نفس کی طرف متوجہ کر دیں گے۔

اس کو اس مثال میں سمجھو کہ محبوب، معشوق نے دیکھا کہ عاشق بڑے غور سے اور بڑی دیر سے مجھ کو دیکھ رہا ہے اب محبوب کو اندیشہ ہوا کہ زیادہ نظر جما کر دیکھنے سے مر نہ جائے۔ اب اگر دیدار سے منع کرے تو یہ بہت سخت ثابت ہوگا اس میں سخت بے چینی ہو گی اور اس میں بھی وہی اندیشہ ہے کہ مر نہ جائے۔ اس لیئے بجائے روکنے کے یہ کیا کہ خدمت میں لگا دیا کہ عاشق کو بازار بھیج دیا کہ جاؤ مٹھائی لے آؤ اس طرح اس کو محبوب سے کچھ استتار ہو گیا مگر کیفیتِ شوق میں اعتدال ہو جائے گا۔ اور تعمیلِ حکم محبوب کی بھی ایک خاص لذت ہے جو کہ قریب لذتِ دیدار ہی کے ہے اس طرح صاحبِ مشاہدہ کے لئے اللہ تعالیٰ محبوبِ حقیقی نے حضورِ تام تجلی کو باقی رکھ کر دیدار و مشاہدہ سے منع نہیں کیا بلکہ تجلی کو مستتر کر دیا اور عُشاق کو دوسری طرف متوجہ کر دیا تاکہ عشاق کے دل پھٹ نہ جائیں اور شوق معتدل رہے۔

حقائق و معارف

حقائق و معارف وہ مقبول ہیں جن کو شریعت رد نہ کرے۔ چنانچہ ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہیں کہ جو کتاب و سنت کے خلاف ہو میں اس کو قبول نہیں کرتا

Marfat.com

ابو خرازؒ کا قول ہے کہ جو باطن ظاہر کے خلاف ہو وہ باطل و مردود ہے ان علوم کی دلیل کشف ہے۔

طریقِ حصول اگر کسی کو شوق ہو تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع میں بمنزاولت لگ جاوے تو خود ہی حقائق اور معارف منکشف ہو جاویں گے اور یہ حال ہوگا مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

بینی اندر خود علوم انبیاء
بے کتاب و بے معید و اوستاء

یعنی بغیر تعلیم و تعلّم بغیر معلّم انبیاء علیہم السلام کے علوم منکشف ہو جائیں گے غرض یہ حقائق جن کو بھی حاصل ہوئے ہیں محض اطاعت ہی سے حاصل ہوئے ہیں۔

مثال مثال میں یوں سمجھو موٹی بات ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کا پورا مطیع ہو کر محبوب ہو گیا تو بادشاہ اسے خود ہی کبھی اپنے محل کی سیر بھی کرا دے گا کہ دیکھو یہ خزانہ ہے اور یہ چور دروازہ ہے۔ یہ ہماری بیگمات کی قیام گاہ ہے۔ یہ آرام گاہ ہے۔ تو بس اس کے حصول کا طریق یہ ہے کہ اپنے کو بادشاہِ حقیقی کے سامنے بالکل فنا کر دے اور اپنی عقل و فہم کو ناقص سمجھ کر چھوڑ دے اور کچھ دنوں خاک ہو کر دیکھے کیا ہوگا۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ ٭ خاک شو تا گُل بروید رنگ رنگ

Marfat.com

یعنی موسم بہار میں پتھر کب سرسبز ہوتا ہے۔ خاک ہوتا کہ پھر رنگارنگ پھول کھلیں۔ خاک ہو کر دیکھو کہ تمہارے اندر عجیب علوم القاء ہوں گے

تنزّلاتِ ستّہ

یہ ظاہر ہے کہ مصنوعات سے صانع کا ظہور ہوتا ہے۔ مصنوع سے ہی صانع پہچانا جاتا ہے جب یہ بات مسلّم ہے تو ذات باری تعالیٰ میں یہ امر کیوں نہ مسلّم ہو گا کہ اس کی معرفت کا بھی یہی طریق اَسلَم و اَسہل ہے

بس اب دوسری بات سمجھو کہ صانع میں ایک مرتبہ ذات کا ہے اور ایک صفات کا۔ پھر صفات میں بھی ایک مرتبہ جامعیت اور اجمال کا ہوتا ہے اور ایک مرتبہ تفصیل کا۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ ہمیشہ ذات کا پتہ و نشان صفات سے لگا کرتا ہے اور اجمال کا پتہ تفصیل سے چلتا ہے

جب یہ باتیں سمجھ میں آگئیں تو اب سمجھے کہ مخلوقات سے خالق برتر اللہ تعالیٰ کے وجود کا ہم کو علم ہوا تو اس ظہور علوم کے اعتبار سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم یعنی ظہورِ علمی مخلوقات سے ہوا پھر اسی قاعدہ کے موافق اللہ تعالیٰ کی صفاتِ تفصیلیہ سے صفاتِ اجمالیہ کا اور ان صفات اجمالیہ سے ذات کا پتہ لگے گا۔ لہٰذا اب یوں کہہ سکتے ہیں

Marfat.com

کہ اوّل ظہور اللہ تعالیٰ کا صفات جامعیہ واجمالیہ سے ہوا پھر صفات تفصیلیہ سے ہوا پھر مخلوقات سے ہوا۔

اب مخلوقات میں ایک عالم ارواح ہے۔ ایک عالم اجسام۔ چونکہ ان میں غایت لطافت وکثافت کی وجہ سے کہ عالم ارواح لطیف ہے، عالم اجسام کثیف ہے کوئی مناسبت نہیں ہے اس لئے ان میں تعلق کے لئے ایک ایسی چیز پیدا کی جس کو دونوں سے مناسبت ہے اور اس کو عالم مثال کہتے ہیں۔ اسی طرح مخلوقات کی ترتیب میں روح پہلے پیدا ہوئی پھر عالم مثال پھر عالم اجسام میں سب سے آخر انسان پیدا ہوا اور اس انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی صفتیں پیدا فرمائیں اس لئے اس انسان کو جامع کہتے ہیں۔

پس جس ترتیب سے مخلوقات پیدا ہوتی گئیں ظہور صانع وخالق کا بڑھتا گیا تو اب یہ کہہ سکتے ہیں کہ بعد ظہور مرتبہ صفات تفصیلیہ کے عالم ارواح سے ظہور ہوا پھر عالم مثال سے پھر عالم اجسام سے پھر انسان سے۔

اس طرح دو مرتبے تو ظہور کے صفات میں تھے اور چار مخلوقات میں۔ یہ چھ ظہور علی الترتیب ہوئے، ان ہی چھ ظہور کو تنزلات ستہ کہتے ہیں۔ تنزل ان حضرات صوفیاء کی اصلاح میں ظہور کو کہتے ہیں نہ کہ آسمان سے زمین پر آنے کو۔ بلکہ انسان کے اندر ظہور حق یعنی صفات حق آجانے کو تنزل یعنی ظہور کہہ سکتے ہیں حلول نہیں اس کا اعتقاد تو کفر ہے۔

پس تنزلات کے تو چھ مرتبے ہوئے اور وجود کے سات مرتبے ہیں کیوں کہ ایک مرتبہ وجود کا خود ذات حق ہے اس مرتبہ ذات حق کو

Marfat.com

یاہوت کہتے ہیں۔ اور مرتبہ[۲] صفاتِ اجمالیہ کو لاہوت، اور[۳] حقیقتِ محمدیہ اور مرتبہ صفاتِ تفصیلیہ کو جبروت اور اعیانِ[۴] ثابتہ د حقیقتِ آدم اور عالمِ ارواح اور عالمِ مثالی کو ملکوت اور[۵] عالمِ اجسام کو ناسوت اور[۶] عالمِ انسان کو مرتبہ جامعہ کہتے ہیں۔

اِنتباہ یہ سب اصطلاحی الفاظ ہیں ورنہ یقینی بات ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت آدم علیہ السلام مخلوق الٰہی سے ہیں نہ کہ صفاتِ الٰہی سے۔ ذات وصفاتِ الٰہی میں ترتیب صرف اعتباری ہے یہ نہیں کہ کسی وقت میں صفاتِ الٰہی اللہ تعالیٰ میں نہ تھیں نعوذ باللہ پھر دفعتہً پیدا ہوگئیں اسطرح توصفات کا حادث اور مخلوق ہونا لازم آوے گا اور یہ اعتبار بالکل باطل ہے البتہ مخلوق ہرطرح حادث ہیں

تجددِ امثال ایک ہی چیز کا نئے نئے طور پر آتے رہنا لیکن غایت اتصال و تشابہ کے سبب امتیاز نہ ہونا۔ یہ تجدد امثال ہے اب سمجھئے کہ مخلوقات اپنے وجود میں ہر وقت فیضانِ الٰہی کی محتاج ہے۔ اگر ادھر سے وجود کی حفاظت نہ ہو تو فوراً نیست و نابود ہوجائے تو اہلِ کشف کی تحقیق یہ ہے کہ وجود ہر آن میں جُدا آتا ہے مگر اتصال اور وجودات کے تشابہ باہمی کی وجہ سے تغایر و امتیاز نہیں ہوتا اور نہ ہی درمیان کا عدم بوجہ غایتِ اتصال، معلوم ہوتا ہے۔

مثال اس کی ایسی مثال ہے جیسے کہ چراغ ہے کہ اس میں بتی ہے اس بتی کے سرے پر جو آگ کا شعلہ (لو) ہے اس میں چراغ سے ہر وقت نیا تیل آتا ہے اور وہ فنا ہوکر دوسرا آتا

ہے۔ اسی طرح تمام تیل ختم ہوجاتا ہے مگر احساسی طور پر نہیں ہرگز معلوم نہیں ہوتا کہ پہلا تیل کب فنا ہوگیا اور دوسرا کب آیا اسی کو تجدد امثال کہتے ہیں۔

وَحدۃُ الوُجُود

وُجُودِ حقیقی ذاتِ واجب و اَحد کے لئے ہے۔ دوسرے موجودات ممکنات جو بالذات معدوم تھے ذاتِ واجب کے ایجاد سے بعد العدم موجود ہوئے تو جس طرح اپنے وجود میں ذاتِ واحد واجب کے محتاج ہوئے اسی طرح اپنے بقاء میں بھی محتاج ہیں اور ہر وجود حیات میں ذی افتقار الی الذات الواجب ہے۔ پس ایسی ذاتِ واجب کے روبرو دوسرے موجودات کا وجود نہایت حقیر و ضعیف اضعف وانقص و مضمحل ہوتا ہے اور کالعدم ہوتا ہے۔ یہی معنیٰ ہیں وحدۃ الوجود کے یعنی کل ممکنات تو موجود ظاہری ہیں لیکن حقیقت میں کوئی موجود نہیں ہستیٔ کامل کے ساتھ کوئی موجود نہیں بجز ذاتِ حق کے، اسی کو ہمہ اُوست سے تعبیر کرتے ہیں بمطابق محاوراتِ روزمرہ جیسے کوئی حاکم ضلع سے یا اور کسی حاکم اعلیٰ سے فریاد کرے اور وہ حاکم کہے کہ تم نے پولیس میں رپورٹ کی، تم نے وکیل سے مشورہ کیا؟ اور وہ فریادی کہے

کہ جناب میرے تو پولیس، وکیل، تھانہ، عدالت سب آپ ہی ہیں
ظاہر ہے کہ اس کے کہنے کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ حاکم، وکیل، پولیس سب
ایک ہی ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ وکیل، پولیس یہ سب آپ کے سامنے
قابل شمار نہیں آپ ہی صاحب اختیار ہیں۔ اسی طرح یہاں سمجھ لینا
چاہیے کہ ہمہ اوست کے یہ معنی نہیں کہ سب ہمہ اور وہ او ایک ہیں۔ بلکہ مقصود
یہ ہے کہ ہمہ کی ہستی قابل اعتبار نہیں صرف او کی ہستی قابلِ شمار ہے پس
ہمہ اوست کے یہ معنی ہوئے کہ جتنے موجودات ہیں ہستی تو ان کی بھی ہے
مگر ان کی ہستی اس ذات کامل کے سامنے محض ایک ظاہری ہستی ہے حقیقی
یعنی کامل نہیں تو گو ممکنات موجود ہیں کہ خالق برتر نے ان کو وجود دیا ہے
پھر موجود کیوں نہ ہوتے لیکن وجودِ حق کے سامنے ان کا وجود نہایت ناقص
ضعیف وحقیر ہے اس لئے وجودِ ممکن کو وجودِ حق کے روبرو گو عدم نہ کہیں
لیکن کالعدم ضرور کہیں گے اور جب کالعدم ہوا تو وجود معتدبہ ایک ہی ہوا
یہی معنیٰ وحدۃ الوجود کے ہیں۔ اس کا لفظی ترجمہ ہے وجود کا ایک ہونا
سو ایک ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ گو دوسرا بھی ہے مگر بس ایسا ہی ہے
جیسا کہ نہیں ہے۔ اسی کو مبالغتہً وحدۃ الوجود کہا جاتا ہے۔ بس حضرت
حق جَلَّ وَعَلَا کو حیّ سمجھو اور ممکن کو مثلِ مُردہ۔ چنانچہ مُردہ کی نعش
کسی درجہ میں وجود رکھتی ہے۔ آخر جسم تو ہے ہی مگر زندہ کے سامنے
اس کی کیا ہستی ہے کچھ بھی نہیں زندہ کا محتاج ہے نہ ہلنے حرکت کرنے
کروٹ لینے میں زندہ کا محتاج ہے۔ کپڑے اتارنے نہانے میں زندہ کا

Marfat.com

محتاج ہے کپڑے پہننے میں زندہ کا محتاج ہے ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف چلے جانے میں منتقل ہونے میں زندہ کا محتاج ہے بس مُردہ کی ہستی ناقص ہے اور زندہ کی ہستی کامل اور کامل کے سامنے ناقص بالکل مضمحل اور ناچیز محض ہے یہ حقیقت ہے مسئلہ وحدۃ الوجود کی

اور یہ مرتبہ تحقیق علمی میں توحید کہلاتا ہے۔ جس کی تحصیل د حاصل کرنا محض درجہ تحقیق میں یعنی مرتبہ تحقیق تک رہجانا کوئی کمال نہیں۔

توحید تو بلا اس تحقیق کے عوام کو بھی بہت پختہ علم کے ساتھ حاصل ہے ہاں جب مرتبہ حال میں آجائے کہ سالک کا حال بن جائے تو بے شک انفع ہے کہ اس مرتبہ میں فناء کہلاتا ہے اور یہ البتہ مطلوب ومقصود ہے یہی حاصل وحدۃ الشہود کا ہے جس کی دلالت اس معنیٰ پر بہت ہی ظاہر ہے اس کا ترجمہ ہے ایک ہونا شہود کا یعنی واقع میں تو ہستی متعدد ہیں مگر سالک کو ایک ہی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور سب کالعدم معلوم ہوتے ہیں۔ شیخ سعدیؒ نے بہت واضح مثال میں اس کو سمجھایا ہے کہ جگنو سے کسی نے پوچھا کہ تو رات کو مانند چراغ کے چمکتا ہے دن کو باہر کیوں نہیں نکلتا۔ کہاں گم ہو جاتا ہے ؟ تو جگنو نے بہت ہی اچھا جواب دیا ؎

کہ من روز و شب جز بصحرا نیم
ولے پیش خورشید پیدا نیم

کہ میں رات دن صحرا میں ہی رہتا ہوں لیکن سورج کے سامنے ایسا ہو جاتا ہوں کہ پیدا ہی نہیں ہوا اس کی روشنی کے سامنے میری روشنی

ظاہر نہیں ہوتی۔

پس وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود میں اختلاف لفظی ہے چونکہ وحدۃ الوجود کے معنیٰ عوام میں غلط مشہور ہو گئے تھے۔ اس لیے محققین نے اس کا عنوان بدل دیا۔

دلیل نقلی اس کی یہ ہو سکتی ہے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ جیسا کہ شارح عقائد نسفیہ نے تفسیر کی ہے۔

حقیقتِ احوال وکیفیات

اصلاح باطنی کے ساتھ بہت سے امور اس سے متعلق ہیں۔ ان متعلقات میں سے بعض امور وہ ہیں جو بمنزلہ ثمراتِ غیر اختیاریہ کے ہیں ان کو اصطلاح میں احوال کہتے ہیں۔ مگر یہ دین میں مقصود نہیں اس لیے کہ دین میں مقصود و مطلوب وہ امور ہوتے ہیں جو بدون تحصیل حاصل نہ ہوں بلکہ ان کا حصول صرف اختیار پر موقوف ہو۔

انتباہ اکثر سالکین اس بات سے پریشان ہوتے ہیں کہ ہماری فلاں حالت ضعیف ہو گئی یا فلاں کیفیت زائل ہو گئی

Marfat.com

شاید ہم کو تنزل ہو گیا۔ پھر وہ اس سے مایوس اور شکستہ دل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے خوب سمجھ لیں کہ کاملین محققین نے تحقیق فرمائی ہے کہ حالات کا غلبہ دائم نہیں ہوتا۔ بالخصوص مبتدی کے لئے کہ مبتدی کو بہت تغیر و تبدل پیش آتا ہے۔ جس کو تلوین کہتے ہیں اور اہل تمکین کو بھی گاہے ان کے مرتبے کے موافق حالت میں تفاوت ہوتا ہے یہ لوازم سلوک سے ہے۔ مضر نہیں ہے اس لئے اس سے پریشان نہ ہونا چاہیے کہ پریشانی مضر چیز ہے۔

اِنتباہِ ضروری

سالکین احوال و کیفیات کے فقدان سے پریشان ہوتے ہیں۔ خواہ حاصل ہی نہ ہوں۔ یا حاصل ہو کر ختم ہو جائیں۔ پھر کیفیات طاری نہ ہوں۔ تو یہ فقدان کوئی نقص نہیں بلکہ کمال یہی ہے کہ بدون غلبۂ احوال کے استقامت حاصل ہو۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ تمام سلوک کا مقصد حضرت حق میں فناء ہونا ہے یعنی اپنی صفات کو صفاتِ حق میں فنا کر دینا ہے اور متخلق باخلاق اللہ ہونا ہے۔ ارشاد ہے۔ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ۔ صِبْغَۃَ اللّٰہِ۔

اور ہماری صفات کے دو درجے ہیں ایک مبدء۔ دوسرا منتہا۔ مبدء۔ اِنفِعَال یعنی تاثر کا ہونا ہے اور منتہا فعل ہے۔ مقصود فعل ہے نہ کہ اِنفِعَال۔ اب اس کو یوں سمجھئے کہ مثلاً ہمارے اندر محبت و شفقت کا مادّہ ہے تو اب اس کا ایک تو مبدء ہے دوسرا اس کا منتہا ہے مبدء یہ ہے کہ کسی کی حالتِ مصیبت دُکھ کی دیکھ کر دل دُکھتا ہے یہ

Marfat.com

انفعال اور تاثر ہے۔ اس کے بعد اس شخص کے ساتھ جو ہمدردی کی، اس کی اعانت و امداد کی یہ منتہا ہے۔ جو کہ یہ فعل ہے اور صفتِ رحمت سے مقصود یہی فعل ہے۔ اسی طرح خوف ہے کہ مبدء وہی تاثر و انفعال ہے جو کہ خدا تعالیٰ کے عظمت و جلال کے خیال سے دل پر ہوا، رقت طاری ہوئی، رونگٹے کھڑے ہو گئے، اور منتہا اس کا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے رُک گئے یہ فعل ہے اور یہی مقصود ہے۔

اسی طرح محبت ہے کہ اس کا ایک مبدء ہے دوسرا منتہا۔ مبدء یہ کہ دل میں عشق کی دُھن پیدا ہوئی اور محبوب کے خیال میں محویت ہوئی اور یہ اِنفعال و تاثر ہے اور منتہا یہ ہے کہ محبوب کی رضاجوئی کی طلب میں لگ جاوے۔ یہی مطلوب ہے۔

ان مبادی یعنی تاثر و انفعال سے اللہ تعالیٰ پاک ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی صفات میں مبادی نہیں ہوتے۔ بلکہ غایات و نہایات اور صفات کے منتہا، یعنی صرف افعال ہوتے ہیں۔ پس جس شخص کے اندر خوف اور محبت کی کیفیت یعنی اِنفعال کی حالت غالب نہ ہو مگر افعال پر استقامت ہو کہ معاصی سے پوری طرح بچتا ہے اور طاعات کو بجالاتا ہے ــــــــــــ تو اس میں صفات کے مبادی نہیں پائے گئے بلکہ صرف ان کے غایات پائے گئے اور یہ شخص متخلق باخلاق اللہ ہے یہی مقصود ہے اور یہ حاصل بلکہ بدرجہ کاملہ حاصل ہے۔ اور جس شخص میں اوّل مبادی و تاثرات پائے جائیں پھر

Marfat.com

غایات وافعال پائے جائیں تو یہ شخص ابھی اس درجہ کا متخلق باخلاقِ اللہ نہیں ہے اس درجہ کا کامل نہیں ہے۔

انتباہِ اشد ضروری احوال دو قسم کے ہیں محمود اور مذموم معیار یہ ہے کہ جو کیفیت کسی گناہ کے سبب ہو جاوے وہ مذموم ہے اور جو ایسی نہ ہو وہ محمود ہے یعنی کیفیت محمودہ وہ ہے جس سے طاعت میں ترقی ہو

یہ اس لئے کہا کہ بعض اوقات معاصی کیساتھ بھی بعضے احوال نفسانیہ باقی رہتے ہیں جیسے وجد واستغراق، شوق وشگفتگی اور حیرت وغیرہ پس ان کے بقاء سے دھوکہ میں نہ آئے کہ میں ایسا مقبول ہوں کہ معصیت سے بھی مقبولیت میں خلل نہیں پڑا۔ یہ احوال محض کیفیات نفسانیہ مثل فرح وسرور کے کیفیات طبعیہ ہیں اور یہ سب کیفیات دنیوی امور ہیں۔ دین نہیں اور دنیا کا عطا ہوتے رہنا رضا ومقبولیت کی دلیل نہیں۔

ان احوال کو نسبت سے کوئی تعلق نہیں ہے کیوں کہ نسبت معاصی کے ساتھ جمع نہیں ہوتی۔ ایسی کیفیات ظلمانی ہیں ان کا اثر یہ ہے کہ اگر سالک کو اوّل وہلہ میں ان کا احساس نہ بھی ہوا ہو تب بھی سالک سلیم الطبع ان سے خود گھبرا جاتا اور ان کو دفع کر دیتا ہے پھر ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ بخلاف کیفیات نورانیہ کے کہ وہ طاعات کی ترقی کے موجب ہوتے ہیں۔ اس لیئے سالک ان سے متلذذ ہوتا ہے

Marfat.com

ان کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ ان کی طرف التفات کرنے لگتا ہے اس لیے یہ حجاب بن جاتی ہیں مقصود میں۔ لہٰذا ان کو حُجُب نورانیہ کہتے ہیں اور حُجُب نورانیہ، حُجُب ظلمانیہ سے اشد ہیں کیوں کہ پہلے عرض ہو چکا ہے کہ سالک سلیم الطبع ان حُجُب ظلمانیہ کو خود ہی دفع کرتا ہے ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا حُجُب نورانیہ کی طرف متوجہ نہ ہونا چاہیے سالک مقصودِ اصلی سے رہ جاتا ہے۔

پس ان کی طرف متوجہ ہو نہ ان کے دفع کا شدید اہتمام ہو۔ الغرض جو کیفیتِ محمودہ نورانیہ آوے۔ غنیمت جانیں ہاں اپنی طرف سے نہ ان کے خواہشمند ہوں۔ نہ آکر جاتی رہنے پر پریشان ہوں پس اپنے کو خدائے تعالیٰ کے سپرد کریں تفویضِ تام ہو کر جو ہو گا بہتر ہو گا۔ خواہ حصولِ کیفیاتِ محمودہ نورانیہ یا عدمِ حصول۔

الہام کسی حقیقت کا بلانظر و اکتساب قلب میں القاء ہو جانا الہام ہے۔ یا کسی ہاتفِ غیبی کی آواز کا آجانا۔

دلیل حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا میں عمر ہوں اور مجھے تو حاکم بننے کا شوق نہ تھا لیکن مجھے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی وصیت کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب میں اس کا القاء فرمایا تھا۔

انتباہ الہام کی مخالفت سے گناہ تو نہیں ہوتا، مگر دنیا کا ضرر ہو جاتا ہے اور ضرر کی ایک قسم تو یہ کہ دنیوی مال اور جان

Marfat.com

کا ضرر ہو۔ دوسری قسم یہ ہے کہ ذوق و شوق میں کمی آجاوے چوں کہ اس کو بھی دنیا کی شے کہا گیا ہے اور الہام کی مخالفت سے اکثر اسی قسم کا نقصان ہو جاتا ہے اور ذوق و شوق کو جو دنیوی چیز کہا جاتا ہے یہ اس لیے کہ یہ ایک نفسانی کیفیت ہے جو اہلِ دین کے ساتھ خاص و مختص نہیں ہے گو وہ بعض احوال میں مُعینِ دین بھی ہو مگر مطلوب بالذات نہیں بلکہ بعض دفعہ اس کا نہ ہونا اس کے ہونے سے زیادہ بہتر ہوتا ہے۔

فراستِ صادقہ یہ منجملہ احوالِ رفیعہ کے ہے۔ سچی اٹکل جو واقع کیمطابق ہو اس کو فراست کہتے ہیں۔ یعنی ذکر اللہ کی مواظبت و کثرت حسب فرصت و صحت اور تقویٰ کی مداومت سے صفاء قلب حاصل ہوتا ہے اس سے اکثر وجدانی طور پر واقعات کے حقائق مُدرک ہونے لگتے ہیں اس کو فراست کہتے ہیں گویا وہ کشف کا ایک شعبہ ہے۔

دلیل حدیث شریف میں صراحتاً وارد ہے۔ اِتَّقُوا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ (ترمذی شریف) کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیوں کہ وہ نورِ الٰہی سے دیکھتا ہے۔ نورُ اللہ سے مُراد یہی صفاء قلب ہے۔ جس کا سبب ذکر اور تقویٰ ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں ایک شخص نظر بد کر کے حاضر ہوا۔ تو فرمایا۔ مَا بَالُ اَقْوَامٍ یَتَرَشَّحُ الزِّنَا مِنْ اَعْیُنِہِمْ۔ عام عنوان میں ارشاد فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ ان کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے

Marfat.com

یہ وہی فراست کاملہ وصادقہ تھی۔

اہل اللہ کو اس کا بڑا حصہ عطا ہوتا ہے اسی لیئے حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

پیش اہلِ دل نگہدارید دل
تا نباشی پیش آں خوار و خجل

کہ اہل اللہ کے سامنے دل کی حفاظت کرو کہیں وہ حالِ دل پر مطلع ہوجائیں اور وہ اس پر کچھ بیان فرمادیں تو تمہیں شرمندگی ہو۔ چنانچہ ہمارے حضرت شیخ حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کو حق تعالیٰ نے ایسی فراست عطا فرمائی تھی کہ طرز گفتگو سے انداز طبیعت انہیں معلوم ہوجاتا تھا فرمایا کرتے تھے کہ میری سو تجویزوں میں سے سو نہیں تو ننانوے تو ضرور صحیح ہوتی ہیں۔ جن کا اقرار خود اصحاب واقعات نے کیا البتہ دوسروں پر بدون دلیل شرعی حجت نہیں۔ نیز اسی فراست صادقہ کی بنا پر زبانی کلام اور تحریر سے اندرونی امراض کا حال معلوم کرلینا تو اب بھی بہت سوں کو حاصل ہے۔

کشف | یہ بھی ایک حال رفیع ہے جب کہ اتباع شرع کے ساتھ ہو عالم غیب کی اشیاء کا منکشف ہونا کشف کہلاتا ہے

دلیل | بخاری و مسلم و ترمذی شریف میں حضرت انس بن نضرؓ کا قول مروی ہے فرمایا کہ میں جبل احد کے پیچھے سے جنت کی خوشبو پاتا ہوں اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے غزوہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائیں بائیں ، دو شخص دیکھے جن پر سفید کپڑے تھے اور سخت لڑائی لڑ رہے تھے میں نے ان کو نہ پہلے کبھی دیکھا تھا نہ بعد میں دیکھا یعنی وہ دونوں فرشتے جبرئیل و میکائیل علیہما السلام تھے (بخاری مسلم) ان کا حضرتِ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نظر آ جانا حدیث میں صراحتہً مذکور ہے تو مدلولِ حدیث کشفِ ملائکہ ہے۔

کشف دو طرح پر ہے کشفِ کونی۔ کشفِ الٰہی۔ کشفِ کونی یہ کہ باوجود بُعدِ مکانی یا زمانی کے کسی کسی چیز کا حال معلوم ہو جائے۔ وہ بُعدِ مکانی یا زمانی اس کے لئے حجاب نہ رہے۔ کشفِ الٰہی یہ کہ علوم و اسرار و معارف متعلق سلوک کے یا متعلق ذات و صفات کے اس کے قلب پر وارد ہوں یا عالمِ مثال میں یہ چیزیں متمثل ہو کر مکشوف ہوں اور وارداتِ غریبہ و مواجید مثل ذوق و شوق محبت و اُنس و ہیبت اور انکشاف اسرار احکام و حسنِ معاملہ فیما بینہ و بین اللہ وغیرہ فائض ہوں۔ یہ علوم کشفِ الٰہی کہلاتے ہیں۔

انتباہ یہ ایسے احوال عجیبہ و عجوبہ ہیں کہ ان کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت گرد ہے۔

انتباہ کشفِ کونی، کشفِ الٰہی کے سامنے نہ لذت میں اس کے گرد کو پہنچتا ہے نہ قرب میں اس کو کوئی دخل ہے۔

Marfat.com

انتباہ بعض اوقات اہلِ کشف کو خود اپنے کشف کی حقیقت کا ادراک نہیں ہوتا۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملائکہ کا کشف تو ہوا مگر یہ اطلاع نہ ہوئی کہ یہ ملائکہ ہیں۔

یہ انتباہ اور تحقیق اس درجہ کی ہے کہ جو شخص اس سے آگاہ ہو جائے گا وہ کشف میں اپنی فہم و رائے پر ہرگز اعتماد نہ کرے گا اور بہت سی غلطیوں سے محفوظ رہے گا۔

انتباہ بزرگوں کو جو کشف ہوتا ہے ان کے اختیار میں نہیں۔ یہاں تک کہ نبیوں کا کشف بھی ان نبیوں کے اختیار میں نہیں۔ دیکھ لیجئے کہ حضرتِ یعقوب علیہ السّلام کو مدت تک یوسف علیہ السلام کی خبر نہ ہوئی اور جب خبر آنے کا وقت آیا تو میلوں سے حضرتِ یوسف علیہ السلام کے کُرتہ کی خوشبو آنے لگی۔ تو بس معلوم ہوا کہ یہ ضروری نہیں کہ بزرگوں کو ہر وقت کشف ہوا کرے۔

انتباہ یاد رکھیئے کہ کشف ہونا کوئی بڑا کمال نہیں۔ یہ مجاہدہ و ریاضت سے کافر کو بھی ہونے لگتا ہے مجنونوں کو بھی کشف ہوتا ہے اس لئے کشف بالکل قابلِ التفات نہیں ہے۔

کرامت کرامت یہ ہے کہ جو کسی نبی کے متبع کامل سے خلافِ عادتِ الٰہی کوئی بات صادر ہو۔ اور اسباب طبعیہ سے وہ اثر نہ پیدا ہوا ہو۔ خواہ وہ اسباب جلی ہوں یا اسباب خفی ہوں پس

Marfat.com

اگر وہ امر خلافِ عادت نہ ہو یا اسباب طبعیۂ جلّی یا خفّی سے ہو تو وہ کرامت نہیں ہے۔

انتباہ جو شخص اپنے کو کسی نبی کا متبع نہیں کہتا وہ بھی کرامت نہیں جوگیوں ساحروں وغیرہ سے بعض ایسے امور صادر ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر وہ شخص مُدّعی اتباعِ نبی کا تو ہے مگر واقع میں مُتّبع نہیں ہے۔ خواہ اصول میں خلاف کرتا ہو۔ جس طرح اہلِ بدعت، یا فروع میں خلاف کرتا ہو جیسے فاسق فاجر مسلمان۔ اس سے بھی اگر ایسا امر صادر ہو تو وہ بھی کرامت نہیں ہے۔ بلکہ اِستدراج ہے اور یہ سخت مضر ہے کہ یہ شخص خرق عادت ہونے کی وجہ سے اپنے کو کامل سمجھے گا اور اس دھوکہ میں کبھی حق کے طلب کرنے اور اتباع کرنے میں کوشش نہیں کرے گا۔ نعوذُ باللہ یہ بڑا خسران ہے پس کرامت اس وقت کہلائے گی جب کہ اس کا محلِ صدور مومن مُتّبع سنّت کامل التقویٰ ہو۔

انتباہ کرامت کے لیئے نہ اس ولی کو اس کا علم ہونا ضروری اور نہ قصد کا ہونا ضروری ہے اس لیے کرامت کی تین قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ علم بھی ہو قصد بھی ہو۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان مُبارک سے دریائے نیل کا جاری ہونا

دوسری یہ کہ علم ہو قصد نہ ہو جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے فصل بے موسم میوؤں پھلوں کا آجانا۔

Marfat.com

تیسری قسم یہ ہے کہ نہ علم ہو نہ قصد ہو جیسے حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانا اور کھانے کا دوچند سہ چند ہو جانا اسی لئے خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس پر تعجب ہوا جس سے ان کے علم و قصد کا پہلے سے متعلق نہ ہونا ثابت ہوا۔

کرامت کی ان تین قسموں میں سے اوّل پر تصرّف و ہمت کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ دوسری اور تیسری قسم کو تصرّف نہیں کہتے۔ البتہ برکت و کرامت کہیں گے۔

انتباہ بعض اولیائے کاملین کا مقام غلبۂ عبودیت و رضاء کا ہوتا ہے اس لئے وہ کسی شے میں تصرّف نہیں کرتے اس وجہ سے ان کی کرامتیں معلوم نہیں ہوتیں۔ اور بعضوں کو قوتِ تصرّف ہی عنایت نہیں ہوتی بس تسلیم و تفویض ہی ان کی کرامت ہوتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ولایت کے لئے کرامت کا ظہور یا وجود ضروری نہیں چنانچہ بعض صحابہؓ سے عمر بھر ایک بھی خرق عادت کا صدور و وقوع نہیں ہوا۔ حالانکہ حضرات صحابہؓ سب کے سب اولیاء تھے بلکہ تمام اولیاء سے افضل تھے چونکہ فضیلت کا مدار قربِ الٰہی اور اخلاصِ عبادت ہے۔

شیخِ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ بعض اہلِ کرامت نے مرنے کے وقت تمنا کی ہے کہ کاش ہم سے کرامتیں ظاہر نہ ہوتیں تاکہ اس کا عوض بھی آخرت میں ملتا۔ کیوں کہ یہ امر ثابت ہے کہ نعمتِ دنیا میں سے کسی بھی نعمت میں جس قدر کمی رہے گی اس کا اجر و بدلہ

Marfat.com

قیامت میں ملے گا۔

گو بعض اولیاء ایسے بھی ہوئے ہیں کہ انتقال کے بعد بھی ان سے خوارق و تصرفات سرزد ہوتے رہے اور یہ بات حدِ تواتر کو پہنچ گئی ہے۔

شبہ اور اُس کا جواب بعض کہا کرتے ہیں کہ پھر اولیاء کا اولیاء ہونا کس طرح معلوم ہو۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اوّل تو ولایت ایک امر مخفی ہے اس کے معلوم ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ البتہ اگر معلوم کرنے سے مقصود یہ ہے کہ ہم ان سے مستفید ہوں فیض حاصل کریں تو اس کا ایک طریق یہ ہے کہ ان کی صحبت سے شرف حاصل کریں۔ اور ان کی تعلیم کا اتباع کریں۔ جب اپنی حالت روز بروز متغیر پاؤ گے خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ یہ شخص صاحب تاثیر ہے اور اگر کرامت ہی سے معلوم کرنا ہے تو سُنیئے۔

اِنتباہ ضروری کرامت دو قسم پر ہے۔ حِسّی اور مَعنوی عموماً لوگ فقط حِسّی کرامت کو جانتے ہیں اور اسی کو کمال شمار کرتے ہیں اور وہ حسی مثلاً یہ ہے کہ دل کی بات پر مطلع ہو جانا پانی پر چلنا۔ ہوا پر اُڑنا۔ ایک ہی وقت میں دو جگہ یا چند جگہ پر نظر آنا۔ زمین میں دھنس کر اندر ہی اندر تیر کر اوپر آ جانا۔ ذرا سی دیر میں کہیں سے کہیں پہنچ جانا۔ بے موسم پھل لا دینا وغیرہ۔ اور اوپر تفصیل سے بیان آ چکا ہے کہ یہ چیزیں تو ریاضت سے جوگی وغیرہ، غیر مسلموں سے

Marfat.com

بھی صادر ہو جاتی ہیں اور مسلمان فاسق سے بھی بسبب ریاضت یا بسبب شمول امور طبعیہ مثل مسمریزم فری میسن ہمزاد، عملیات نقوش، طلسمات، شعبدات، ادویات کی تاثیراتِ عجیبہ، سحر، نظر بندی، وغیرہ بعض تو ان میں کی محض خیالی چیزیں ہیں۔ اور بعض واقعی بھی ہیں تو اسباب طبیعۃ خفیۃ سے متعلق ہیں۔ کرامت ان سب فضولیات سے پاک ہے۔

طالبِ حق کو بہ نظرِ انصاف قرائن سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان امور میں قوائے طبعیۃ کو دخل ہے یا محض قوتِ قدسیہ ہے یا کسی قوت کو بھی دخل نہیں ہے بلکہ محض غیب سے ظہور ہوا ہے۔ اس لئے کرامتِ حسیّ کو ولی کے پہچاننے کے لئے معیار بنانا اندیشناک ہے اسی لئے جو لوگ ایسی حسیّ خرق عادات کو ولایت کی نشانی گمان کرتے ہیں۔ وہ دجّال کے دجل و فریب اور جال میں پھنس کر معتقد ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ بعض ایسے مولوی بھی جیسا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے فرمایا ہے۔

پس ولی کی ولایت کا معیار کرامتِ معنوی ہے اس کرامت کے ساتھ کرامت حسیّ کا ظہور ہو یا نہ ہو۔ اگر فیض حاصل کرنا ہے تو کرامت معنوی دیکھو۔

کرامتِ معنوی خواص کے نزدیک، اہلِ بصیرت اہلِ نظر کے نزدیک بڑا کمال یہی کرامتِ معنوی ہے۔ یہی اصل ہے جس کا حاصل شریعت پر مستقیم رہنا۔ مکارم اخلاق کا خوگر

Marfat.com

ہو جانا۔ اعمالِ صالحہ، نیک کاموں کا پابندی اور بے تکلفی سے صادر ہونا اَخلاقِ رذیلہ، کبر، حسد، ریا، حقد، کینہ، حُبِّ جاہ، حُبِّ مال، حُبِّ دنیا حرص طمع، طولِ اَمل، غضب وغیرہ تمام صفاتِ مذموم سے پاک ہونا اور کوئی سانس غفلت میں نہ گذرنا۔ اللہ تعالیٰ کا دھیان دل سے نہ اُترنا۔ طاعات کا طبیعت میں جمانا۔ معاصیات کا طبعی نفرت تک پہنچ جانا۔ اتباعِ سنت ہر کام میں بے ارادہ ہونا۔ یہ وہ کرامت ہے جس میں استدراج کا احتمال ہی نہیں ۔ بخلاف پہلی قسم حسّی کے کہ استدراج کا احتمال موجود ہے

اس لیئے کاملین، صدورِ کرامت کے وقت بہت ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ استدراج ہی نہ ہو یا اس سے نفس میں عُجب و پندار نہ ہو جاوے یا اس کی وجہ سے شہرت و امتیاز ہو کر باعثِ ہلاکت نہ ہو جاوے۔

اِنتباہ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ اپنی کرامت کا اخفاء واجب ہے۔ تو جہاں اظہار کی ضرورت ہو یا غیب سے اذن (اجازت) ہو۔ یا حال اس قدر غالب ہو کہ اس میں قصد و اختیار باقی نہ رہے۔ یا کسی مُرید و طالبِ حق کے یقین کا قوی کرنا مقصود ہو وہاں اظہار جائز ہے۔

دلیلِ ثبوتِ کرامت حضرت مریم علیہا السلام کا واقعہ قرآنِ پاک میں ہے۔ ارشاد ہے۔

قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ کہ زکریا

علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ اے مریم یہ چیزیں (بے موسم) تمہارے پاس کہاں سے آئیں۔ مریم نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئی ہیں۔

دوسری دلیل :- بخاری شریف کی ایک طویل حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حارث کی ایک بیٹی سے منقول ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت خُبَیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ انگور کا خوشہ کھا رہے ہیں اور اس وقت مکّہ میں پھل و میوہ کا کہیں پتہ و نشان تک نہ تھا اور وہ خود لوہے میں مقیّد تھے۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اُسَید بن حُضیرؓ اور عَبَّادؓ بن بشیر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تاریک رات میں حاضر تھے۔ جب یہ دونوں آپ کے پاس سے چلے تو ان دونوں کے آگے دو نور ظاہر ہوئے جب دونوں جُدا ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک نور ہو گیا۔

بخاری و مسلم و ترمذی شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اِهْتَزَّ الْعَرْشُ بِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مَعَاذ کہ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال پر عرش ہل گیا۔ اور فرمایا کہ ملائک بھی ان کے جنازہ کو اٹھائے ہوئے تھے۔

پس کراماتِ اولیاء حق اور ثابت ہیں۔ آیات و احادیث میں کرامتیں مذکور ہیں اور بشرطِ اتباعِ شریعت حالاتِ رفیعہ میں سے ہیں

Marfat.com

اگرچہ یہ نہ مقصود ہیں نہ مطلوب اور نہ لازم ولایت، جیساکہ پہلے ثابت کیا گیا ہے۔ چنانچہ بہت سے صحابہؓ سے عمر بھر ایک کرامت بھی واقع نہیں ہوئی حالانکہ وہ سب اولیاء تھے بلکہ تمام اولیاء سے افضل تھے

تنبیہ ضروری یاد رکھیں کہ ولی سے کبھی کبھار کوئی امر ناجائز صادر ہونا بشرطیکہ اس پر اصرار نہ ہو اور تنبّہ کے وقت توبہ کرلے۔ یا کسی اختلافی امر میں غلط شق کو اختیار کرلینا، ولایت وکرامت میں قادح ومُضر نہیں ہے اس کو خوب سمجھ لیں۔

اِستغراق کسی کیفیت کے غلبہ سے ایسا ہو جاناکہ دوسری جانب کی خبر نہ رہے۔ یہ گاہے منتہی کو اور حضراتِ صوفیاء میں سے متوسطین کو اکثر ہوتی ہے۔

دلیل حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی صاحبزادی جارہی تھیں۔ کسی نے پوچھا یہ لڑکی جو آپ کے ساتھ ہے آپکی ہے آپ نے غور سے دیکھ کر فرمایا کہ ہاں گھر والے کہتے تو تھے کہ یہ میری لڑکی ہے۔ اللہ اللہ یہ بھی یاد نہ رہا کہ یہ میری لڑکی ہے گھر والوں کے قول سے اِستدلال کیا۔

اِنتباہ یہ محمود ضرور ہے بشرطیکہ اس استغراق سے کوئی شرعی عیب پیدا نہ ہو۔ مگر یہ خود اپنی ذات میں کوئی بڑا کمال نہیں ہے اگر یہ کوئی بڑا مرتبہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوں نہ فرماتے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ نماز کو طُول دوں مگر نماز میں کسی بچہ کے رونے کی آواز

سُن کر تخفیف کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں پریشان ہو گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ کو استغراق نہ ہوتا تھا۔

وَجد کسی حالت محمودہ عزیبہ کا غلبہ ہونا اور اصلی حالت سے نکال ڈالنا (جیسے دل کا سرور) اصطلاح میں وجد کہلاتا ہے۔

دلیل حدیث شریف میں ایک صحابی کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے اِنِّی اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَہٗ مِنْ غَیْرِیْ صحابی کہتے ہیں فَقَرَءْتُ عَلَیْہِ اس حدیث میں آگے ہے۔ فَاِذَا عَیْنَاہُ تَذْرِفَانِ۔ (صحابی کا بیان ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ دوسرے سے قرآن مجید سُنوں۔ سو میں نے آپ کو سنایا۔ دیکھا تو آپ کے آنسو بہہ رہے تھے۔ (بخاری و مسلم)

دلیلِ دوم رزین کی روایت تلاوت کے بارے میں ہے اِنَّمَا کَانُوْا یَبْکُوْنَ وَیَقْشَعِرُّوْنَ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ۔ کہ وہ حضرات تلاوتِ قرآن کے وقت رویا کرتے اور ان کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جایا کرتے پھر خدا تعالیٰ کی یاد کی طرف ان کے پوست اور قلوب نرم ہو جاتے، تو کاملین کا وجد آیات و احادیث میں مذکور ہے۔

دلیلِ سوم ترمذی شریف جلد ثانی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بے ہوش ہو جانا مروی ہے اس درجہ کا وجد اسلاف میں اتفاقاً ہے قوتِ تحمل کی وجہ سے کم ہی ہوتا تھا۔ البتہ متوسطین اہل

Marfat.com

تصوف میں اس کا وقوع زیادہ ہوتا ہے۔

تَصَرُّف

صَرفِ ہمّت کا نام تَصَرُّف (یعنی کسی چیز کے ظاہر ہونے کے لئے پختگی کے ساتھ خیال کا جمانا) ہے۔ اس میں فاعل، قوّت برقیہ ہوتی ہے جو انسان کے اندر ودیعت رکھی گئی ہے جیسا کہ زمین میں بھی یہ قوّت ہے اور بہت ہے۔ نظر لگنے میں بھی اسی کا اثر و دخل ہوتا ہے۔ مسمریزم بھی اسی کی فرع ہے۔ حاضرات بھی اسی کی فرع ہے شعبدہ بھی اسی کی فرع ہے اور بھی اس قسم کی چیزیں ہیں۔

اور یہ قوت گو بعض میں فطرۃً بھی ہوتی ہے اگرچہ وہ صاحب نسبت بھی نہ ہوں۔ لیکن نادراً۔ اکثر و بیشتر اور عادۃً یہ مشق سے حاصل ہوتی ہے۔ دوسرے کی قوّت اگر قوی ہو تو وہ اسے روک سکتا ہے غرض تَصَرُّف کے طریقوں کا حاصل کرنا مشاقی پر موقوف ہے۔

تَصَرُّف اصطلاحی و مُتعارف سلوک یہ ہے کہ شیخ اپنے قلب کو سب خطرات سے خالی کر کے خاص توجہ کرتا ہے اس میں تصور تصرف

Marfat.com

کے مقصد سے ہوتا ہے۔ اس کے دو درجے ہیں۔ ایک درجہ تو غیر اختیاری ہے وہ یہ کہ دل چاہتا ہے کہ فلاں شخص میں ذوق وشوق، محبتِ حق، خوفِ حق، وغیرہ پیدا ہو جاوے اور اس کے لئے دعا کرے اس میں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن تصرف و توجہ اصطلاحی، سو یہ اختیاری فعل ہے اور یہ گو جائز ہے لیکن ذوقاً پسندیدہ نہیں ہے تاہم بمجبوری بضرورت شرعی، ضرورت کے موافق جائز ہے۔ قاعدہ شرعی ہے الضروریٌ یتقدّرُ بقدرِ الضّرورۃ اور یہ بھی جب ہے کہ طالب صادق مرید میں کوئی ذکر وغیرہ اثر نہ کرے۔ تب شیخ اس تصرف و توجہ سے کام لے کہ باطنِ مرید میں تاثیر کرے جس سے اس کو حق تعالیٰ کی طرف کشش پیدا ہو۔ دوسری اشیائے عالم میں خواہ ہمت سے یا دعا سے

انتباہ یہ تصرفاتِ عجیبہ وغریبہ بدون حصولِ نسبت فناء و بقاء حاصل نہیں ہوتے اس لئے اس اعتبار سے مشاقی یا قوتِ فطری کے ساتھ نافع فی الدین ہونا بھی شرط ہے کیوں کہ سالک کا صوفیا، کا اصل موضوع یہی نفع فی الدین ہے اس لئے مراد بعض تصرفات عجیبہ وغریبہ سے وہی تصرفات و توجہات ہیں جو سلوک سے متعلق ہیں۔

انتباہ بعض مشائخ کے یہاں اس سے بہت کام لیا جاتا ہے لیکن اس کا نفع باقی رہنے والا نہیں ہوتا اور ضرر یہ ہے کہ طالب کیفیت کو نفع سمجھ کر اس کو کافی سمجھنے لگتا ہے اور محنت چھوڑ دیتا ہے کام

Marfat.com

ترک کر دیتا ہے۔

دوسرا نقصان یہ ہے کہ اس وقت قلب میں خدا تعالیٰ کی طرف مطلق توجہ نہیں رہتی اگر رہتی بھی ہے تو بہت ضعیف اور خدا تعالیٰ کی طرف سے قصداً توجہ ہٹانا۔ غیرت کے خلاف ہے۔ خصوص جب کہ نفع بھی کوئی خاص نہیں اور جو کچھ ہے وہ وقتی ہے اور وہ بھی خالص نہیں بلکہ اس میں ضرر بھی شامل ہے۔ بندہ پر حق تعالیٰ کا حق توجہ تام ہے۔ بڑی چیز یہ ہے کہ اس قسم کی توجہ کرنا سنت میں منقول نہیں ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بکثرت منقول نہیں۔

پس مسنون طریقہ اصلاح کا، نصیحت و تذکیر، تدابیر معالجات اور دعاء ہے۔ البتہ اگر ایسا کرنے کی ضرورت ہی ہو جیسا کہ اوپر بیان کیا ہے۔ تو اس کے یہ آداب ہیں۔

۱۔ طالب صادق ہے۔ مجاہدہ میں، ذکر میں مشغول ہے لیکن غباوت ہے آگے نہیں چلتا تو تصرف ہو۔

۲۔ ظاہراً یا باطناً اس پر عُجب نہ ہو۔

۳۔ طالب ضعیف الطبع، ضعیف القلب، ضعیف الاعصاب نہ ہو۔

۴۔ طالب تصرف پر ٹیک نہ لگا بیٹھے کہ بس تصرف سے کام ہوتا رہے گا۔ میں کیا محنت کروں۔

۵۔ شیخ ضعیف الجثہ، ضعیف الاعصاب نہ ہو مریض نہ ہو

Marfat.com

۴ اس میں زیادہ اِشتغال نہ ہو کہ فاعل و مُنفعِل دونوں کے لئے فتنہ ہے بعض ناواقف یوں سمجھتے ہیں کہ فیض پہنچانا شیوخ کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ یہ محض غلط اور باطل خیال ہے جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت شریفہ اِنَّکَ لَا تَھۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ کے بارے میں مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاملہ میں نازل ہوئی ہے جب کہ آپ اپنے چچا ابوطالب کو اسلام کی ترغیب دے رہے تھے۔

اس حدیث شریف سے اس غلطی کی پوری اصلاح ہوتی ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہدایت دینا نہ ہوا۔ تو اوروں میں کب اس کا احتمال ہوسکتا ہے۔ پھر جب کہ نفع دینی ہی ہو جو اصل کام ہے شیخ کا مُستقِلاً خارج از اختیار ہے تو دنیوی نفع استقلالاً اختیار میں کیسے ہوسکتا ہے۔ بہت سے لوگ اس خیال و دھوکہ میں بھی مبتلا ہیں کہ نَعُوذُ بِاللہِ اہل اللہ کو ساری خدائی کا مالک سمجھتے ہیں بدلالۃ النص اسی آیت سے اس کی بھی اصلاح ہوگئی۔

دلیل و ثبوت تصرّف

یہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک لمبی حدیث شریف میں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری یہ حالت دیکھی جو مجھ پر غالب تھی آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا میں پسینہ پسینہ ہوگیا اور خوف سے میری یہ حالت ہوئی کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں تو

Marfat.com

یہ ہاتھ مارنا جس سے یہ حالت پیدا ہوئی تصرُّف ہے۔

خاطِر قلب پر جو وارد ہوتا ہے اس کو خاطر کہتے ہیں۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔

۱۔ خاطرِ حق ۲۔ الہام ۳۔ ہاجس ۴۔ وَسوَاسْ۔

اوّل اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ دوسرا فرشتہ کی طرف سے تیسرا نفس کی طرف سے چوتھا شیطان کی طرف سے۔

عَلَامَت اگر نیک بات دل میں آوے اور اس کے خلاف پر عمل نہ کر سکے تو وہ خاطرِ حق ہے اور اگر خلاف پر عمل کر سکے تو الہام ہے۔ اور اگر بُری بات دل میں آوے تو اگر شہوت، غضب تکبر، ریاء وغیرہ صفات نفس کی طرف رغبت ہو تو وہ ہاجس ہے۔ اور اگر کسی گناہ کی طرف میلان ہووے تو وہ وَسواس ہے۔ اسی کو بعض نے دوسری طرح بھی بیان کیا ہے۔

مُخالفتِ شیخ

حدیثِ قدسی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ عَادٰی لِی وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ کہ جو میرے ولی سے عداوت کرے میں اس سے لڑائی کا اعلان کرتا ہوں۔ جب

عام ولی کے ساتھ عداوت جو کہ وہ خلاف و مخالفت کر کے مخالف ہوتا ہے
اس سے منجانب اللہ تعالیٰ لڑائی کا اعلان ہے جو کہ سخت ترین وعید
ہے۔ تو پھر کیا خیال ہے اپنے شیخ کی مخالفت پر، اس کا کیا اثر ہوگا۔

بیانِ اثراتِ مخالفتِ شیخ

(۱) ایک اثر مخالفت شیخ کا یہ ہوگا کہ شیخ سے محبت و عقیدت میں فتور واقع ہوگا (۲) شیخ کو آزردگی ہوگی۔ اس کا اثر، گو آخرت میں کچھ نقصان نہ ہو مگر دینوی نقصان کا سخت اندیشہ ہے اور روحانیت میں ضعف آنے کا امکان چنانچہ حضرت ابن منصور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت تھے ابن منصور اسرار کو ظاہر کر دیتے تھے۔ ضبط نہ کرتے تھے اور سمجھتے تھے ضبط سے باہر ہے مگر حضرت جنیدؒ جانتے تھے کہ یہ ضبط کر سکتے ہیں عاجز نہیں ہیں۔ ہمت کریں تو ضبط کر سکتے ہیں اسلئے ضبط کرنے کا حکم فرماتے تھے اور تعمیل نہ دیکھ کر ناراض و مکدر تھے خوش نہ تھے تو اگرچہ شیخ کی ناراضگی اور تکدر سے آخرت میں مواخذہ نہ ہو چونکہ مواخدہ گناہ پر ہے ہاں نبی کی ناراضگی سے گناہ ہوتا ہے لیکن شیخ کی ناراضگی سے گناہ نہیں ہوتا مگر شیخ کی ناراضگی سے دنیا میں چین نصیب نہیں ہوتا۔ چنانچہ ابنِ منصور کو کبھی چین نصیب نہ ہوا۔ حتیٰ کہ اَنَا الحق کہنے پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا اور ہوا جو کچھ ہوا۔

اس لئے محققین مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ دینوی وبال ان پر ان کے شیخ حضرتِ جنیدؒ کے تکدر سے آیا۔ گو وہ آخرت میں معتوب نہ ہوں کیوں کہ وہ اپنے خیال میں معذور تھے۔ (۳) ایک اثر یہ ہوگا کہ شیخ کی

Marfat.com

تعلیم سے زائد مجاہدہ کرے گا جس کا نتیجہ چند روز میں گھبرا کر وہ قلیل تعلیم کیا ہوا بھی چھوٹ جاوے گا۔ چنانچہ جنہوں نے ایسا کیا ہے ان کا حال ایسا ہی ہوا ہے۔

دلیل بخاری و مسلم شریف میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعمال میں سے اتنا اختیار کرو کہ اکتاؤ نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا جب تک تم نہ اکتاؤ۔

پس بیعت میں جلدی نہ کرو۔ خوب پرکھ لو پرکھالو، شیخ کی علامات جانچ لو جب یقین ہو جاوے اور دل میں ایسی محبت و عقیدت ہو کہ سمجھے سارے جہاں میں میرے لیئے میری تلاش میں ان سے زیادہ کوئی ناصح، خیر خواہ نہیں ہے۔ تب ہے بیعت نافع اور بالطف۔

انتباہ لہٰذا بے شرع پیر سے بیعت نہ کرے اور بیعت ہو گیا پھر بعد میں پیر کا بے شرع ہونا مُبتَدِع، بدعتی ہونا ظاہر ہوا گناہوں پر اصرار ہے تو اس پیر کو چھوڑ دے کیوں کہ جب وہ پیر خود واصل نہیں تو تم کو کس طرح واصل کرے گا۔ شیخ کامل وہی ہے جو جامع ہو ظاہر و باطن کا اور جب ایسا پیر ہو لیں جس کا ہو گیا اُسی کا ہو کر رہے۔

باطن شیخ حدیث شریف میں ہے کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہے ابھی گذرا ہے کہ جس کا ہو گیا۔ بس اُسی کا ہو کر رہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

گفت حالم از مُحبّاں دُور نیست ❊ لیک بیرون آمدن دُستور نیست

اس میں تعلیم ہے کہ اگر شیخ سے محبت کامل ہو تو ظاہری دُوری فیض سے مانع نہیں ہے۔ یہ حدیث شریف اس کی مُؤید ہے یہی محبت معیتِ رُوحانی ہے۔ مگر یہ اس شخص کے لئے ہے جس کو تعلیم کی حاجت نہ رہی ہو صرف تقویتِ نسبت میں مشغول ہو ورنہ بدون قربِ جسمانی کام چلتا نہیں معذوری میں مجبوری ہے۔ جیسے بُعدِ مکانی میں آمد و رفت مشکل ہے تو پھر مکاتبت کا بخلوص اہتمام و التزام قائم مقام معیتِ جسمانی وَ قُربِ جسمانی کے ہوگا۔

تجلّیِ حق در خلق

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اَتَانِیْ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ۔ (ترمذی شریف) کہ میرا رب میرے پاس ایک اچھی صورت میں آیا یہی وہ چیزیں ہیں صوفیاء کی اصطلاح میں بایں عنوان تعبیر پائی جاتی ہیں جن سے ظاہر بیں کسی قدر متوحش ہو جاتا ہے۔ لیکن مُراد کی وضاحت کے بعد ایسی اصطلاحات کی گنجائش ہے۔ چنانچہ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ بلا حلول اپنی ذات و صفاتِ خلق میں ظہور فرماتے ہیں جس طرح کاتب کا ظہور مکتوب میں اور متکلّم کا ظہور کلام میں ہوتا ہے پس

خلق مَظہر اور حق ظاہر ہے اس کی نظیر فی اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ ہے۔ اور اَتَانِی رَبِّی میں رَبِّیْ کہہ دینا غایتہ تعلق ظاہر و مظہر میں ہونے کا بیان ہے کہ مظہر سے انکار مظاہر کا محال ہے۔ یہ دونوں مسئلے عقلی ہیں۔ عنوان و تعبیر میں ذرا مُوحِش ہیں حقیقت میں کوئی توحّش نہیں البتہ تجلّی اور اتحاد کو عرفی معنیٰ میں یا لُغوی معنیٰ میں محمول کرنا جائز نہیں جیسا کہ جاہل صوفی اس سے اپنے عقائد خراب کر لیتے ہیں اس کی تفصیل "ہمہ اوست" میں ہو چکی

اَلصُّوْفِیْ لَامَذْھَبَ لَہٗ

اس کا یہ مطلب نہیں کہ صوفی کا کوئی مذہب نہیں (وہ کسی مذہب کا پابند نہیں) بلکہ مطلب یہ ہے کہ صوفی محتاط ہوتا ہے اور ہر مسئلہ میں حتی الامکان احتیاط کی جانب کو اختیار کرتا ہے ورع و تقویٰ اسی کا نام ہے۔

دلیل اس پر فقہا کا قول دلیل ہے کہ رِعَایَۃُ الْخِلَافِ وَالْخُرُوْجُ مِنْہُ اَوْلٰی مَالَمْ یَرْتَکِبْ مَکْرُوْہَ مَذْھَبِہٖ یعنی اختلاف سے نکلنا مستحب ہے۔ جب تک اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے۔ اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ۔

خلافت و سجادہ نشینی

اکثر مشائخ کی عادت ہے کہ ابقاء فیض اور اجرائے سلسلہ کیلئے اپنے

Marfat.com

اَتباع و مریدین میں سے کسی کو اپنا خلیفہ و جانشین کر دیتے ہیں ایک کو یا متعدد کو، کبھی حیات میں اور کبھی اپنے وفات کے بعد میں۔

دلیل ایک عورت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کسی امر میں گفتگو کی آپ نے اس سے فرمایا کہ پھر آنا اس نے عرض کیا کہ اگر آپ کو تشریف فرما نہ پاؤں۔ مراد یہ تھی کہ آپ کی وفات ہو جاوے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس چلی جانا۔ (بخاری و مسلم و ترمذی) اس حدیث میں اس کی اصل ثابت ہے۔

اِنتباہ خلافت و سجادہ نشینی کا طریق جواب مُتعارَف ہے کبھی شیخ ہی کی حیات میں اور کبھی بعد وفات سلسلہ کے لوگ جمع ہو کر شیخ کے اقارب یا خُدّام میں سے جس کو خاص دیکھا خواہ وہ خاص ہونا دنیوی اعتبار سے ہو اور گو اس میں اس کی کوئی اہلیّت نہ ہو اس کی دستار بندی کر دیتے ہیں یہ بالکل طریق کی بے قدری اور فساد اور طالبین کی رَہزَنی ہے اور عوام کی اِضاعتِ دنیا و دین ہے۔

دلیل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں خلافت ایسے شخص کے لئے تجویز کرتا ہوں جس کی رغبت اہل اسلام، مسلمانوں کی توقیر کی طرف ہو۔ ایسے شخص کے حوالہ نہیں کرتا جو اس کا اہل نہ ہو۔ اس حدیث شریف سے نا اہل کو خلیفہ بنانے کا ابطال ثابت ہوتا ہے۔

Marfat.com

اِخراجِ مُرید برائے زجر و تنبیہ

اکثر بزرگوں کے واقعات ایسے ہیں کہ مُرید کی کسی خلاف وضع حرکت پر اس کو نکال دیا۔ یا اس سے بولنا چھوڑ دیا۔ کام لینا چھوڑ دیا یا کوئی مناسب سزا دیدی۔ جس سے مقصود تنبیہ کرنا ہوتا ہے۔ عداوت عیاذاً باللہ ہرگز منشاء نہیں ہوتا۔

دلیل حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ کعبؓ اور دوسرے دو صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے غزوۂ تبوک سے رہ جانے پر مسلمانوں کو ان تینوں کے ساتھ کلام کرنے سے منع فرما دیا تھا۔ اس حدیث شریف سے اس عمل کا مستحسن ہونا ثابت ہوتا ہے۔

تیز مزاجی بعض بزرگ زیادہ لطیف المزاج ہوتے ہیں اور اس لطافت کی وجہ سے ان کو نامناسب امور زیادہ ناگوار ہوتے ہیں۔ اور یہ ناگواری ان کے بُشرہ سے ظاہر ہو جاتی ہے اور بعض اوقات یہ تغیّر مزاج کا، حدِّ غضب تک پہنچ جاتا ہے جس سے بعض تنگ نظروں کو ان حضراتِ اہل اللہ پر بدخلقی کا شبہ ہو جاتا ہے اور یہ خیال ان کے ساتھ بدخُلقی کا خود ایسے سمجھ والے کی ناواقفیت کی دلیل ہے۔ چونکہ بدخُلقی تو وہ ہے جو حدِّ شرع سے مُتجاوِز ہو

Marfat.com

جادے۔ تیزی بذاتِ خود تو مذموم نہیں۔ نفسِ غضب تو قبیح نہیں۔
بزرگوں پر اعتراض کرنے میں بہت جلدی نہ کرنا چاہیے۔

ع۔ کارِ پاکاں راقیاس از خود مگیر

دلیل تیزی کی مسند دیلمی میں حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیزی جو کہ لطافتِ طبیعت کے سبب سے ہو۔ وہ صرف میری اُمت کے صلحاء و ابرار میں ہوتی ہے اور اسی کو باین عنوان بھی ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص ایسی تیزی کا (جو ابھی بیان ہوئی)، صاحبِ قرآن سے زیادہ شایاں نہیں ہے اس قرآنِ پاک کی عزت کے سبب جو اس کے جوف میں ہے۔

ترکِ مباحثہ بزرگوں کے طریق و عادت سے ہے کہ مکالمات و مخاطبات میں جب کوئی اُن سے الجھتا ہے تو باوجود حق پر ہونے کے طرح دے کر سکوت فرماتے ہیں۔ اُلجھن سے گھبراتے ہیں کیوں کہ تضییعِ اوقات خیال فرماتے ہیں۔

دلیل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ناحق پر ہو اور بحث مباحثہ چھوڑ دے اور حق کو قبول کرلے۔ اس کے لئے جنت کے کنارے پر ایک محل بنایا جائے گا اور جو شخص حق پر ہو اور پھر بھی بحث ومباحثہ چھوڑ دے کہ فریق مخالف مانتا تو ہے نہیں جھگڑنے میں فضول وقت برباد ہوتا ہے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ شاید اپنے اندر کوئی

Marfat.com

نفسانیت پیدا ہو جاوے۔ اس کے لئے وسط جنت میں محل بنایا جائے گا جو کہ جنت کے کنارے والے سے اچھا ہوگا۔ اور جس کے اخلاق اچھے ہوں گے اس کے لئے اعلیٰ جنت میں بنایا جائے گا۔ (ابن ماجہ شریف)

رنگین لباس پہننا

بعض بزرگوں کی عادت ہے کہ سر سے پاؤں تک رنگین کپڑے پہنتے ہیں اگر یہ ریاءً نہ ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ رنگین کپڑے میلے کم ہوتے ہیں اور بار بار دھونا دھلوانا نہیں ہوتا اور صوفیاء کو مشغولی غیر مطلوب کی طرف ہونے سے بچنے کا خاص اہتمام ہوتا ہے کہ ان کا اصل شغل، شغل بحق ہے اس لئے رنگین کپڑے استعمال کرتے تھے اور یہ فعل ان کا مستند الیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

دلیل (ترمذی، ابوداؤد، نسائی میں روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ یہ حدیث شریف رنگین لباس پہننے کی دلیل ہے گو داعی یہاں دوسرا ہو مگر مصلحت پر مبنی ہونا تو امر مشترک ہے اور قیاس کیلئے اسی قدر

Marfat.com

کافی ہے۔

صوف پہننا بعض درویش اکثر حالات میں کمبل وغیرہ اوڑھے رہتے ہیں۔

دلیل بخاری ومسلم وترمذی، ابوداؤد شریف میں حضرتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک کمبل بہت دبیز اور ایک لنگی موٹے کپڑے کی نکال کر دکھلائی اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان ہی دو کپڑوں میں وفات پائی۔

اِنتباہ کیا عجب ہے کہ صوفی کا لقب اسی سے ہوا ہو۔ گو اس لقب ہونے میں دوسرے اقوال بھی ہیں۔ اگر تصنع و ریاء کے طور پر نہ ہو۔ تو یہ حدیث شریف اس کی اصل ہے۔

چِلّہ

اکثر بزرگوں سے چلّہ کشی کا اہتمام منقول ہے۔ اس پر یہ حدیث شریف دلیل ہے۔

دلیل حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چالیس روز

Marfat.com

تک اللہ تعالیٰ کے لئے خلوص کے ساتھ خلوت اختیار کرے تو علم کے چشمے اس کے قلب سے جوش زن ہو کر اس کی زبان سے ظاہر ہونگے۔

ضبط اوقات واہتمام مجلس خاص درخلوت اور دربان کا مقرر کرنا

بزرگوں کا عموماً معمول ہے کہ اپنے اوقات منضبط رکھتے ہیں جن میں کچھ وقت خلوت کا بھی ہوتا ہے اور کبھی کسی خادم کو بھی بٹھا دیتے ہیں کہ لوگوں کا ہجوم نہ ہو اور کبھی اسی وقت خاص میں خواص کو کسی خصوصیت سے اجازت دے دیتے ہیں۔

اہل باطل، مخالفین، حاسدین ان معمولات پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں اور بزرگوں پر شبہ ترفع یا ترجیح وغیرہ کا کرتے ہیں۔ ایسے تمام شبہات ناواقفی سے ہوتے ہیں۔ حدیث شریف ان معمولات کی دلیل ہے۔

دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ میرے پاس آنے کی تمہارے لئے یہی اجازت ہے کہ تم پردہ اٹھا دیا کرو اور میری مخفی بات سن لیا کرو جب تک میں منع نہ کروں (ابن ماجہ)

دلیل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنے دولت خانہ پر تشریف لاتے تو اپنے اوقات کے تین حصے فرماتے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے نوافل وغیرہ کی مشغولی میں صرف فرماتے

اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لئے بولنے چالنے، بات چیت وغیرہ میں صرف فرماتے۔ ایک حصہ آرام کے لئے۔ اپنے اس حصے میں سے ضروری کاموں اور لوگوں کے لئے نفع پہنچانے میں تقسیم فرما دیتے یعنی کچھ وقت اپنے لئے صرف کرتے اور کچھ لوگوں کے کام میں سو اس حصہ کو جو کہ لوگوں کے لئے نکالتے تھے۔ خواص کے ذریعہ سے عام لوگوں پر صرف فرماتے تھے اور لوگوں سے کوئی چیز کسی کام کی اُٹھا نہ رکھتے تھے اور آپ کی عادتِ شریفہ اُمت کے حصۂ وقت میں جو باہر صرف ہوتا تھا یہ تھی کہ اہلِ فضیلت کو ترجیح دیتے تھے (شمائل ترمذی)

دلیل حضرتِ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے ایک باغ میں تھا ایک شخص آیا اور دروازہ کھلوایا آپ نے فرمایا دروازہ کھول دو اور اس شخص کو جنت کی بشارت دیدو۔ میں نے دروازہ کھولا تو وہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ میں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی خوشخبری دیدی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اسی طرح حضرتِ عمر و حضرتِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تشریف لانا بھی حدیث شریف میں مذکور ہے۔ بخاری و مسلم نے اس کو روایت کیا ہے۔ ان احادیثِ شریفہ میں ان سب باتوں کا صاف صاف فیصلہ ہے۔ حدیثِ اول میں خادم کے لئے اجازت ہونے اور عام لوگوں کو اجازت نہ ہونے کو بیان فرمایا ہے۔ حدیث ثانی میں ضبط اوقات

Marfat.com

واہتمامِ خلوت اور صرف خواص کو آنے کی اجازت، ان کو آنے دینا بیان فرمایا حدیثِ ثالث میں دربان کا بیٹھلانا صاف مذکور ہے۔ (البتہ کسی وقتی ضرورتِ شدیدہ کے وقت فقط ملاقات سے عذر کرنا بُرا ہے۔)

حدیث شریف کے علاوہ قرآن مجید کی آیات بھی دلیل ہیں۔ وَاِذَا قِیْلَ لَکُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا یعنی اگر تم سے کہا جاوے کہ واپس ہو جاؤ تو واپس ہو جایا کرو معلوم ہوا کہ کسی وقت ملاقات سے عذر کر دینا جائز ہے۔ اسی طرح حدیث شریف اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ خواص کی ترجیح کو عوام پر جائز تبلاتی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تعالیٰ کہ ایسے سب شبہات ختم ہو گئے۔

شیطان سے عدمِ امن۔ دوام بیداری۔ نگرانی وہوشیاری

سالک مراتبِ سلوک میں، ولی مقاماتِ ولایت میں کتنا ہی بڑا کامل کیوں نہ ہو جاوے مگر اس کو شیطان سے بے فکر نہ ہونا چاہیے بلکہ ہمیشہ ہوشیار و بیدار رہے کہ کسی موقع پر اس کو لغزش میں نہ ڈال دے۔

دلیل حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھنے کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا کہ دشمنِ خدائے تعالیٰ یعنی ابلیس آگ کا ایک شعلہ لایا تاکہ اس کو میرے منہ میں لگائے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے محفوظ رکھا مسلم شریف

دیکھئے اس خبیث کی جراءت کہ حضور پُر نُور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ عالی تک پہنچنے کا اس کو کیسے حوصلہ ہوا۔ لیکن چونکہ انبیاء علیہم السلام سے وہ گناہ نہیں کرا سکتا۔ اس لئے اِضرار جسمانی ہی کی ہوس ہوئی۔

فکرِ اصلاحِ خود

ناقصین تو ناقصین، کاملین کو بھی فارغ و بے فکر ہو کر نہ بیٹھنا چاہیے مثل مبتدی کے اہتمام اصلاحِ اعمال اور اندیشۂ تغیرِ احوال میں لگا رہنا چاہیے اسی میں خیر ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے۔

دلیل اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ
خدائے تعالیٰ کی پکڑ سے سوائے ان کے جن کی شامت ہی آ گئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا۔

تقویٰ سے کبھی غفلت نہ ہو شریعتِ مقدسہ نے اس کا خاص اہتمام فرمایا ہے اور اس پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ سب سے آخری آیت قرآن پاک میں جو نازل ہوئی وہ تقویٰ ہی کے بارے میں ہے ارشادِ باری تعالیٰ

Marfat.com

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔

فرماتے ہیں کہ اس دن سے ڈرو جس دن تم اللہ تعالیٰ کی پیشی اور حضور میں لائے جاؤ گے۔ پھر ہر شخص کو اس کا کیا ہوا پورا پورا دے دیا جاوے گا اور ان لوگوں پر کسی قسم کا ظلم نہ کیا جاوے گا۔ یہی تقویٰ کمالِ ایمان ہے۔ اسی کو کہا ہے ؎

غافل مرو کہ مرکبِ مردانِ راہ را ∴ در سنگلاخِ بادیہ پیہا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رندانِ بادہ نوش ∴ ناگاہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

فرماتے ہیں کہ غافل ہو کر مت چل کہ بڑے بڑے شہسواروں کے گھوڑے کے پاؤں سنگلاخ وادیوں میں قلم کر دیئے گئے اور نا امید بھی نہ ہو جاؤ کہ رند بادہ نوش، شرابی لوگ ایک ہی نالۂ آہ توبہ میں منزل پر پہنچ گئے۔ کامیاب ہو گئے واصلِ مقصود ہو گئے۔

اِنتباہ آیات و احادیث اور کلام اہل اللہ میں تکبرؔ، ناز کو پوری طرح توڑ دیا ہے کہ اپنی ہمتؔ اور عبادت پر ناز نہ کر د بڑے بڑے عابدین اس ناز کے باعث راندۂ درگاہ ہو گئے ہیں سب سے پہلی مثال شیطان ابلیس ہی کی ہے۔ اور اسی طرح بالکل ناامیدی بھی ختم کر دی گئی کہ بعض دفعہ بیحد گنہ گار بھی اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ایک آہ میں منزلِ مقصود کو پہنچ گئے۔ کیا نہیں معلوم کہ فضیل بن عیاض جو کہ شیخ تھے حضرتِ ابراہیم بن اُدہم کے۔ پہلے ڈاکوؤں

کے سردار تھے پھر آہِ توبہ و ندامت سے کیا ہو گئے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہوئے اور مجلس فقہ کے بیس افراد میں سے یہ بھی ایک فرد ہوئے۔ بڑے اولیاء کرام میں سے ہوئے۔

بشر حافیؒ پہلے نہایت درجہ شرابی تھے کہ اکثر شراب خانہ میں رہتے تھے لیکن جب دل پر ندامت کی چوٹ پڑی تو بس آہِ سرد سے اس درجہ کے ہو گئے کہ چرند اور پرند کو حکم الٰہی ہوا کہ جہاں بشر کے قدم پڑیں وہاں تمہاری بیٹ، لید، گوبر نہ پڑے، اللہ اللہ اسی طرح حبیب عجمیؒ بڑے سود خوار تھے کہ آج کی دنیا میں ایسا سود خوار شاید ہی کوئی ہو۔ لیکن جب دل پر خوفِ حق کی چوٹ پڑی اور توبہ ندامت کے ساتھ حسن بصریؒ کے ہاتھ پر توبہ کر کے کس مرتبہ کو پہنچ گئے۔ اللہ اکبر! ایسے بہت سے واقعات ہیں تو ناز کیسا اور ناامیدی کہاں۔ کمی ہے تو اپنی، غفلت ہے تو اپنی ؎

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدیؔ سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

اولیائے کرام کے اقسام اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن کے متعلق خدمت ارشاد و ہدایت، اصلاحِ قلوب و تربیتِ نفوس اور تعلیمِ طُرقِ قرب و قبول عنداللہ ہوتی ہے۔ یہ حضرات اہلِ ارشاد کہلاتے ہیں ان میں سے اپنے عصر و زمانہ میں جو اکمل و افضل ہو اور اس کا فیض اتمّ و اعمّ ہو

Marfat.com

اس کو قطب الارشاد کہتے ہیں اور یہ سب حضرات انبیاء علیہم السلام کے حقیقی نائب ہوتے ہیں لوگوں کے قلوب میں انوار و برکات ان کیوجہ سے آتے ہیں۔ البتہ ان کے برکات سے متمتع ہونے کی شرط اعتقاد ہے ان کا طرز، طرز نبوت ہوتا ہے۔

دوسرے وہ جن کے متعلق خدمت واصلاح معاش اور امورِ دینویہ کا انتظام اور بلیات کا دفع ہوتا ہے کہ وہ اپنی ہمتِ باطنی سے باذنِ الٰہی ان امور کی درستی کرتے ہیں یہ حضرات اہلِ تکوین کہلاتے ہیں اور ان سب کی حالت مثل حضراتِ ملائکہ علیہم السلام کے ہوتی ہے جن کو مُدبراتِ اَمر کہا گیا ہے حضرتِ خضر علیہ السلام اسی شان کے معلوم ہوتے ہیں۔

انتباہ حضراتِ اہلِ تکوین کے مقام و منصب کے لئے تصرفات عجیبہ کا ہونا لازم ہے جیسے حضرتِ خضر علیہ السلام کے تصرفاتِ عجیبہ قرآن پاک میں مذکور ہیں بمعیتِ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام جس کی تفصیل آگے آرہی ہے بخلاف اہلِ ارشاد کے کہ ان کا خود صاحبِ خوارق صاحبِ کرامت ہونا بھی ضروری نہیں البتہ ان حضراتِ اہلِ ارشاد کی کرامات اور نوع کی ہوتی ہیں جن کا ادراک عوام الناس کو نہیں ہوتا بلکہ جو شخص اکثر اوقات ان کی خدمت و صحبت سے باخلاص و صدق مستفید ہوتا ہے اس کو معلوم ہوتے ہیں اور وہ امور ذوقی وجدانی ہیں۔

انتباہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب نفع طریقت اہلِ ارشاد سے

Marfat.com

ہوتا ہے تو پھر اہل تکوین کے کمالات و حالات بیان کرنے سے کیا فائدہ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں دو فائدے ہیں۔ ایک علمی دوسرا عملی۔ علمی تو یہ کہ ایک کام کی بات معلوم ہو جاوے تاکہ علم ناقص نہ رہے عملی یہ کہ اکثر ایسے لوگ ظاہر صورت سے خستہ حال، شکستہ بال، ذلیل و خوار ہوتے ہیں تو جب یہ معلوم ہو گا کہ ایسے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں تو اب وہ کسی کی تحقیر و توہین تو نہ کرے گا۔ خوب سمجھ لو۔

اِنتَباہ قطب التکوین کے لئے ضروری ہے کہ اس کو اپنے قطب ہونے کا علم ہو کیوں کہ وہ ایک عہدہ ہے جیساکہ حسن میمندی جو سلطان محمود کا وزیر تھا اس کو تو اپنے وزیر ہونے کا علم تھا لیکن ایازؔ کو اپنے محبوب ہونے کا علم نہیں تھا، کیوں کہ محبوبیت کوئی عہدہ نہیں، قرب کی ایک قسم ہے۔ پس قطب الارشاد کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اپنے قطب ہونے کو جان بھی لے۔

اِنتَباہ ایک وقت میں قطب متعدد بھی ہو سکتے ہیں۔ جیساکہ شیخ ابن عربیؒ نے لکھا ہے۔

اِنتَباہ یہ اصحاب تکوین اکثر شریعت کے غیر مکلف ہوتے ہیں۔ صحیح الحواس تو ہوتے ہیں لیکن فاترالعقل ہوتے ہیں جیسے حیوانات اور جیسے بچے کہ ان کے حواس درست ہوتے ہیں مگر ناقص العقل فاترالعقل ہوتے ہیں اور مکلف ہونا شریعت کا، یہ عقل پر ہوتا ہے۔ اور وہ ہے نہیں۔ مجنوں اور مجذوب میں یہی فرق ہوتا ہے کہ مجنوں کی عقل

اَخلاطِ فَاسِدَہ کے غلبہ سے زائل ہو جاتی ہے اور مجذوب وُہ ہے جس کی عقل کسی وَاردِ غیبی کے سبب زائل ہو جاوے لیکن دونوں میں فرق کرنا اور پہچاننا مشکل ہے بس سیدھی بات یہ ہے کہ مجذوب کے پاس بیٹھنے سے قلب کو آخرت کی طرف کشش ہو اور علامت یہ ہے کہ اس زمانہ کے اہلِ بصیرت محققین، جامع شریعت و طریقت اس شخص پر نکیر نہ کرتے ہوں۔ بلکہ اس کا ادب کرتے ہوں بس تم بھی اس کا ادب کرو اور اپنی زبان کو خلاف ادب سے روکو۔

اِنتباہ مجذوب سے نہ دنیا کا فائدہ ہے نہ دین کا۔ دین کا تو اس لیے فائدہ نہیں کہ وہ تعلیم و تذکیر و نصیحت پر موقوف ہے اور تعلیم و نصیحت ان سے حاصل نہیں ہوتی اور دنیا کا اس لئے فائدہ نہیں کہ وہ فائدہ دُعاء سے ہوتا ہے اور مجذوب دعا کرتے نہیں کیوں کہ وہ لوگ صاحبِ کشف ہوتے ہیں ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں معاملہ میں اس طرح ہوگا تو اس کے موافق دُعاء کرنا فضول ہے اور اس کے خلاف دعاء کرنا تقدیر کا مقابلہ ہے۔ اس لئے وہ لوگ دعاء نہیں کرتے البتہ کشف کے طور پر کبھی بطور پیشینگوئی کچھ کہہ دیتے ہیں کہ یوں ہوگا سو اگر وہ نہ بھی کہتے تب بھی اسی طرح ہوتا تو ان کے کہنے کے موافق ہو جانا۔ ان کے کہنے کے سبب سے نہیں ہوا۔ غرض مجذوب سے کسی طرح کا نفع نہیں ہوتا۔ بلکہ مجذوبوں کی فکر میں پڑنے سے ضرر ہوتا ہے وہ یہ کہ ایسے لوگ (مجذوبوں کے پیچھے پڑنے والے) شریعت

Marfat.com

کو بیکار سمجھنے لگتے ہیں۔ شریعت کی وقعت و عظمت ایسے لوگوں کے دلوں سے جاتی رہتی ہے۔ کیوں کہ وہ دیکھتے ہیں کہ مجذوب شریعت کی پیروی تو کرتے نہیں اور جو وہ کہتے ہیں وہی ہو جاتا ہے۔ پس شریعت پر عمل کرنا ضروری نہیں جانتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ مجذوب فاتر العقل ہونے کے سبب شریعت کے مکلف نہیں وہ تو معذور ہیں تو دیکھنے والوں میں تو عقل و سمجھ سب کچھ موجود ہے اس لیئے وہ معذور نہیں ہو سکتے۔ تو ایسے لوگ اپنا دین برباد کرتے ہیں تو یہ اتنا بڑا نقصان مجذوب کے پیچھے پڑنے سے ہوا اس لیئے ان کے پیچھے نہ پڑنا چاہیے البتہ ان کو بُرا بھلا بھی کہنا جائز نہیں۔

انتباہ مجذوبوں کی نگاہ و نظر کبھی تو چھوٹی چھوٹی معمولی باتوں پر ہو جاتی ہے اور نہ ہو تو بڑی سے بڑی بات پر بھی نہیں ہوتی۔ جذب کی وجہ سے ان حضرات پر استغراقی کیفیت غالب رہتی ہے اسی لئے ان کا فعل حُجّت نہیں مجذوبوں کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ زیادہ نہیں ہوتا۔ وہ صرف معذور ہوتے ہیں گو وہ مقبول ہیں مگر کامل نہیں۔ کیوں کہ کمال اور ترقی اعمال سے ہے اور وہ اعمال سے محروم ہیں۔ یہی وجہ (یعنی کسب اعمال) ہے اَرواح کو عالمِ اَرواح سے عالمِ اجسام میں بھیجنے کی۔ عالم ارواح میں ارواح حاملِ احوال تھیں مگر عاملِ اعمال نہ تھیں چنانچہ ارواح میں یہ حالِ محبت ہی تھا۔ اس درجہ محبت ہی کی وجہ سے حمل امانت پر آمادہ ہو گئیں۔ اس حمل امانت کا منشاء

Marfat.com

صرف محبت اور عشقِ الٰہی ہی تھا۔ پس سالک متورع کا مقام مجذوب سے کہیں اعلیٰ ہے۔ چونکہ سالک عاملِ اعمال ظاہرہ و باطنہ ہے۔

اِنتباہ اگر مجذوب کے حواس کی درستی میں شبہ ہو تو ان کی دی ہوئی چیز کو بھی نہ لے۔ اگر لے تو اس کا حکم لُقطہ کا ہے۔

چہاردہ خانوادہ

اولؔ زیدیاں منسوب بخواجہ عبدالواحد بن زید رح

دومؔ عیاضیاں منسوب بخواجہ فُضَیل بن عیاض

سومؔ خانوادہ اَدْھَمِیاں منسوب بخواجہ ابراہیم بن ادھم رح

چہارمؔ خانوادہ ہبیریاں منسوب بہ ابو ہبیرۃ البصری رح

پنجمؔ خانوادہ چشتیاں منسوب بخواجہ ممشاد علوی دینوری

ششتمؔ خانوادہ عجمیاں منسوب بخواجہ جیب عجمی رح

ہفتمؔ خانوادہ طیفوریاں منسوب بہ سلطان العارفین بایزید بسطامی ملقب بہ طیفور۔

ہشتم ۸ خانوادہ کرخیاں منسوب بمعروف کرخی رح
نہم ۹ خانوادہ سقطیان منسوب بہ سری سقطی رح
دہم ۱۰ خانوادہ جنیدیاں منسوب بہ سید الطائفہ جنید بغدادی رح
یازدہم ۱۱ خانوادہ گازرونیاں منسوب بہ اسحٰق گازرونی رح
دوازدہم ۱۲ خانوادہ طوسیاں منسوب بشیخ علاؤ الدین طوسی رح
سیزدہم ۱۳ خانوادہ سہروردیاں منسوب بشیخ نجیب الدین سہروردی رح
چہاردہم ۱۴ خانوادہ فردوسیاں منسوب بشیخ نجم الدین کبریٰ فردوسی رح

یہ خانوادے تو اصل ہیں اور ان سے آگے اور شاخیں نکلی ہیں اور ان کے نام یہ ہیں۔

اول ۱ خانوادہ قادریہ غوثیہ منسوب بحضرت غوث الاعظم رح
دوم ۲ خانوادہ یسویہ منسوب بخواجہ احمد یسو رح
سوم ۳ خانوادہ نقشبندیہ منسوب بخواجہ بہاؤ الدین نقشبند رح
چہارم ۴ خانوادہ نوریہ منسوب بشیخ ابوالحسن نوری رح
پنجم ۵ خانوادہ خضرویہ منسوب باحمد خضرویہ رح
ششم ۶ خانوادہ شطاریہ عشقیہ منسوب بشیخ عبد اللہ شطار رح
ہفتم ۷ خانوادہ حسنیہ بخاریہ منسوب بسید جلال مخدوم جہانیاں بخاری رح
ہشتم ۸ خانوادہ زاہدیہ منسوب بخواجہ بدر الدین زاہد رح
نہم ۹ خانوادہ انصاریہ منسوب بحضرت شیخ الاسلام خواجہ عبد اللہ انصاری رح
دہم ۱۰ خانوادہ صفویہ منسوب بشیخ صفی الدین رح

Marfat.com

یازدہم۔ خانوادۂ عیدروسیہ منسوب بسید عبداللہ الملکی العیدروسیؒ۔
دوازدہم۔ خانوادہ مداریہ منسوب بحضرت بدیع الدین مدارؒ۔

فصل اقسام اولیاء

(اصحاب تکوین)

اس باب میں بزرگوں کی مختلف عبارتیں ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ سب بارہ گروہ ہیں۔
اقطاب[1]، غوث[2]، امامین[3]، اوتاد[4]، ابدال[5]، اخیار[6]، ابرار[7]، نقباء[8]، نجباء[9]، عمد[10]، مکتومان[11]، مفردان[12]،

قطب العالم ایک ہوتا ہے اس کو قطب العالم و قطب اکبر و قطب الارشاد و قطب الاقطاب و قطب المدار بھی کہتے ہیں۔

اور عالم غیب میں اس کا نام عبداللہ ہوتا ہے اس کے دو وزیر ہوتے ہیں جو اِمامین کہلاتے ہیں۔ وزیر یمین کا نام عبدالملک وزیر یسار کا نام عبدالرب ہوتا ہے اور بارہ قطب اور ہوتے ہیں سات تو سات اقلیم میں رہتے ہیں ان کو قطب اقلیم کہتے ہیں

اور پانچ یمن میں ان کو قطب ولایت کہتے ہیں۔

یہ عدد تو اقطابِ معیّنہ کا ہے اور غیر معیّن ہر شہر اور ہر قریہ میں ایک ایک قطب ہوتا ہے۔ غوث ایک ہوتا ہے بعض نے کہا ہے کہ قطب الاقطاب ہی کو غوث کہتے ہیں وہ اور ہوتا ہے اور وہ مکہ میں رہتا ہے۔ بعض نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے۔

اوتاد چار ہوتے ہیں عالم کے چار رکن میں رہتے ہیں۔ ابدال چالیس ہوتے ہیں۔ بائیس یا بارہ شام میں اور اٹھارہ یا اٹھائیس عراق میں رہتے ہیں۔

اخیار پانچ سو یا سات سو ہوتے ہیں۔ اور ان کو ایک جگہ قرار نہیں۔ سیاح ہوتے ہیں ان کا نام حسین ہوتا ہے اور ابرار اکثر نے ان ہی ابدال کو کہا ہے۔

نقباء تین سو ہوتے ہیں۔ ملک مغرب میں رہتے ہیں۔ سب کا نام علی ہوتا ہے۔

نجبار ستر ہوتے ہیں اور مصر میں رہتے ہیں۔ سب کا نام حسین ہوتا ہے۔ عمد چار ہوتے ہیں۔ زمین کے چاروں گوشوں میں رہتے ہیں۔ سب کا نام محمد ہوتا ہے اور غوث ترقی کر کے فرد ہو جاتا ہے اور فرد ترقی کر کے قطب وحدت ہو جاتا ہے اور مکتوم تو مکتوم ہی ہیں۔

Marfat.com

رُوح کا بیان

بعد حمد و صلوٰۃ عرض ہے کہ بعض صاحبان رُوح کے متعلق معلوم فرمایا کرتے تھے اس لئے مختصراً سہل طریق سے کچھ لکھا جاتا ہے۔

رُوح کے متعلق مختلف اقوال ہیں گو ان سب کے لکھنے کی دراصل ضرورت نہ تھی لیکن چونکہ زمانہ ضلالت و گمراہی کا غالب ہے۔ اہلِ باطل اپنے خیالات باطلہ لوگوں کے ذہنوں میں ڈال کر راہِ حق سے پھلاتے ہیں یا کم ازکم تردّد اور شک میں پڑ جانے کی نوبت آجاتی ہے اس لئے وہ سب لکھے جاتے ہیں پھر ان میں جو صحیح اور حق ہیں۔ ان کو عرض کر دیا جائے گا۔

اقوال و مذاہب

رُوح کے بارے میں پانچ اقوال یا یوں کہئے کہ پانچ مذاہب ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

ایک قول حکماء متقدمین کا ہے۔ دوسرا قول حکماء متاخرین کا ہے۔ تیسرا قول صوفیاء مکاشفین کا ہے اور چوتھا قول علماء متکلمین کا ہے۔ پانچواں قول اطباء کا ہے۔

تفصیل اقوال ومذاہب

اوّل قول حکماء متقدمین کا یہ ہے کہ رُوح جوہر مجرّد قدیم ہے دوسرا قول حکماء متاخرین کا ہے کہ روح جوہر مجرّد حادث بعد البدن ہے، بدن کی تیاری کے بعد رُوح پیدا کی جاتی ہے اور بدن میں ڈالی جاتی (قائم کی جاتی) ہے۔

تیسرا قول صوفیاء مکاشفین کا ہے کہ روح جوہر مجرّد حادث قبل البدن ہے۔ یعنی بدن پیدا ہونے سے قبل رُوح کا وجود و حدوث ہے۔

چوتھا قول علماء متکلمین کا ہے کہ رُوح جسم غیر عُنصری ہے۔

پانچواں قول اطباء کا ہے کہ روح جسم عنصری (مادّی) ہے۔

یہ پانچوں اقوال کہیے یا پانچ مذاہب کہیے بہرحال ان کا یہ تفسیری وتفصیلی بیان ہے۔

جو لوگ رُوح کو جوہر مجرّد کہتے ہیں ان کے نزدیک رُوح مُدبّر بدن ہے۔ اس کے قائلین حکماء و صوفیا ہیں اور جو لوگ روح کو جوہر مجرّد نہیں کہتے بلکہ جسم غیر عُنصری غیر مادّی کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک وہ ایک جسم

Marfat.com

لطیف ہے ۔ جیسا کہ اکثر اہل کلام اور علماءِ ظاہر کا خیال ہے کہ کہتے ہیں کہ رُوح جسم لطیف ہے جو تمام بدن میں نفوذ کئے ہوئے ہے تمام بدن میں جاری و ساری ہے اور اسی سے جسم انسانی کی حیات ہے اور (جو لوگ رُوح کو جسم عنصری (جسم مادی) کہتے ہیں اور یہ اطبّاء کا خیال ہے کہتے ہیں رُوح ایک بخار ہے جو غذا سے پیدا ہوتا ہے اور محل کے اختلاف سے مختلف افعال کا وہ مصدر ہوتا ہے یعنی اس سے مختلف افعال صادر ہوتے ہیں۔ مثلاً قلب میں اس کے متعلق القاءِ حیات ہے اس اعتبار سے اس کو روح حیوانی کہتے ہیں، کبد میں اس کے متعلق ہضم ہے اس اعتبار سے اس کو رُوحِ طبعی کہتے ہیں دماغ میں اس کے متعلق احساس و ادراک ہے اس اعتبار سے اس کو رُوحِ نفسانی کہتے ہیں اور حکماء اس کو اپنی اصطلاح میں نفس ناطقہ کہتے ہیں ان پانچ مذاہب میں سے پہلا[1] اور دوسرا مذہب باطل ہے ۔ یعنی حکماءِ متقدمین کا روح کو قدیم ماننا بھی باطل ہے اور حکماءِ متاخرین کا روح کو حادث بعد البدن کہنا بھی باطل ہے رُوح کو قدیم ماننا اس لئے باطل ہے کہ اگر رُوح کو قدیم مانا جاوے تو جس مسئلہ عقلیہ کا یا نقلیہ کا علم روح کو تعلق بالبدن کے بعد ہوا ہے اس کے متعلق سوال ہوگا کہ قبل تعلق بدن روح کو اس مسئلہ کا علم قدیم تھا یا اس مسئلہ سے جہل قدیم تھا یا دونوں حادث تھے کہ علم سے پہلے جہل تھا یا جہل سے پہلے علم تھا۔ تو اگر علم قدیم تھا تو اس پر زوال کا طاری ہونا اور عدم طاری ہونا

محال ہے پھر روح کا بدن سے تعلق ہونے کے بعد وہ علم کس طرح زائل ہو گیا جس سے روح کو جدید علم حاصل کرنے کی حاجت ہوئی؛ اور اگر جہل قدیم تھا تو ظاہر ہے کہ قدیم پر زوال طاری ہونا محال ہوتا ہے پھر اس جدید علم کے حصول پر وہ جہل کس طرح منعدم ہو گیا اور اگر علم و جہل دونوں حادث تھے تو ظاہر ہے کہ علم اور جہل کا مجموعہ بھی حادث ہو گا اور جو حادث ہوتا ہے وہ سابق میں معدوم ہوتا ہے تو اس طرح روح اس مسئلہ سے متعلق جو بعد کو حاصل ہوا ہے علم اور جہل دونوں سے خالی تھی اور ایسا ہونا محال ہے کیونکہ علم اور جہل دو متضاد اور متناقص چیزیں ہیں۔ تو ان دونوں سے خالی ہونا ارتفاع ضدین ارتفاع نقیضین ہو گا جو کہ محالات میں سے ہے اور یہ محال روح کو قدیم ماننے سے لازم آیا اور جو بات کسی محال کو مستلزم ہوتی ہے وہ بھی محال ہوتی ہے پس ثابت ہو گیا کہ روح کا قدیم ہونا محال اور باطل ہے تو مذہب اوّل جو حکماء متقدمین کا ہے کہ روح قدیم ہے یہ باطل ہو گیا

(2) اب رہا مذہب حکماء متاخرین کا جو روح کے بارے میں دوسرا مذہب ہے کہ روح حادث ہے لیکن حادث بعد البدن ہے یعنی جسم پہلے پیدا ہوا اور روح بعد کو پیدا ہوئی یہ مذہب بھی صحیح نہیں۔ پہلے مذہب کی طرح یہ بھی باطل ہے کیوں کہ صحیح بخاری کی حدیث شریف میں وارد ہے۔ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ اس سے معلوم ہوا کہ ابدان سے قبل تمام ارواح مجتمع تھیں تو ثابت ہو گیا کہ ابدان سے تعلق کے قبل ارواح موجود ہو چکی تھیں۔ لہٰذا حدوث بعد البدن ہونا باطل ہو گیا۔

Marfat.com

تو مذہب اوّل اور مذہب دوم باطل ٹھہرے۔ اب رہے تین مذہب، تیسرا، چوتھا، پانچواں۔ یہ مذاہب صحیح اور حق ہیں۔ لہٰذا ان کے دلائل بیان کئے جاتے ہیں۔ تیسرے مذہب کی دلیل کشف ہے اور کشف کسی دلیلِ شرعی کا مخالف نہ ہو تو محتملِ صحت ہوتا ہے اور یہاں صوفیاء کا یہ کشف کہ ارواح ابدان سے قبل ہی موجود ہیں مخالفِ شرع نہیں ہے۔ اس لئے یہ محتملِ صحت ہے۔ اس کے بُطلان کا حکم نہیں کیا جاسکتا۔ خاص کر جب کہ مؤید بالشرع بھی ہو پھر تو صحت ہی کا حکم متعین ہے چنانچہ یہاں حدوثِ ارواح قبل الابدان کے مسئلہ میں حدیث بخاری اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ اس کشف کی مؤید ہے اس لئے یہ حکم لگانا صحیح ہے کہ روح بدن کی تخلیق و تکوین سے پہلے ہی سے ہوتی ہے

چوتھے مذہب یعنی رُوح کا جسم غیر عُنصری ہونے پر دلیل نُصُوصِ شرعیہ آیات قرآنیہ ہیں۔ چنانچہ سورہ سجدہ میں ہے ثُمَّ سَوّٰہُ وَ نَفَخَ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِہٖ اس سے معلوم ہوا کہ روح جسم میں منفوخ یعنی پھونکی گئی ہے اور منفوخ کا جسم ہونا ضروری ہے اور وہ جسم مُسَوّٰی کا غیر ہے اور مسوّی جسم عُنصری ہے بس رُوح جسم عُنصری کا غیر ہوا تو رُوح کا جسم غیر عُنصری ہونا ثابت ہوگیا۔ اس کے علاوہ دوسری مخلوقات کے متعلق خالق برتر نے فرمایا کہ وَ اللّٰہُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّۃٍ مِّنْ مَّآءٍ اور انسان کے بارے میں ارشاد ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ اور جنّات کے بارے میں ارشاد فرمایا خَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ اور ملائکہ کے

متعلق حدیث مسلم شریف میں ہے مَخْلُوْقٌ مِنَ النُّوْرِ۔ تو ان نصوص و
ارشادات میں باوجود سوال نہ کئے جانے کے خود خدائے تعالیٰ نے مخلوقات
کا مادّہ بیان فرما دیا لیکن روح کے بارے میں باوجود سوال کئے جانے
کے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ارشاد فرمایا کوئی مادّہ بیان نہیں فرمایا
معلوم ہوا کہ اگر روح کسی عنصر سے مُکوّن ہوتی یعنی کسی مادّہ و عنصر سے
پیدا کی ہوئی ہوتی تو جواب میں کسی عُنصر کا ذکر فرما دیا جاتا مثلاً من الھواء
یا اس کے مثل اور کچھ فرما دیتے اور جب ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ رُوح
کسی عُنصر سے مکوّن نہیں ہے اور جسم ہونا پہلے ثابت ہو چکا تو پس رُوح
کا قوام کسی لطیف مادّہ سے ہے جیسے نُور یا اس سے بھی زیادہ لطیف
و اَلطَف ہے۔ بہر حال روح کا جسم غیر عنصری ہونا ثابت ہو گیا۔

تنبیہہ اگر کوئی معقولی فلسفی یوں کہے کہ جو تم نے بیان کیا ہے یہ امور خواص
اجسام سے نہیں بلکہ خواصِ مادّہ سے ہیں اور مادی ہونے کو جسم ہونا
لازم نہیں چونکہ ممکن ہے جوہر فرد ہو سو یہ سوال قلتِ نظر سے پیدا ہوا ہے
دیکھئے رُوحِ کافر کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
تَتَفَرَّقَ مِنْ جَسَدِہٖ تَتَفَرَّقَ۔ فرمایا اور تفرّق اِنقسام کو مقتضی ہے
اور جو مقتضیٔ انقسام ہو وہ جوہر فرد نہیں ہو سکتا لہٰذا روح جوہر فرد
نہیں ہو سکتی اسی روح کا نام حدیثوں میں نفس اور نسمہ بھی آیا ہے اور
کتاب و سنّت میں زیادہ بحث اسی روح سے کی گئی ہے اسی کے متعلق
کہا گیا ہے۔ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوْتِیْتُمْ

Marfat.com

مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا باوجود سوال کیئے جانے کے جواب میں حقیقت بیان نہیں فرمائی۔ تو یہ نفی علم بالکُنہ کی ہے کہ تم تھوڑا علم دیئے گئے ہو۔ رُوح کی حقیقت سمجھنے کے لئے وہ کافی نہیں ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے احکام کا بھی علم نہیں دیا گیا چونکہ احکام روح کے علم کے لئے حقیقتِ روح جاننا ضروری نہیں علم بالوجہ بھی کافی ہے تو نفی علم بالکُنہ کی ہے اور اثبات علم بالوجہ کا ہے اور اس میں کوئی منافات نہیں تو جواب مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ فرمانا اسی بناء پر ہے کہ اس جسم کی حقیقت واضح اور مُبیّن نہیں چونکہ یہ نورُ سے بھی اَلطَف ہے۔

پانچویں مذہب قولِ اطباء کہ رُوح جسم عُنصری ہے اُس کی دلیل مشاہدہ ہے جو کہ شرعاً حُجت ہے اور اگر یہ مشاہدہ کسی دلیلِ شرعی کے ظاہراً مُعارض ہو تو دلیل شرعی میں تاویل واجب ہوتی ہے لیکن یہاں ایسا ہے ہی نہیں البتہ ان تینوں مذاہب کو حق ماننے پر اشکال ہوتا ہے کہ ان میں آپس میں تنافی و تناقض ہے کیونکہ تجرّد جسمیت کے مُنافی ہے تو مذہبِ اوّل مذہب ثانی کے منافی ہوا اور عُنصریّت غیر عُنصریّت کے منافی ہے لہٰذا مذہب ثانی اور ثالث میں بھی تنافی ثابت ہوگی۔

اور اوّل و ثالث میں تنافی کی وجہ وہی ہے جو اوّل و ثانی میں مذکور ہوئی یعنی تجردِ و جسمیت تو تینوں مذاہب آپس میں متنافی اور متناقض ہوئے پھر تینوں حق کس طرح ہو سکتے ہیں کیوں کہ اجتماع نقیضین محال ہے۔

لیکن درحقیقت کوئی تنافی اور تناقض نہیں ہے کیوں کہ یہاں یہ

Marfat.com

کہا جا سکتا ہے کہ انسان کے ساتھ تین چیزیں متعلق ہیں اور ایک ایک دلیل نے ایک ایک امر کا اثبات کیا ہے۔ اور اپنی اپنی اصطلاح میں اس کا نام رُوح رکھا ہے اور کسی نے باہم دوسرے سے کوئی تعرض نہیں کیا نہ اثباتاً نہ نفیاً۔ پس کوئی اشکال شبہ و خلجان کی بات نہیں رہی کلام محققین سے اسی طرح ثابت ہوتا ہے اس لئے کہا جائے گا کہ بدنِ انسانی کے ساتھ تینوں متعلق ہیں اس طرح کہ رُوح جو کہ جوہر مجرّد ہے اس کا تعلق بدنِ انسانی سے بواسطہ رُوح بمعنیٰ جسم غیر عنصری ہے اور رُوح بمعنیٰ جسم عنصری کا تعلق بواسطہ رُوحِ طبی بمعنیٰ جسم عنصری کے ہے یعنی اوّل کا تعلق بدن میں بواسطہ ثانی کے ہے اور ثانی کا فعل بواسطہ ثالث کے ہے موت کے وقت جب ثالث کا تعلق منقطع ہوتا ہے اور وہ بدن سے نکل جاتی ہے تو ثانی بھی نکل جاتی ہے اور اس ثانی کے نکلنے سے اوّل کا فعل اور تصرف بھی جُدا اور منقطع ہو جاتا ہے اور بدن سے خروج کے بعد ثالث عناصر میں مِل جاتی ہے چونکہ وہ اصل میں جزء عناصر ہے اور یہ قاعدہ ہے کُلُّ شَيْئٍ يَرْجِعُ إِلَىٰ أَصْلِهٖ ہر شے اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتی ہے اور ثانی عالم برزخ میں باقی رہتی ہے جیسا کہ قبل تعلق بالبدن بھی وہاں ہی تھی اور اوّل چونکہ مُجرّد ہے اس لئے وہ کسی مکان میں نہیں ہوتی۔ چونکہ مکان خواص مادّہ و مادّیات سے ہے اور قبل تعلق بالبدن بھی اسی طرح وہ کسی مکان میں نہ تھی اسی لئے اس کو لامکانی کہتے ہیں اور مجازاً یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ لامکانی ہے لامکان میں رہتی ہے

اسی معنیٰ اور اسی اعتبار سے حضرات صوفیاء کرام نے لطائف کی بحث میں رُوح کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ فوق العرش ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ عرش کے اوپر رہتی ہے۔ بلکہ چونکہ عرش منتہیٰ ہے اَمکِنَہ و مکانات کا جو بالدلیل ثابت ہے اور روح مکانات سے مجرد ہے اس لیئے فوق العرش غیر مکانی ہونے سے کنایہ ہے اور اسی لامکان کا لقب حدیثوں سے عماء بھی معلوم ہوتا ہے چنانچہ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دریافت کیا۔ اَینَ اَیمَانَ رَبّنَا آپ نے فرمایا فی عماء اور یہ ظاہر ہے کہ مکان ذات باری تعالیٰ سے منفی ہے پس عماء لامکان ہی کو فرمایا اب معنیٰ یہ ہوئے کہ وہ قبل خلق الخلق بھی مکان سے منزہ تھا جیسا اب منزہ ہے۔ فَھُوَ الاٰنَ کَمَا کَانَ۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ

ممکنات میں مجرّد ہونا تو ہے کیوں کہ تجرّد اَخصّ صفاتِ ذاتِ باری تعالیٰ سے نہیں۔ البتہ اَخصّ صفاتِ باری تعالیٰ وجوب بالذات اور قدمِ مطلق ہے۔ لہٰذا ممکنات میں ایسے مجرّد کا قائل ہونا جو ممکن اور حادث بمعنیٰ مسبوق بالعدم واقعی ہو اس میں کچھ حرج نہیں یعنی واقع میں سابق میں معدوم تھا۔ پس ثابت ہوا کہ ان تینوں مذہبوں میں باہم کوئی اختلاف و تعارض نہیں۔ اب یہ بتلانا باقی ہے کہ ثواب و عتاب کس روح کو ہوگا قبر میں بھی اور آخرت میں بھی؟ تو رُوحِ طبّی تو بعد وفات عناصر میں مل گئی اس پر عذاب و ثواب ہونا کہیں مذکور نہیں رُوحِ شرعی کو ملائکہ لے جاتے ہیں جیسا کہ نصُوص سے اس کا بقاء (باقی رہنا)

Marfat.com

معلوم ہے۔ اس پر ثواب و عذاب کا ذکر نصوصِ قرآن و حدیث میں آتا ہے۔

رہی رُوح جسم غیر عُنصری سو وہ بھی مُثاب و مُعاقَب ہے لیکن غیر عُنصری کو ثواب و عقاب حسی ہوتا ہے اور مجرّد کو ثواب وعتاب معنوی ہوتا ہے قبر میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اب رہی یہ بات کہ ان دونوں روحوں کو تالّم یا تنعّم یعنی دُکھ سُکھ، اَلم و سرور بدن کے تعلق کے واسطے سے ہے یا بلا واسطہ؟

سو نصُوص سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ بعد موت کے رُوحِ جسم غیر عُنصری کا تعلق بدن کے ساتھ رہتا ہے اور وہ بَدَن دوسرا بَدَن ہے جیسا کہ احادیث میں سبز رنگ کے پرندوں کے جوف وغیرہ میں ہونا آیا ہے۔ غالب یہی ہے اور اس کو جسم مثالی کہتے ہیں جو کہ خاص خاص صفات و کیفیات میں اس بَدَنِ عُنصری کے مُشابہ ہے۔ بعض احادیث سے اس کا زیادہ پتہ لگتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ آدم علیہ السلام کو ان کے پیدا کرتے وقت اللہ تعالیٰ نے مٹھی کھول کر دکھائی فَاذِا فِیْھَا اٰدَمُ وَذُرِّیَّتُہٗ (ترمذی شریف) اور یہ ظاہر ہے کہ آدم علیہ السلام عالم حِس میں موجود تھے پھر مٹھی میں کون سے آدم تھے معلوم ہوا کہ اس بدن کے علاوہ کوئی دوسری چیز بھی ہے جس کو آدم کہا اور یہ بظاہر بدن مع الروح ہے پس معلوم ہوا کہ بَدَن تو یقیناً متعدد ہوا اور رُوح ممکن ہے ایک ہی روح دونوں بدن سے متعلق ہو چنانچہ

Marfat.com

حدیث معراج میں ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام کو آپ نے متعدد جگہ دیکھا تو ظاہر ہے کہ وہ ابدان مختلف تھے اور ایک ہی رُوح سب کی مرتبی تھی۔ اس لیے دوسرے بدن کو بھی اسی نام سے موسوم کیا گیا۔

رہا یہ کہ ایک رُوح دو بدن کے ساتھ کس طرح متعلق تھی؟ سو اس کے چند طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ ایک بدن میں ساری اور نافذ ہو اور دوسرے میں ——— رُوحانی قوّت سے متصرّف ہو۔ دوسرے یہ کہ دونوں بدن میں رُوحِ غیر عنصری کے کچھ کچھ اجزاء ہوں اور ان دونوں میں رُوحِ مجرّد تصرّف کرتی ہو کہ کبھی ان کو جمع کر دے کبھی متفرق کر دے۔

چنانچہ بعض اولیاء کو ایسے واقعات حیاتِ دنیا میں بھی پیش آئے ہیں۔ پس جب بدن کا متعدد ہونا ثابت ہو گیا تو بدنِ مثالی کا وُجُود ثابت ہو گیا۔

کیا عجب ہے کہ میثاق کے وقت یہی ابدان ہوں اور بعد موت سوال کے وقت روح بدنِ مثالی کے اندر ہو کر زمین کی طرف بھیجی جاتی ہو اور اس بدن عنصری کے ساتھ اس مجموعہ کو ایک گُونہ متعلق کر کے سوال اسی روح و بدنِ مثالی سے ہو پھر سوال کے بعد اسی روح کا آسمان کی طرف لے جانا یا جانا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے سب ارواح علیتی ہیں اور برزخ مؤمنین کا یہی مکان ہے جو کہ آسمان پر ہے جس کو علیّین کہتے ہیں جیسا کہ برزخ کفار کا ارضِ سفلی ہے۔ جس کو سجّین کہتے ہیں۔ رہا یہ کہ حدیث شریف میں ہے کہ سوالِ ملکین کے

Marfat.com

صحیح جواب دینے پر کہا جاتا ہے۔ نَمْ کَنَوْمَۃِ الْعَرُوسْ جس سے رُوح کا بظاہر قبر میں ہونا معلوم ہوتا ہے۔ سو غور کرنے سے اس کہنے میں نوم کا قبر میں ہونا لازم نہیں ہوتا جو علّیین کی طرف جانے کے معارض ہو۔ گو من وَجہٖ قبر سے بھی تعلق رہتا ہو۔ چونکہ نوم سے مراد راحت ہے اور یہ نہ منافی لِقاء ہے نہ منافیٔ کلام ہے۔ رہی ثبوتِ برزخ کی دلیل تو وہ اس آیت کریمہ میں ہے۔

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا ج وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ قف اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (پ۲۴ سورۃ المؤمن)

آیۃ کے جزو اوّل صبح وشام آگ کا پیش کیا جانا عالم برزخ ہی میں ہے کیوں کہ قیامت کے دن کا اشد عذاب اسی آیۃ کے دوسرے جُزو میں مذکور ہے۔

یہاں تک رُوح کے متعلق موت اور مابعدالموت عالم برزخ سے متعلق کلام ختم ہو گیا۔ اب رہا معاملہ آخرت کا سو نُصُوصِ قرآن پاک وحدیث رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تصریح ہے کہ یہی بدن عُنصری زندہ کیا جاوے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ کَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہٗ اور اسی طرح حدیث شریف میں ہے اور اس بدن کے ساتھ رُوح یعنی جسم غیر عُنصری تو ضرور ہی متعلق ہو گی اور رُوحِ عُنصری، بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی متعلق ہو گی کیوں کہ یہ بھی اجزائے بدن سے ہے۔

Marfat.com

رہا یہ اشکال کہ اس بدن کو کسی نے کھالیا اور وہ اس کا جزوِ بدن ہو گیا تو پھر یہ کیسے اعادہ ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تمام اجزاء کا جزوِ بدن ہونا ضروری نہیں کچھ اجزاء اس کھانے والے کے دستبرد سے ضرور محفوظ ہیں وہ سب اعادہ کئے جائیں گے۔

اب رہی رُوحِ مُجرّد اس کا تعلق قبر اور آخرت دونوں میں مثل تعلقِ دنیوی کے ہو گا دلیل وہی کَمَا بَدَءْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُعِیْدُہٗ کیوں کہ یہاں تشبیہ ہے اور تشبیہ کا تام ہونا اسی کو چاہتا ہے کہ رُوح کا تعلق قبر یعنی برزخ اور آخرت دونوں سے ہو پھر جنت اور دوزخ میں بھی یہی بدن جائے گا اور اسی کے واسطے سے روح کو اَلم، دکھ اور لذّت و راحت ہو گی جیسا کہ بیان کیا گیا کہ رُوحِ مُجرّد کو ثواب و عقاب عقلی و معنوی ہو گا اور رُوحِ مادّی کو ثواب و عذاب حسی ہو گا۔

وَ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

Marfat.com

خلاصہ

تمام تر تقریر کا خلاصہ :- یہ امور ہوئے بعض قطعاً بعض ظناً بعض امکاناً۔

اَمرِ اوّل۔ رُوح کے بارے میں پانچ مذہب ہیں (حکمائے متقدمین کا کہ رُوح مجرد قدیم ہے اور یہ قول باطل ہے۔

دوسرے حکماء متاخرین کا مذہب اور قول کہ رُوح جوہر مجرّد حادث بعد البدن ہے یہ بھی محض باطل ہے۔

تیسرا مذہب صوفیائے مکاشفین کا رُوح جوہرِ مجرّد حادث قبل البدن ہے یہ حق ہے۔

چوتھا مذہب علماء متکلمین کا کہ رُوح جسم غیر عنصری ہے یہ بھی حق ہے

پانچواں مذہب اطباء کا ہے کہ روح ایک جسم عنصری ہے یہ بھی مذہب حق ہے۔

تنبیہ | ۳، ۴، ۵، میں جو رُوح کے تین مصداق ہیں تینوں حادث ہیں اور یہ تینوں بدنِ انسانی سے متعلق ہیں اس طرح کہ ۳ بواسطہ ۴ کے اور ۴ بواسطہ ۵ کے۔

تنبیہ دوم | ۴، ۵، جسم اور مکانی ہیں اور ۳ مجرد غیر مکانی ہے ۵ موت کے بعد عناصر میں مل جاتی ہے اور ۴ برزخ میں رہتی

Marfat.com

ہے اور ۳ بحالہ غیر متمکن ہے۔

تنبیہ سوم مثاب اور معاقب برزخ میں ۳، ۲ ہیں ان کا تالم دکھ تکلیف اور تلذذ وراحت برزخ میں بواسطہ جسم مثالی کے ہوتا ہے اور آخرت میں تینوں روحیں ۳، ۴، ۵ اسی بدنِ عنصری سے متعلق ہوں گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

طرقِ سلاسلِ اربعہ مشائخِ کرام

چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ، اصولاً سب متحد ہیں کہ اصل مطلوب تصحیح اخلاق فاضلہ اور تکمیلِ تہذیبِ اخلاقِ حمیدہ بطلب رضا الٰہی ہے۔

تحصیل کے طرق ومعالجات بتعددِ انفاس خلائق متعدد ومتکثر ہیں البتہ ترتیب تحصیل میں کسی قدر فرق ہے۔

چشتیہ: تہذیب اخلاق کو مقدم اور خاص الخاص توجہ اس پر مرتکز

Marfat.com

فرماتے ہیں۔

نقشبندیہ :۔ ذکر کی طرف زیادہ توجہ فرماتے ہیں۔

اسی طرح دوسرے سلاسل قادریہ، سُہروَردیہ بھی ذکر پر زیادہ توجہ فرماتے ہیں۔ لیکن اب طریق مُرکّب ہے تصحیح اخلاق کے ساتھ ساتھ اذکار بھی تعلیم کئے جاتے ہیں اور یہ اذکار مختلف صورتوں کے ساتھ مختلف ناموں کے ساتھ ہیں۔ کوئی ذکر لسانی ہے کوئی ذکر قلبی ہے۔ کوئی پاسِ انفاس کی شکل میں ہے۔ کوئی حبسِ دم کی صورت میں ہے کوئی شغل کی صورت میں ہے اور کوئی مراقبہ کی صورت میں۔

ان سب کے طُرُق میں بعض صورتیں مُتّحد اور بعض صورتیں مختلف ہیں لیکن مطلوب ایک ہی ہے۔ یعنی انقِطاع عَنِ الخلق، توجّہ اِلَی الخَالِق، تصورِ حق ذاتِ بحت، ملکہ یاد داشت بمعرفت الٰہی بخشیت الٰہی باشوق و ذوق و اُنس و محبّت۔

ذِکر سے اُنس و محبت، نُزہت و تنزیہ، صَفائیت شفافیت نکھار پیدا ہوتا ہے اور یہ نکھار و نزہت مطلوب ہے۔

اور اشغال سے ملکۂ یادداشت اور مراقبات سے معرفت و خشیت و رسوخِ احسان مطلوب ہے۔ پھر جو ان مطلوبات کے ذرائع و وسائل ہوں گے وہ بھی مطلوب ہوں گے اس لئے ذکر، فکر، اشغال، مراقبات کے طُرُق مطلوب ہیں۔

اِنتباہ :۔ اب رہی یہ بات کہ کس کے لیئے کیا طریق نافع ہے یہ

شیخ صاحبِ فن کی رائے پر ہے چونکہ طالبِ اصلاح اور شیخ کا تعلق طبیب اور مریض کا سا ہے اسی لئے حضرت شیخ ابن عربیؒ نے لکھا ہے کہ شیخ کو تدبیر اطباء کی سی چاہیے جیسے کہ یہ لکھا ہے کہ شیخ میں سیاست بادشاہوں کی سی اور علم انبیاء کا سا ہونا چاہیے۔ بہرحال سَلاسِلِ اَرْبَعَہ اصول میں سب مُتّحد ہیں اور طرق میں کہیں مُتّحد اور کہیں مختلف اور منجملہ طُرق، اذکار اشغال مراقبات بھی ہیں چونکہ طریقِ ذکرِ چشتیہ اسی کتاب میں سابقاً آچکا ہے اس لئے یہاں ترک کر دیا گیا ہے۔

طریقِ ذکرِ نقشبندیہ

جب طالب صادق اس جماعت میں سے کسی کے پاس جاتا ہے تو استخارہ کرنے کو فرماتے ہیں۔ استخارہ میں اشارہ مل جانے پر اس کی طرف مشغول ہوتے ہیں۔ اس طرح کے انسان کے اندر چھ لطیفے ہیں۔ جن کا تفصیلی ذکر اسی کتاب میں ہے ان کو یہاں تک ذاکر کرنے میں سعی کرتے ہیں کہ خود ذکر سے تنا سا ہو جاوے اور بتوجہ خود مُرید کے لطیفہ میں ذکر کے القاء کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس کا یہ طریق اختیار کرتے ہیں۔ کہ مُرید سے زبان کو تالو میں لگواتے ہیں اور بغیر زبان ہلائے قلب سے اِسمِ ذات اللہ کو ادا کرتے ہیں اور اپنے قلب کے منہ کو مُرید کے دل پر تصوّر کرتے ہیں اور غیر خدا کے خیال کو اس کے دل میں آنے

سے روک کر اس کے قلب کو اپنی طرف انجذابِ قلب سے متوجّہ کرتے ہیں تاکہ اس توجّہ کے اثر سے اس کے لطیفہ میں حرکت پیدا ہو کر ذکر جاری ہو اس طرح کم و بیش ایک گھنٹہ مرید کی طرف متوجّہ رہتے ہیں۔

تنبیہ قلبِ صنوبری، قلبِ حقیقی کا نشیمن ہے اس کو حقیقتِ جامع بھی کہتے ہیں۔ اور خدا کی عادت جاری ہے کہ جب مرید اپنے قلب کی طرف متوجّہ ہوتا ہے تو مبدءِ فیض سے قلبِ حقیقی کے واسطہ سے اُس کو فیض ہوتا ہے یہ لطیفۂ قلب کی مشق کی نوعیت ہے جب یہ مشق کامل ہو جاتی ہے اور فناءِ قلبی حاصل ہو جاتی ہے تو باقی لطائف کی الگ الگ مشق کرائی جاتی ہے۔ فنائے لطائف یہی ہے کہ لطائف میں مستغرق ہو جائے اور اس میں تکلف کی ضرورت نہ ہو۔

یہ طریق تو اسمِ ذات اللہ کا تھا اس کے سوا نفی و اثبات کی بھی تعلیم کی جاتی ہے اس کا طریق یہ ہے کہ آنکھیں اور ہونٹ بند کر کے سانس ناف کے نیچے سے اٹھا کر قلب میں روکے اور لَا کو ناف سے نکال کر گلے تک پہنچا کر اِلٰہَ کو گلے سے لطیفۂ روح تک لا کر اِلَّا اللہ کی دل پر ایسی ضرب لگائے کہ اس کا اثر تمام لطیفوں پر پہنچے اور غیر اللہ کی نفی اور اللہ کی ذات کے اثبات کا تصور کرے پہلے ایک سانس میں اسی طرح ایک دفعہ کرے اور تدریجاً ترقی دیتا ہوا اکیس مرتبہ تک پہنچائے اور طاق عدد کا، مدوشد کا خیال رکھے تاکہ اثر ظاہر ہو۔

انتباہ: ذکر کا اثر یہ ہے کہ نفی کے وقت غیر کے وجود کی بالکل

Marfat.com

نفی ہو جاوے اور اثبات میں انجذاب الٰہی کا ظہور ہو کہ مذکور یعنی اللہ کا ذکرِ اسم دل پر غالب ہو کر محبوبِ حقیقی میں محو ہو جاوے۔

انتباہ یہ دو طریق نقشبندیہ کے ذکر کے سلسلہ میں عرض کئے گئے اسی پر دوسرے لطائف کو قیاس فرمائیں کہ جس لطیفہ کی مشق مقصود ہو اسی لطیفہ پر حبسِ دم کرے اسطرح کہ ناف کے نیچے سے سانس کھینچ کر جس کا شغل منظور ہو اس پر ٹھہرے اور جس قدر ممکن ہو اسمِ ذات میں اس کے معنیٰ اور اس مقامِ لطیفہ کو نور اور واسطے کے ساتھ ساتھ منہمک ہو جاوے اور اسم کو ذات کا غیر نہ سمجھے۔ بعض صاحبان ان مقامات کا ذکر بغیر حبسِ دم کرتے ہیں اور ذکر وہی اسمِ ذات ہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ نفی و اثبات میں جو تعلیم نقشبندیہ کے طریق کی اوپر بیان کی گئی۔ احقر بعض اقویاءِ ذی قوائے قویہ کو اس کی تعلیم کرتا ہے۔ آنکھ اور سوراخ کان کے بند کرنے کے ساتھ الحمد للہ تعالیٰ باطن کے لیئے بیحد نافع ہوا۔

طریق قادریہ

سلسلہ قادریہ میں ذکرِ نفی و اثبات معمولی آواز کے ساتھ تعلیم کیا جاتا ہے۔ جس کا طریق یہ ہے کہ لَا اِلٰہَ کو پوری طاقت سے بدن کے اندر سے کھینچ کر اِلَّا اللہ کی دل پر ضرب لگاتے ہیں اسی طرح خلوت [illegible] و شب مشق کرتا رہے اور بار بار حسبِ ضرورت جس قدر بھی

Marfat.com

ہو سکے کرتا رہے اور ہر سو کے بعد ایک بار مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وَسلّم کہے اور ایک ہی نشست میں ایک ہزار ایک سو گیارہ بار ورد کرے یہ بہتر ہے۔ اس طرح کرنے سے ذاکر کو ایک خاص محویت اور جذب بالطف ہو گا۔

اس کے بعد نفی و اثبات کی اس طرح تعلیم کرتے ہیں کہ رو بقبلہ دو زانو باادب بیٹھ کر آنکھیں بند کر کے پوری طاقت سے لا کو ناف کے نیچے سے کھینچ کر باہر لائے اور اپنے شانہ (کندھے) تک پہنچا کر اِلٰہ کو اُمّ الدّماغ سے نکالے اور اِلَّا اللّٰہُ کی بہت زور سے قلب پر ضرب لگائے لَآ اِلٰہ کہتے وقت خیال کرے سوائے خدا کے نہ کوئی معبود ہے نہ کوئی مقصود ہے نہ کوئی موجود ہے تاکہ غیر کی ہستی کا خیال جاتا رہے اور اِلَّا اللّٰہ سے موجودِ مطلق کے اثبات کا خیال کرے۔ اس کے علاوہ ذاکر اسمِ ذات یکضربی، دوضربی، سہ ضربی چہار ضربی کی تعلیم و مشق کرتے ہیں۔

یکضربی میں لفظ اللّٰہ کی پوری طاقت سے دل پر ضرب لگاتے ہیں پھر ذرا ٹھہر کر اتنا کہ سانس ٹھہر جاوے تب ضرب لگا دے اسی طرح مشق کرے۔

دو ضربی میں پہلی بار ضرب دائیں گھٹنے پر دوسری قلب پر
سہ ضربی اوّل دائیں گھٹنے پر دوسری بائیں گھٹنے پر تیسری ضرب دل پر
چہار ضربی میں پہلی دوسری دائیں گھٹنے پر تیسری سامنے چوتھی ضرب دل پر لگائے۔

Marfat.com

اِنتباہ یکضربی، دوضربی، سہ ضربی میں دوزانو بیٹھے اور چہار ضربی میں چہار زانو بیٹھے۔ یہ طریق ذکر تھا اور پاسِ انفاس وہی عام طریق پر ہے۔ اتنا فرق ہے کہ لفظ ھُو کو خیالی طریقہ سے کھینچ کر آسمان پر لے جائے۔

شغل قادریہ اسم ذات خفیہ

ان اذکار کے بعد شغل اسم ذات خفیہ کی تعلیم کرتے ہیں اس طرح پر کہ زبان کو تالو سے ملائے اور جس قدر ہو سکے قلب سے اللہ اللہ کہے اور رات دن یہی تصور رکھے تاکہ پختگی پیدا ہو اور ذکر میں کوئی زحمت نہ ہو بلکہ ذکر کی ایک کیفیت اضطراری ہو جاوے۔

شغل اسم ذات :- اس کا طریقہ یہ ہے کہ کاغذ پر قلب صنوبری کی سُرخ یا نیلی تصویر کھینچ کر اس میں اللہ سنہری یا روپہلی صورت سے لکھ کر اس پر نظر رکھے یہاں تک کہ یہ نام دل پر منقوش ہو جاوے یا لفظ اللہ کی صورت دل پر لکھے اور اس کی طرف متوجہ رہے۔ تصویر یہ ہے (اللہ)

Marfat.com

شُغلِ دَورَہِ قادریہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ ادب سے دوزانو ہوکر قبلہ رو بیٹھے آنکھیں بند کرے زبان کو تالو سے لگا کر اَللّٰہُ سمیعٌ کا بحضورِ قلب تصور کرے اور ناف سے خطِّ نورانی نکال کر وسطِ سینہ یعنی مقام لطیفۂ سِرّ تک پہنچائے اور اَللّٰہُ بصیرٌ کو سینہ سے نکال کر دماغ تک پہنچائے جو کہ بین الحاجب وَاُمّ الدِّماغ مَقامِ لطیفۂ اَخفٰی ہے اَللّٰہُ عَلیمٌ کو اُمُّ الدِّماغ سے نکال کر عرش تک پھر اس عروج کے بعد عرش سے نزول کرے کہ اَللّٰہُ علیمٌ کو عرش سے دماغ تک اَللّٰہُ بصیرٌ کو دماغ سے سینہ تک اور اَللّٰہُ سمیعٌ کو سینہ سے ناف تک لائے۔ اس دورہ کے بعد پھر ناف سے شروع کرے۔ اسی طرح تدریجاً عروج ونزول کے ساتھ مشغول رہے۔

انتباہ اس شغل کی کیفیات بہت مشغول ہونے سے معلوم ہوتی ہیں۔ اس شغل کے فوائد وثمرات حاصل ہونے کے بعد مراقبہ کی تلقین وتعلیم فرماتے ہیں۔

بیانِ مراقباتِ قادریہ

مراقبۂ احسان۔ مراقبۂ فنا۔ مراقبۂ نور، مراقبۂ موت۔ ان مراقبات کے بعد مراقبۂ توحیدِ افعالی۔ مراقبۂ توحیدِ صفاتی۔ مراقبہ توحیدِ ذاتی ہیں۔

Marfat.com

(مراقبۂ توحیدِ ذاتی سے محققین نے منع کیا ہے۔)

طریق مُراقبہ

مُراقبہ رقیب سے مشتق ہے اور رقیب عربی میں نگہبان، محافظ کو کہتے ہیں تو معنیٰ یہ ہوئے کہ دل کو ماسوائے اللہ کی یاد سے اور غیرِ حق سے محفوظ رکھنا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس آیت یا کلمہ کا مراقبہ منظور ہو اس کو زبان سے کہے اور اپنے کو ذلیل وحقیر و کمترین سمجھ کر باادب قبلہ رُو دو زانو بیٹھے اور غیر خدا سے دل صاف کر کے اس کے معنیٰ کے تصور میں منہمک ہو جاوے اسی کے متعلق حدیث شریف میں مَا الْاِحسَانُ ہے۔

مُراقبۂ فنا، كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ - یہ آیت گویا مراقبوں کا اصل ہے

اس کا طریق یہ ہے کہ اپنے کو بالکل مردہ اور خاک خیال کرے اور آسمان کو شگافدار اور تمام دنیا کو نیست ونابود مثل قیامت کے دن کے تصور کرے اور خدا کی ذات کو موجود و باقی تصور کرے اس درجہ کی جب تک محویت نہ پیدا ہو جاوے اسی شغل میں مشغول رہئے اور اس کے حاصل ہونے کے بعد دوسرے مراقبوں میں مشغول ہو۔

Marfat.com

دوسرا مراقبہ نور اللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۔ خیال کرے کہ جس طرح اللہ کا وجود ہر جگہ ہے اسی طرح اس کا نور تمام عالم میں ہے اور اس میں مستغرق ہو جاوے۔ اسی طرح

تیسرا مراقبہ موت اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْہُ فَاِنَّہٗ مُلٰقِیْکُمْ ۔ اور اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ ۔ جب ان مراقبات سے فائدہ حاصل ہو اور انوار و کیفیات ظاہر ہوں تو پھر مراقبہ توحید کیا جاتا ہے اور یہ مراقبہ توحید چند طریق پر ہے۔

اوّل توحید افعالی:۔ اس کا طریقہ ہے کہ تمام دنیا کے حرکات و سکنات کو خدائے تعالیٰ کے افعال کا مظہر جانے۔ ظاہری کام کرنے والوں کو آلہ، اور اللہ تعالیٰ کو فاعل حقیقی خیال کرے تو غیر کی فاعلیت کا خیال جاتا رہے گا اس پر پوری طرح پابندی کرنے پر عجیب ثمرہ یعنی بہتر اخلاق ظاہر ہوں گے۔

دوسرا مراقبہ توحید صفاتی:۔ اپنے اور تمام دنیا کے وجود کو اللہ تعالیٰ کے صفات کا عکس سمجھے اور اسی خیال میں مستغرق ہو جاوے۔ یہاں تک حدیث شریف کُنْتُ لَہٗ سَمْعَہٗ وَ بَصَرَہٗ کا مصداق ہو جاوے۔

انتباہ اس کے فوائد بھی اس قدر ہیں کہ لکھے نہیں جا سکتے مختصراً عرض ہے کہ اپنے جسم کو وسیع تصور کرے کہ زمین سے عرش

تک تمام چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے اور تمام عالم کا وُجُود اپنے وُجُود میں پاتا ہے اور اس کی تکثیر سے ہر چیز کی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے حقیقت اس پر منکشف ہوتی ہے اور موجوداتِ واقعیہ کے حالات منکشف ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں ہی نہ ٹھہر جاوے اور جو انوار ظاہر ہوں ان پر سے گذر جاوے کہ وہ سب حجاب ہیں وُجُودِ ذاتِ مطلق کے بلکہ دربارِ الٰہی میں عجز و انکسار کے ساتھ دُعا کرے کہ اس سے نکل جاوے کہ بعض بے رنگ و لطیف نور پا کر اس پر ٹھہر جاتے ہیں غرضِ اصلی سمجھ کر، لیکن یہ سب حجابات ہیں ان پر توقف نہ کرے خدا کی مدد شاملِ حال ہے تو یہ پردے با آسانی طے ہو کر ذاتِ مطلق کی معرفت کا بفضلہٖ تعالیٰ نور حاصل ہوگا۔ عجیب حالات اور انکشاف ذات و صفات، حقائقِ کونیہ منکشف ہوتے ہیں اس کو اصطلاح میں سیر فی اللہ کہتے ہیں اور اس کی انتہا نہیں۔ اس کو مقامِ سلوک و معرفت کا منتہا خیال کیا جاتا ہے۔

انتباہ سالک کو چاہیے کہ اوّل تو کبھی بھی اور بالخصوص ابتدا میں ایسے امور کی تحقیق و تلاش و جستجو میں کاوش نہ کرنا چاہیے کیوں کہ ایسے امور متوسط درجے کے سالکین سے واقع ہوتے ہیں۔ منتہی دنیا کی چیزوں کی طرف کہ یہ سب مخلوق ہیں متوجہ نہیں ہوتے اسی لیے ان سے ایسے واقعات کم واقع ہوتے ہیں۔

یہ بھی خوب سمجھ لیں کہ عارف کے تمام منکشوفات کا صحیح اور

Marfat.com

واقع کے مطابق ہونا ضروری نہیں۔ واقعات کا کشف ظنی چیزوں سے ہے جن میں غلطی کا بھی احتمال ہے اور گاہے بالکل خلاف واقعہ بھی ہوتے ہیں۔ بس استقامت اور ہر امر میں ہر عمل میں کمالِ اتباع سنت پر مستقیم ہو۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کا مصداق ہو

ذِکر

(صوفیائے کرام کے بیان میں ذِکر کا بہت جگہ اور جگہ جگہ ذِکر آتا ہے۔ لہٰذا اِس کی حقیقت معلوم ہونا چاہیے۔ سو اِصطلاح صوفیاء میں ذکر اس کو کہتے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی یاد میں تمام غیر خُدا کو بھول جاوے اور حضورِ قلب سے اللہ تعالیٰ کا قرب نزدیکی اور معیت حاصل کرے اسی کو حدیثِ قدسی میں فرمایا ہے۔

اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَکَرَنِیْ وَ تَحَرَّکَتْ بِیْ شَفَتَاهُ

کہ جب میرا بندہ مجھ کو یاد کرتا ہے اور میرے نام سے اس کے ہونٹ ہلتے ہیں تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں ــــ اور فرمایا ہے۔

Marfat.com

اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ کہ جو مجھ کو یاد کرتا ہے تو میں اس کا ہمنشین وجلیس ہوتا ہوں۔ نیز حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں بھی فرمایا ہے سَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا ہ خدا کی صبح وشام تسبیح کرو۔ حاصل یہ نکلا کہ بس پوری توجہ سے یادِ الٰہی میں اس طرح منہمک ہو کہ اپنے نفس سے بھی بیخبر ہو جائے اور اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِہِمْ کا مصداق ہو جائے ذکر اس کی زندگی ہو جائے۔

انتباہ یوں تو ذکر کی بہت قسمیں ہیں، بہت صورتیں اور بہت طریق ہیں۔ لیکن عزیزانِ من مقصود ذکر سے مطلوب کا حاصل ہو جانا ہے۔ لہٰذا جس عمل سے یہ نفع حاصل ہو جائے وہی ذکر کہا جا سکتا ہے خواہ وہ نماز و روزہ ہو یا درود شریف ہو یا کلمہ شریف کا ورد ہو یا تلاوت ہو یا استغفار ہو یا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ہو یا اللہ اللہ ہو یا اور دعائیں ہوں۔ لیکن یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک ذاکر اپنے کو مٹا نہ دے سو طالب خدا اس کے ذکر میں اس طرح منہمک ہو جاوے کہ اپنے کو اور تمام غیر اللہ کو بھول جاوے۔ جب طالب اس درجۂ فنا کو ذکر میں منہمک ہو کر پہنچ جائے گا تو اخلاقِ حسنہ یعنی زہد، توکل، خلوت، قناعت، صبر و حلم، رضا و تفویض انشاء اللہ تعالیٰ خود بخود حاصل ہو جائیں گے اور اس پر انوارِ الٰہیہ کی اس قدر تجلیاں ہوں گی کہ اس کے حواسِ خمسہ مغلوب و مستور ہو جائیں گے

Marfat.com

اور ذکر و ذاکر دونوں فنا ہو جائیں گے اور صرف مذکور یعنی اللہ رہ جائے گا۔ بس مصداق ہوگا۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کا کہ اللہ نے گواہی دی کہ سوائے اس کے کوئی معبود نہیں وہی ہے وہی۔ اس ذکر کی تلقین و تعلیم شیخ کرتا ہے اور ذکر کے لئے افضل ذکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا ہے۔ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہ سب ذکروں میں لاالٰہ افضل ہے اسی واسطے اکثر مشائخ بھی اسی ذکر کی تعلیم فرماتے ہیں جس کے مختلف طریق ہیں جن کا بیان تفصیلی سابق میں آچکا ہے اور اس کے ساتھ بوقت تعلیم و تلقین توجّہ کے مختلف طریق ہیں، آسان طریق لکھا جاتا ہے۔

توجّہ کا آسان طریقہ

مُرید کو باوضو دوزانو مؤدب بٹھائے اور پہلے اس کی طرف توجہ کرے تاکہ اس کا ذہن باآسانی اذکار و اشغال کو قبول کر سکے وہ اس طرح کہ مُرشد پہلے خود تمام خیالات سے خالی ہو جائے پھر اپنے دل کو اس کے دل کے مقابل کرے اور اللہ تعالیٰ کے اسم ذات اللہ کی ضرب لگائے۔ اور یہ خیال کرے کہ اس ذکر کی کیفیت میرے واسطے سے اس کو حاصل ہو رہی ہے اور یہ ذکر اس کے دل میں سرایت

Marfat.com

کر رہا ہے اور یہ ضربیں ایک سو ایک بار ہوں تاکہ شوق اور ذکر کی حرارت اس کے قلب پر اثر کرے اور اس کا قلب ذاکر ہو جائے اور قلب ذکر سے حرکت کرنے لگے تو اس طرف کچھ التفات نہ کرے حتیٰ کہ کثرتِ ذکر سے بلا اختیار جسم کا کوئی حصّہ، کوئی عضو ہاتھ، پاؤں سر حرکت کرنے لگتے ہیں۔ بعض دفعہ ذکر کا نور تمام جسم کو گھیر لیتا ہے مختلف قسم کے انکشافات ہوتے ہیں اور عجیب قسم کے واقعات ظاہر ہوتے ہیں۔ کبھی روتا ہے کبھی ہنستا ہے کبھی متحیّر عالم حیرت میں ہوتا ہے لیکن سالک کو چاہیے کہ کسی طرف بھی متوجہ نہ ہو بس ذکر و فکر میں بمحاسبہ و مجاہدہ مشغول رہے یہ سب جو کچھ ظہور میں آتا ہے صورتیں ہوں یا صوتیں ہوں انوار ہوں یا واقعات، ظلمات ہوں یا انکشافات وغیرہ سب مخلوق ہیں اور سالک کا وطیرہ خالقِ برتر اور ہمہ تن توجّہ ذات بحت پر ہے اس کو نظر بر خلق کیسی۔ بس سیر کرتا ہوا بلا التفات چلتا چلا جائے یہاں تک کہ واصل بحق، سرمستِ ذاتِ خاص ہو جائے اور فنائے تام ہو جائے کہ تمام خواہشاتِ نفسانی فنا ہو کر بس مرضیاتِ حق کا تابع ہو جاوے۔ فنائے نفس کے یہی معنیٰ ہیں کہ خواہشاتِ نفسانی تابع مرضیاتِ الٰہی ہو جائیں تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ کا مصداق ہو جائے صِبْغَةَ اللّٰهِ اللہ کے رنگ میں رنگ جائے کہ اپنی ہستی کی رنگ و بو نہ رہے۔ بس بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَنْطِقُ وَبِیْ یَبْطِشُ وَبِیْ یَمْشِیْ وَبِیْ یَعْقِلُ کا مظہر ہو جاوے۔ یعنی میرے ہی ذریعہ سے سنتا اور دیکھتا اور بولتا

Marfat.com

اور پکڑتا اور چلتا اور ادراک کرتا ہے اور مَارَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَأَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ کا مصداق ہو جاوے کہ میں کوئی چیز نہیں دیکھتا جس میں خدا کا جلوہ دکھائی نہ دے بس یہ حال ہو جاتا ہے کہ ؎

علم حق در علم صوفی گم شود
ایں سخن کے باور مردم شود

یعنی خدا کا علم اس کے علم میں غائب ہو جاتا ہے یعنی دونوں علم مخلوط ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کے کہنے کو ہر شخص یقین نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

اصطلاحاتِ یازدہ ولجب الحفظ

ہر جماعت کی کچھ اصطلاحات ہوتی ہیں جو کہ وہ بعض تفصیلات کا اجمال اور ابہام ہوتی ہیں۔ انہی میں سے نقشبندیہ کی کچھ اصطلاحات ہیں۔ جو کہ وہ دوسرے سلاسل میں بھی مطلوب ہیں جیسا کہ بعد وضاحت معلوم ہو جائے گا۔ وہ اصطلاحات یہ ہیں۔

ہوش در دم[۱]، نظر بر قدم[۲]، سفر در وطن[۳]، خلوت در انجمن[۴]، یادکرد[۵]، بازگشت[۶]، نگہداشت[۷]، یادداشت[۸]، وقوفِ زمانی[۹]، وقوف عددی[۱۰]، وقوف قلبی[۱۱]۔

سب گیارہ ہیں۔ ان کو یاد رکھنا چاہیئے اور اپنا مطمح نظر جاننا چاہیے ان کو یاد رکھنا بہت آسان ہے۔

ہوش در دم یہ کہ اپنے سے باخبر اور ہوشیار رہے تاکہ غفلت سے سانس نہ آئے یہ تفرقہ نفسی کو دفع کرتا ہے۔

نظر بر قدم یہ کہ ہر جگہ آمد و رفت میں پاؤں پر نظر رکھے تاکہ نظر پراگندہ اور منتشر نہ ہو جاوے اور جمعیتِ خاطر

حاصل ہو۔ ابتداء میں دل نظر کے تابع ہوتا ہے اور نظر کی پابندی
دل پر اثر ڈالتی ہے۔

سفر در وطن یہ کہ سالک انسانی طبیعت میں سفر کرے یعنی صفاتِ ذمیمہ
کو اچھے اخلاق میں بدل دے یہی تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللہ کے معنیٰ ہیں

خَلوت در انجمن یہ کہ ظاہر میں خلقت کیساتھ رہے اور باطن میں اللہ
تعالیٰ کے ساتھ یعنی ہر حال میں حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول
رہے، خدائے تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے

یاد کرد اس سے ذکر لسانی و قلبی مراد ہے کہ خدا کی یاد میں غفلت
کو دور کرے۔

بازگشت یہ ہے کہ جتنی بار کلمہ طیبہ زبان سے ادا کرے اتنی بار دل
سے دعا کیا کرے کہ بارِ الہٰا تو اور تیری رضا میرا مقصود
ہے اور میں نے تیرے ہی لئے دنیا اور آخرت کو چھوڑ دیا تو مجھے اپنی
نعمتوں اور اپنی بارگاہ کی رسائی عنایت فرما۔ ذکر میں اس سے غفلت
نہ کرنا چاہیے یہ بہت بڑی شرط ہے۔

نگہداشت مراقبۂ قلب کو کہتے ہیں یعنی دل کو غیر کے خیال سے
خالی رکھے کہ ایک سانس میں سو مرتبہ کلمہ طیبہ کہے تو
غیر کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ اسماء و صفاتِ باری تعالیٰ سے بھی غافل ہو
جاوے اور وحدتِ مطلق اور وراء الوراء کو مدِ نظر رکھے۔

یادداشت یہ کہ ہر حالت میں اور ہر وقت میں خدا کی طرف

Marfat.com

متوجہ رہے، بعض حضورِ قلب کو یادداشت کہتے ہیں کہ بمحبت ذاتی خدا کا شہود، اس کا وجود دل پر غالب ہو، اسی کو مشاہدہ کہتے ہیں اور یہ مقام کہ پوری توجہ خدا کی طرف ہو پوری فنا اور بقائے کامل کے بغیر حاصل نہیں ہوتا ہے۔

وقوفِ زمانی یہ ہے کہ انسان ہر حالت میں اپنے سے باخبر رہے کہ خدا کی اطاعت کرتا رہے اور اس پر شکر کرے اور کوئی گناہ ہو گیا ہو تو عذرخواہی و توجہ کرے یا پاسِ انفاس کا خیال رکھے کہ حضور میں گذرتا ہے یا غفلت میں اسی طرح بسط و قبض میں شکر اور استغفار میں رہے اسی کو محاسبہ کہتے ہیں۔

وقوفِ عددی یہ ہے کہ نفی و اثبات میں طاق عدد کا خیال رکھے۔ ذکرِ قلبی میں عدد کی رعایت کرے اس سے پریشانی خاطر دفع ہوتی ہے۔

وقوفِ قلبی ذکر کرنے والا خدا سے باخبر اور واقف رہے یا خدا کے حضور میں دل کو اس طرح حاضر رکھے کہ غیرِ خدا سے کوئی تعلق نہ رہے۔

اِنتباہ محققین نے فرمایا ہے کہ اگر طالب میں ذکرِ قلبی قرار نہ کرے اثر نہ کرے تو اسے ذکر سے روک کر وقوفِ قلبی کا مرشد امر فرماوے تاکہ ذکر جلد اثر کرے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معمولاتِ سالک

(جو اس طریق میں بے حد مفید ہیں)

تہجد: چار، آٹھ، بارہ رکعت حسب گنجائش وقت آخر شب میں
بہ مجبوری وقت عشاء کم از کم چار رکعت۔

دوازدہ تسبیح: خواہ تہجد کے وقت یا بعد عشاء، نمازِ فجر یعنی دو تسبیح
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی اس کو نفی اثبات بھی کہتے ہیں۔ چار تسبیح اِلَّا اللّٰہ
کی، چھ تسبیح اَللّٰہُ اَللّٰہُ کی، ایک تسبیح اَللّٰہُ اللّٰہْ کی۔

فجر کی سنت اور فرض کے درمیان اکتالیس بار سورۂ فاتحہ
مع بسم اللہ ہر بار۔

بعد نماز فجر: سورۃ یٰسٓ شریف، بقدر فرصت تلاوت قرآن
پاک، کم از کم پاؤ پارہ اور جن کو جتنی سورتیں یاد ہوں اُنہیں کو پڑھ
لیا کریں، اور ایک منزل مناجاتِ مقبول مع حزب البحر یا جس

Marfat.com

وقت فرصت ہو اور یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْئَلُکَ اَنْ تُحْیِیَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ اَبَدًا یَا اَللّٰہُ۔ اکتالیس بار قبل از ذکر تین بار کم از کم۔

اشراق :۔ دو یا چار رکعت۔

چاشت :۔ اشراق کے بعد ہی یا کچھ دیر ٹھہر کر دو یا چار یا چھ رکعت۔

بعد ظہر :۔ سورۂ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ اور بقدر فرصت اسم ذات یا پانچ تسبیح اَللّٰہُ اَللّٰہُ۔

بعد عصر :۔ سورہ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ آیۃ کریمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ایک تسبیح۔

بعد مغرب :۔ اوّابین چار یا چھ رکعت اور بقدر فرصت اسم ذات، سورۂ واقعہ۔

بعد عشاء :۔ سورۂ مُلک، سورۂ الٓمّٓ السَّجْدَۃ، استغفار اس طرح سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ ایک تسبیح یا ستر بار اگر نیند کا غلبہ ہو یا تکان ہو تو اکیس بار۔

محاسبہ یعنی اعمال کا سوچنا :۔ یعنی رات کو سوتے وقت اپنے اعمال کو سوچ کر طاعات پر شکر کرنا معصیت پر نادم ہونا اور نفس کو معصیت پر حق تعالیٰ کی ملامت اور عذاب کو سنانا اور عہد کرنا کہ آئندہ گناہ

Marfat.com

کے پاس نہ جاؤں گا اور دن میں اس عہد کا خیال رکھنا لیجئے، بیٹھے، چلتے پھرتے کلمہ شریف کا ورد اس طرح کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ورد رہے، سانس ٹوٹنے پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ملا لیا کریں۔

ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی اور تسبیح فاطمہ ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰہ ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، ۳۴ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ یا ظہر، مغرب، عشاء میں بشرط فرصت تیسرا کلمہ یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کی ایک تسبیح اور فجر اور عصر میں تسبیحِ فاطمہ۔

ان کلماتِ طیّبات کا معمول مقرر کر لینا

یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا عَزِیْزُ یَا لَطِیْفُ یَا رَحِیْمُ
یَا حَفِیْظُ یَا کَرِیْمُ یَا رَقِیْبُ یَا وَکِیْلُ یَا قَوِیُّ
یَا وَلِیُّ یَا فَتَّاحُ یَا وَھَّابُ یَا رَزَّاقُ یَا بَاسِطُ
یَا مُعِزُّ یَا وَاسِعُ یَا مُقِیْتُ یَا وَدُوْدُ یَا غَفُوْرُ
یَا تَوَّابُ یَا رَءُوْفُ یَا مُحْیِیُ یَا مُمِیْتُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ
بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ بِحُرْمَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

Marfat.com

اگر فرصت ہو تو بجائے متفرق وقتوں کے اسم ذات کرنے کے لئے ایک دو وقتوں میں چھ ہزار یا بارہ ہزار اسم ذات کرلیا جائے تو یہ زیادہ اور جلد نافع ہے۔

شغل پاس انفاس حضور و زیادتی شوق اور ملکۂ یادداشت کے لئے پاس انفاس بہترین اور تمام اشغال میں آسان شغل ہے جس کا طریق یہ ہے کہ جس طرح آدمی بے تکلف سانس لیتا ہے۔ اس کو تھوڑا سا آمدورفت میں زور دے یعنی کھینچے، اور بقوت چھوڑ دے اندر کے سانس میں اَللّٰہ اور باہر کے سانس میں ھُوْ کا تصور کرے۔ اوّل اوّل خلوت میں اس عمل کو اتنا کرے کہ گرمی آجاوے اور آواز پیدا ہو جاوے۔ پھر اُٹھتے بیٹھتے، چلتے، پھرتے ہر حال میں اس کا تصور جمائے رکھے، اوّل دھیان کی ضرورت ہے پھر بے دھیان جاری ہو جاتا ہے۔ جو صاحبان کم زور ہوں ان کو یہ شغل طبعی سانس کے آمدورفت میں ہی کافی و نافع ہوگا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

نفل روزے بقدر ہمت رکھے، مثلاً ایام بیض ہر ماہ ۱۳، ۱۴، ۱۵، بالخصوص

نوٹ:۔ مریدین اپنے شیخ کی تجویز کے موافق معمولات پر التزام فرمائیں اور ان میں سے جس چیز کو معمول بنانا چاہیں شیخ سے استفسار کرلیں اور جو مرید نہیں ہیں وہ ان میں سے جس کو چاہیں اور جس قدر چاہیں اپنی فرصت اور قوت کے موافق معمول بنائیں مگر ذکر نہ آواز سے کریں نہ قلب کے جھٹکے سے اور شغل پاس انفاس بھی نہ کریں۔

Marfat.com

شش عید کے چھ روزے ذی الحجہ کے ۹ نو روزے یا صرف ایک روزہ عرفہ کا محرّم کے دو روزے۔ نویں۔ دسویں یا دسویں، گیارہویں شعبان کی پندرہویں تاریخ کا۔

اسمائے کتب برائے مطالعہ طالبین

طریقِ مطالعہ ہر کتاب کو تین مرتبہ دیکھا جائے اور اپنے حال کو اس پر جانچتے رہیں اور بد دل مطالعہ اور بعد مطالعہ جو کچھ اپنے حالات ہوں نہایت صدق و خلوص کے ساتھ اپنے شیخ کی خدمت میں اطلاع کا اہتمام رکھیں اور اس کی تعلیم پر التزام رکھیں کیوں کہ مرید کی جانب سے یہ عہد ہوتا ہے کہ وہ شیخ سے کوئی خطرۂ قلبی یا حالِ باطنی پوشیدہ نہ رکھے گا اور اس کی تعلیم پر بلاچون وچرا بلا شک وشبہ با اعتماد کامل و اعتقادِ جازم عمل کرے گا۔

کتابیں یہ ہیں۔

قصد السبیل، آداب الشیخ والمرید، اصول الوصول، حقوق الاسلام فروعُ الایمان، صفائی معاملات، حیواۃ المسلمین، آداب المعاشرت شوق وطن، جزاء الاعمال، تبلیغ دین، تعلیم الدین، بہشتی زیور مع بہشتی گوہر ملفوظات ومواعظ حضرت رحمۃ اللہ علیہ، نشرالطیب زاد السعید،

Marfat.com

اصلاح الخیال، اور شریعت وتصوف، تعلیمات اسلام،

تنبیہہ تبلیغ دین کے طعام کے باب میں اس کے مطابق عمل نہ کیا جائے۔

خاص ذکر وشغل کرنے والوں کو نصیحت

ہر بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے کا اہتمام کرو۔ اس سے دل میں بڑا نور پیدا ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کوئی بات تمہاری مرضی کے خلاف کرے تو صبر کرو، جلدی سے کچھ کہنے سننے مت لگو، خاص کر غصے کی حالت میں بہت سنبھالا کرو، کبھی اپنے کو صاحب کمال مت سمجھو، جو بات زبان سے کہنا چاہو پہلے سوچ لیا کرو، جب خوب اطمینان ہو جاوے کہ اس میں کوئی خرابی نہیں اور یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ اس میں دین یا دنیا کی ضرورت یا فائدہ ہے اس وقت زبان سے نکالو، کسی بڑے آدمی کی بھی بُرائی مت کرو، نہ سنو، کسی ایسے درویش پر جس پر کوئی حال درویشی کا غالب ہو اور کوئی بات تمہارے خیال میں دین کے خلاف کرتا ہو اس پر طعن مت کرو، کسی مسلمان

Marfat.com

کو گو وہ گنہگار یا چھوٹے درجے کا ہو حقیر مت سمجھو، مال و عزت کی طمع و حرص مت کرو، تعویذ، گنڈوں کا شغل مت رکھو اس سے عام لوگ گھیر لیتے ہیں۔ جہاں تک ہو سکے ذکر کرنے والوں کے ساتھ رہو اس سے دل میں نور، ہمت و شوق بڑھتا ہے۔ دنیا کا کام بہت مت بڑھاؤ، بے ضرورت اور بے فائدہ لوگوں سے زیادہ مت ملو اور جب ملنا ہو تو خوش خلقی سے ملو اور جب کام ہو جاوے تو ان سے الگ ہو جاؤ، خاص کر جان پہچان والوں سے بہت بچو، یا تو اللہ والوں کی صحبت ڈھونڈو یا ایسے معمولی لوگوں سے ملو جن سے جان پہچان نہ ہو۔ ایسے لوگوں سے نقصان کم ہوتا ہے۔ اگر تمہارے دل میں کوئی کیفیت پیدا ہو یا کوئی علم عجیب آوے تو اپنے پیر کو اطلاع کرو۔ پیر سے کسی خاص شغل کی درخواست مت کرو۔ ذکر میں جو اثر پیدا ہو سوائے اپنے پیر کے کسی سے مت کہو۔ بات کو بنایا مت کرو بلکہ جب تم کو اپنی غلطی معلوم ہو جاوے فوراً اقرار کرلو، ہر حالت میں اللہ پر بھروسہ رکھو اور اسی سے اپنی حاجت عرض کیا کرو اور دین پر قائم رہنے کی درخواست کرو۔

سالک کے لئے

ضروری نصائح

نصیحت نمبرا

پہلا قدم مرید کا اس طریق میں صدق (یعنی خلوص) پر ہونا چاہیے تاکہ اُصُول صحیح پر مبنی ہو کر بناءِ صحیح قائم ہو، اس لئے مشائخ نے فرمایا ہے کہ لوگ اضاعت اصول کے سبب (دولت) وصول سے محروم رہتے ہیں۔ پس ابتداء تصحیح اعتقاد فِیمَا بَیْنَ اللّٰہِ وَ بَیْنَہٗ یعنی اس کے اور اس کے خدا کے درمیان سے ہونی واجب ہے (یعنی ایسے اعتقاد سے) جو پاک ہو، ظن اور شبہ سے اور خالی ہو گمراہی سے بدعات سے اور ثابت ہو بَرَاہین اور دلائلِ قطعیہ سے۔

نصیحت نمبر۲

اور جب مرید اپنا اعتقاد اللہ تعالیٰ کے ساتھ مستحکم کرے پھر اس پر واجب ہے کہ (بقدر ضرورت) علم شریعت حاصل کرے

خواہ خود (بذریعہ درس تدریس) تحقیق کرکے خواہ علماء سے پوچھ کر اتنا (علم) کہ اپنے فرض کو ادا کر سکے اور اگر فقہا کے فتوے مختلف ہوں تو احوط کو اختیار کرے اور ہمیشہ اختلاف سے بچنے کا قصد کرے۔

نصیحت نمبر ۳

اس کے بعد مرید کو لازم ہے کہ کسی شیخ سے ادب حاصل کرے (یعنی تہذیب اخلاق کراوے) کیوں کہ اگر اس کا کوئی استاد نہ ہوگا تو وہ کبھی فلاح نہ پائے گا۔

نصیحت نمبر ۴

پھر جب سلوک کا ارادہ کرے تو ان تمام امورِ مذکورہ کے بعد اس پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ کی جناب میں اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرے اور ظاہری و باطنی صغیرہ و کبیرہ سب گناہوں کو چھوڑ دے اور سب سے اوّل اہلِ حقوق کو راضی کرنے کی کوشش کرے جو (سالک) اہلِ حقوق کو راضی نہ کرے گا اس پر یہ طریق کچھ بھی نہ کھُلے گا اور سالکین کا یہی طریقہ ہے۔

نصیحت نمبر ۵

پھر اس کے بعد تعلقات و مشاغل کے حذف کرنے میں سعی کرے کیوں کہ اس طریق کی بناء فراغِ قلب پر ہے اور جب علائق سے نکلنے کا ارادہ کرے تو ابتداءً خروج عن المال سے کرے کیوں کہ

Marfat.com

مال ہی ایسی چیز ہے کہ وہ حق سے پھیر کر اپنی طرف مائل کر لیتا ہے، اور کوئی مرید ایسا نہیں پایا گیا جو اس طریق میں دنیا کا تعلق لے کر داخل ہوا ہو اور اس کو اس تعلق نے جلد ہی پھر اس چیز کی طرف نہ کھینچ لیا ہو۔ جس سے وہ نکلا تھا۔

ف مُراد مال کا وہ درجہ ہے جو حدودِ شرعیہ سے خارج ہو، یا ضرورت سے زائد اس میں انہماک ہو۔

نصیحت نمبر ۶

پھر جب مال کے تعلق سے خارج ہو لے تو واجب ہے کہ جاہ سے بھی خارج ہو کیوں کہ جاہ کو مدّنظر رکھنا بھی بڑا سدِّ راہ ہے اور جب تک مرید کے نزدیک خلق کا قبول اور رَدّ برابر نہ ہو جائے اس سے کچھ ظہور پذیر نہیں ہو سکتا، بلکہ سب سے زیادہ مُضر چیز اس کے لئے لوگوں کا اس کو وقعت کی نگاہ سے دیکھنا اور بابرکت سمجھنا ہے جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ عام لوگ اس قصہ سے معرّا ہیں حالانکہ ابھی تک اس نے اپنی ارادت بھی صحیح نہیں کی پھر اس کو بابرکت سمجھنا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ لہٰذا جاہ سے نکلنا مریدین پر واجب ہے کیوں کہ یہ اُن کے لئے سمِّ قاتل ہے۔

نصیحت نمبر ۷

پھر جب مال اور جاہ سے نکل چکے تو اس پر واجب ہے کہ اللہ تعالےٰ سے یہ عہد وثوق کے ساتھ کرے کہ اپنے شیخ کے کسی

Marfat.com

مشورہ کی مخالفت نہ کرے گا کیوں کہ مرید کا اپنے شیخ کے ساتھ خلاف کرنا ابتداءِ امر میں نہایت درجہ ضرر رساں ہے کیوں کہ جو حال ابتداء میں ہوتا ہے وہی آئینہ ہوتا ہے، اس کی ساری عمر کی حالت کا اور اس عہد کی شرطوں میں سے یہ بھی ہے کہ اپنے شیخ پر قلب سے بھی اعتراض نہ کرے۔

ف: ابتدار کی قید سے یہ شبہ نہ ہو کہ انتہا میں خلاف جائز ہو بلکہ وجہ اس قید کی یہ ہے کہ انتہا میں تو بوجہ بصیرت کے خلاف کا احتمال ہی نہیں، ابتداء ہی میں اس کا احتمال ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا انسداد کیا گیا۔

نصیحت نمبر ۸

پھر اُس پر واجب ہے کہ اپنے راز کو چھپاوے یہاں تک کہ اپنی گھنڈی پر بھی ظاہر نہ ہونے دے (یعنی اپنے خاص دوست سے بھی جس کو خاص قرب ہو ظاہر نہ کرے) مگر اپنے شیخ سے پوشیدہ نہ کرے اور اگر کسی نے اپنے ایک سانس کو بھی اپنے شیخ سے پوشیدہ کیا تو بلاشبہ اُس نے شیخ کے حقِ صحبت میں خیانت کی اور اگر شیخ کی مخالفت اس کے کسی مشورہ میں واقع ہو گئی (اور اس پر متنبہ ہو گیا خواہ خود یا شیخ کی تنبیہ سے) تو لازم ہے کہ فوراً اس کے سامنے اس امر کا اقرار کرے پھر جو سزا بھی اس کی مخالفت اور قصور پر وہ تجویز کرے اس کو (خوشی کے ساتھ) تسلیم کرے۔ خواہ وہ کسی سفر

Marfat.com

کی تکلیف کا حکم دے یا جو مناسب سمجھے اور شیوخ کے لئے روا نہیں ہے کہ مریدین کی زلّات سے درگذر کریں، اس لئے کہ یہ اللہ کے حقوق کو ضائع کرنا ہے۔

ف: (درگذر سے مراد تنبیہہ نہ کرنا ہے) باقی بعد تنبیہہ کے اگر سزا معاف کر دیں جب بدون سزا کے اصلاح کی کامل اُمیّد ہو اس کا مضائقہ نہیں)

نصیحت نمبر ۹

اور جب تک مُرید ہر علاقے سے مجُرّد نہ ہوجائے اس کے شیخ کے لئے جائز نہیں ہے کہ اذکار میں سے کچھ بھی اس کو تلقین کرے بلکہ واجب ہے کہ پہلے اس کی آزمائش کرلے، پھر جب اس کا قلب مُرید کے عزم کی پختگی کی شہادت دے تو اس وقت اس پر یہ شرط لگا دے کہ جو گوناگوں تقلّبات قضاو قدر کے اس طریق میں اس کو پیش آویں گے اس پر راضی رہے گا اور اس سے عہد کرلے کہ وہ اس طریق سے منہ نہ موڑے گا۔ خواہ اس کو کچھ بھی پیش آئے ضرر، ذلّت، فقر، امراض و آلام اور قلب سے سہولت کی جانب مائل نہ ہوگا اور فاقوں کے ہجوم اور ضرورت کے وقت رخصت کو تلاش نہ کرے گا اور تن آسانی کو اختیار نہ کرے گا، اور کسل کو اپنا شِعار نہ بناوے گا رخصت اور سہولت وہ مذموم ہے جو کسل کے سبب یا اپنی رائے سے ہو اور جو شرعی مصلحت سے ہو

Marfat.com

اور شیخ کی رائے سے ہو ، وہ مذموم نہیں ۔

نصیحت نمبر ۱۰

اور جو ابتداء میں مُرید فقراء اور اصحاب طریق کے مجمع میں بیٹھے تو یہ اس کے لئے سخت مُضر ہے اور کسی کو ایسا ابتلاء پیش آجائے تو اس کو یہ طریق اختیار کرنا چاہیے کہ شیوخ کا احترام کرے اور اصحاب کی خدمت کرے اور ان کی مخالفت کو ترک کرے اور ایسا کام کرے جس میں فقراء کی راحت ہو اور یہ کوشش کرے کہ کسی شیخ کا قلب اس سے متوحش نہ ہو اور واجب ہے کہ فقراء کی صحبت میں فقراء ہی کو اپنے نفس کے مقابلے میں صاحب حق قرار دے اور ان میں سے ہر ایک کا حق اپنے ذمّے واجب سمجھے اور ان میں سے کسی کے ذمّے اپنا کوئی حق واجب نہ سمجھے ۔ اور واجب ہے کہ مرید کسی کی مخالفت نہ کرے اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ حق اس کے (یعنی میرے) ساتھ ہے تو ساکت ہو جائے اور ہر ایک کے ساتھ اپنی موافقت ظاہر کرے (یہ مطلب نہیں کہ باطل میں دوسرے کے ساتھ ہو جائے بلکہ یہ مطلب ہے کہ اظہارِ حق کے بعد خصومت کی صورت اختیار نہ کرے کہ اس میں اضاعتِ وقت اور تکدّرِ قلب ہے ، اور دوسرے امور معاشرت میں اس اختلاف سے اثر نہ لے) اور ہر وہ مُرید جس میں (اعتدال سے زیادہ) ہنسنے اور ہٹ دھرمی کرنے اور جھگڑنے کی عادت ہو اس

سے (اس طریق میں) کچھ نہ ہو سکے گا۔

نصیحت نمبر ۱۱

اور مرید کے آداب میں سے ظاہری کثرت اوراد نہیں ہے بلکہ یہ جماعت تو اپنے کو خطرات سے خالی کرنے میں اور اپنے اخلاق کا معالجہ کرنے میں اور اپنے قلوب سے غفلت دور کرنے میں مشغول ہے نہ کہ تکثیر اعمالِ خیر میں۔ اور جو چیز اُن کے لئے لابدی ہے، وہ فرائض اور سُننِ مؤکّدہ کی پابندی ہے۔ باقی زائد اعمال جیسے نفل نمازوں کی کثرت، سو اس کی نسبت ذکر قلبی کا دوام اُن کے لئے اکمل حالت ہے

نصیحت نمبر ۱۲

اور جب مُرید دوام ذکر کا التزام کرے اور خلوت کو (جلوت) پر ترجیح دینے لگے تو اگر اپنی خلوت میں بحالتِ نوم یا بحالتِ یقظہ یا بین النوم والیقظہ ایسے امور پائے جو اس کے قبل نہ پاتا تھا (مثلاً) بطور خرقِ عادت خطاب سُننے یا (بطور خرقِ عادت) کسی حقیقتِ معنویہ کا مشاہدہ کرے تو چاہیے کہ اس کی طرف التفات بالکل نہ کرے اور نہ اس پر کچھ اطمینان کرے اور نہ اس کے مثل دوسرے حالات کے اصول کا منتظر رہے۔ کیونکہ یہ سب حق تعالیٰ سُبحانہٗ سے (توجہ کی) پھیرنے والی چیزیں ہیں، البتہ شیخ سے ان سب باتوں کا بیان کرنا ضروری ہے تاکہ (بیان کرکے) اس کا قلب ان اُمور سے فارغ ہو جائے، اور شیخ پر واجب ہے کہ اس کے راز کی

Marfat.com

حفاظت کرے اور دوسرے شخص سے اس کی بات کو پوشیدہ رکھے اور اس کی نظر میں ان باتوں کی تصغیر کرے (یعنی کم درجہ ہونا ظاہر کرے) کیوں کہ یہ تمام امور امتحانات ہیں اور ان پر اطمینان کرنا دھوکہ دمیں پڑنا) ہے۔ پس مُرید کو ایسے امور اور ان کی جانب التفات کرنے سے ڈرانا چاہیے اور اس کی ہمت کو اس سے بالاتر مقام پر پہنچانا چاہیے۔

نصیحت نمبر ۱۳

اور احکام مرید میں سے یہ بھی ہے کہ جب وہ اپنے جائے قیام پر کوئی (شیخ) مربّی نہ پائے تو اس کو ایسے شخص کی طرف ہجرت کرنا چاہیے جو اس کے زمانے میں ارشادِ مریدین کے منصب پر (من جانب اللہ) مامور ہو، اور اس کے پاس جا کر قیام کرے اور اس کی چوکھٹ سے نا وقتِ اجازت جُدا نہ ہو۔

نصیحت نمبر ۱۴

اور مُرید کو یہ نہیں چاہیے کہ مشائخ کے معصوم ہونے کا اعتقاد رکھے بلکہ یہ واجب ہے کہ اُن کو اُن کے احوال پر چھوڑ کر اُن کے ساتھ حُسنِ ظن رکھے (یعنی اگر اَحیَاناً ان کا کوئی قول یا فعل حدود سے خارج معلوم ہو تو اتنی ہی بات پر اُن سے تعلق قطع نہ کرے۔ بشرطیکہ ایسے امور کی کثرت نہ ہو اور مرید کو ایسے امور کا حکم نہ دے ورنہ شائستگی کے ساتھ اُن سے جُدا ہو جائے)

نصیحت نمبر ۱۵

اور اس طریق کی دشوار ترین آفات میں سے امارد کی صحبت ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اس میں کچھ بھی مبتلا کیا تو تمام شیوخ کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ ایسا شخص ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اہانت کی اور اس کو رسوا کیا۔

نصیحت نمبر ۱۶

اور مرید کے آفات میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے نفس میں اخوانِ طریقت پر حسدِ خفی داخل ہو اور اگر اللہ عزّ وجلّ نے اُس کے ہم مشربوں میں سے کسی کو اس طریق میں کوئی خاص امتیاز عطا فرمایا ہو اور خود اُس سے محروم ہو تو اس امر سے اس کو متاثر ہو۔ اور (ایسی حالت میں اس شخص کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ امور سب مقسوم ہو چکے ہیں۔)

نصیحت نمبر ۱۷

اور مریدین کے آداب میں سے یہ ہے کہ صدارت کے درپے نہ ہوں اور نہ اس بات کے کہ ان کا کوئی شاگرد اور مرید ہو کیونکہ مُرید جب بشریت کے فنا ہونے کے قبل اور آفات مُرید کے زائل ہونے سے پیشتر مراد ہو جائے تو وہ حقیقت سے محجوب ہے اس کا مشورہ اور تعلیم کسی کو نافع نہ ہو گا۔

Marfat.com

نصیحت نمبر ۱۸

اور اس طریق کی بناء اور مدار آداب شریعت کی حفاظت پر ہے اور ہاتھ کو حرام و مشتبہ کی طرف بڑھنے سے محفوظ رکھنے پر اور حواس کو ممنوعات (شرعیہ) سے بچانے پر اور انفاس کو غفلتوں سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ کرنے پر اور اس پر کہ ایک (ادنیٰ) تل کو جس میں شبہ ہو ضرورتوں کے وقت بھی حلال نہ سمجھے، اور عدم اضطرار اور راحتوں کے وقت تو ذکر ہی کیا ہے اور مرید کی شان سے یہ ہے کہ ترکِ شہوات میں مجاہدہ دائمی کرے، کیوں کہ جس شخص نے اپنی شہوت کی موافقت کی، اپنی صفوت (برگزیدگی) کو معدوم کیا اور سب سے بدتر خصلت مرید کی یہ ہے کہ جس شہوت کو اللہ تعالیٰ کے واسطے چھوڑ چکا ہو، پھر اس کی طرف رجوع ہو جائے۔

نصیحت نمبر ۱۹

اور مرید کی شان سے بلکہ اس مسلک کے جتنے سالک ہیں سب کا طریقہ یہ ہے کہ عورتوں کی نرمی (اور ملاطفت کو) قبول نہ کریں، جب اس نرمی کا قبول کرنا بھی منع ہے تو اس کی تحصیل کے اسباب اختیار کرنے کا تو ذکر ہی کیا ہے اور شیوخ کا یہی مسلک رہا ہے اور اسی کے موافق ان کے احکام جاری ہوئے ہیں اور جو اس کو ایک چھوٹی بات سمجھا۔ اس کو عنقریب ایسے امور کا سامنا ہو گا جس سے وہ رسوا ہو جائے گا۔

Marfat.com

نصیحت نمبر ۲۰

اور مریدین کی شان سے یہ بھی ہے کہ طالبانِ دنیا سے دوری اختیار کریں۔ کیوں کہ اُن کی صحبت وُہ زہر ہے جس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ اس شخص کا اتباع نہ کیجئے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور اہلِ زہد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے ہتھیلی سے مال خرچ کرتے ہیں۔ اور اہلِ صفا اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل کرنے کے لئے قلب سے مخلوق کو (عموماً) اور شناساؤں کو (خصوصاً) خارج کرتے ہیں۔

Marfat.com

دیگر نصائح

نصیحت نمبر ۱

عبادت کر کے غرور کرنے والے سے گناہ گار توبہ کرنے والا بہتر ہے۔

نصیحت نمبر ۲

خدا تعالیٰ سے دل لگ جانے کی پہچان یہ ہے کہ دنیا کی کسی چیز سے دلبستگی اور دلچسپی نہ ہو۔

نصیحت نمبر ۳

موت کو تکیے کے نیچے رکھ کر سوؤ اور جب اٹھو زندگی کی امید زیادہ مت رکھو۔

نصیحت نمبر ۴

گناہ کو چھوٹا نہ سمجھو، بلکہ گناہ کو بڑا جانو، جس نے گناہ کو چھوٹا سمجھا گویا اس نے خدا تعالیٰ کو چھوٹا سمجھا۔

Marfat.com

نصیحت نمبر ۵

نفس کی ہر وقت نگہبانی رکھو۔

نصیحت نمبر ۶

گناہ سے بچنا عبادت سے زیادہ اہم ہے۔

نصیحت نمبر ۷

حلال روزی تھوڑی، حرام روزی کثیر سے ہر طرح بہتر ہے، عزت قناعت میں ہے، راحت زُہد میں ہے۔

نصیحت نمبر ۸

صبرِ قوی یہ ہے کہ اپنے حِصّے پر راضی ہو۔

نصیحت نمبر ۹

مردانگی کی بات یہ ہے کہ علم دین سیکھے اور عمل کامل کہ جس کے ساتھ اخلاص ہو اور قناعت پوری اور صبر جمیل۔

نصیحت نمبر ۱۰

جو آدمی خدا کا حکم اپنی مراد کے مقابلے میں ترک کرے اس سے بھیڑ اچھی ہے کہ چرواہے کی آواز اس کو چرنے سے باز رکھتی ہے۔

نصیحت نمبر ۱۱

نیک کام سے بہتر نیک کی صحبت بد کام سے بدتر بد کی صحبت

نصیحت نمبر ۱۲

معرفت کی بات یہ ہے کہ اپنے اندر ذرّہ برابر عُجب و غرور نہ پائے۔

نصیحت نمبر ۱۳

جو نظر نصیحت و عبرت لینے کے خیال سے نہ ہو وہ سراسر غفلت اور باعثِ ذلّت ہے، آزادی خواہشِ نفسانی کو پاؤں کے نیچے رکھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ حسد ترک کر دینے سے محبّت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔

نصیحت نمبر ۱۴

جب بات کہو حق کہو، خواہ غصّے میں ہو یا خوشی میں

نصیحت نمبر ۱۵

موت کے وقت تین قسم کے آدمی حسرت سے جُدا ہوتے ہیں ایک وہ جو مال جمع کرتے کرتے آسودہ نہ ہوا تھا، دوسرے وہ کہ وہ چیز حاصل نہ کی کہ جس کا وہ آرزومند تھا، تیسرے وہ کہ جس نے آخرت کا سامان تیّار نہ کیا تھا۔

نصیحت نمبر ۱۶

ایسے مُصاحب کی صحبت سے پرہیز کرو جس سے تمہیں آخرت کا فائدہ نہ ہو، اہلِ زمانہ دُنیا داروں کی دوستی بازاری فالودہ کے مانند ہے کہ خوش رنگ اور بدمزہ ہوتا ہے۔ حضرت حسن رضؓ کا ارشاد ہے کہ ہرگز راگ گانا مت سُنو، اگرچہ تم مردوں میں مَرد انگی کا درجہ رکھتے ہو

نصیحت نمبر ۱۷

جو شخص بہ نسبت خدا کی یاد اور مناجات کے لوگوں کے ساتھ

بات کرنا بہت پسند کرتا ہو اس کا علم تھوڑا، دل اندھا، عمر برباد۔

نصیحت نمبر ۱۸

جو شخص دنیا کو دوست رکھتا ہے، ادنیٰ بات یہ ہے کہ اس کے دل سے حق تعالیٰ اپنی مناجات اور ذکر کی لذت لے لیتے ہیں۔

نصیحت نمبر ۱۹

جو شخص دنیا میں خواہشِ نفس کا طالب ہوتا ہے۔ شیطان اس کی تلاش سے بے فکر ہو جاتا ہے، کیوں کہ وہ شخص خود بے راہ ہے تو کیا ضرور کہ شیطان اس کی تلاش کرے تاکہ اسے بے راہ بناوے

نصیحت نمبر ۲۰

حضرت شیخ محمد واسعؒ بہت بڑے اولیاء میں سے گذرے ہیں اُن سے ایک شخص نے نصیحت چاہی، آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی وصیت کرتا ہوں جس کی بدولت تو دنیا کا بادشاہ بن جاوے اور آخرت میں چین پانے والا وہ وصیت یہ ہے کہ تو دنیا میں زہد کو اختیار کر اور کسی شخص کے ساتھ حرص و طمع نہ کر اور تمام مخلوق کو خدا کا محتاج سمجھ، پھر ضروری ہے کہ تو سب سے بے نیاز اور مستغنی ہو جائے گا، اور یہی بادشاہ بننا ہے۔

نصیحت نمبر ۲۱

آدمی پر خرابی چھ چیزوں سے آتی ہے۔

۱۔ آخرت کے کام میں نیت کی کمزوری۔

Marfat.com

۲۔ شیطان کے حکموں کی فرماں برداری۔ و کوشش کرنا۔
۳۔ باوجود موت کی نزدیکی کے اُمید کی درازی کا غالب ہونا۔
۴۔ خدا تعالیٰ کی رضا پر مخلوق کی رضا مندی کو اختیار کرنا۔
۵۔ خواہش نفسانی کی پیروی کے سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کو ترک کرنا۔
۶۔ گذشتہ بزرگوں کی بھول چوک کو اپنے لئے حجت قرار دینا اور ان کے ہنروں کو دفن کر دینا۔

نصیحت نمبر ۲۲

خدائے تعالیٰ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کے محبوب کی پیروی، اخلاق، افعال، احکام اور سنتوں میں کرے۔

نصیحت نمبر ۲۳

یہ دس خصلتیں ایسی ہیں کہ جو دنیا میں آخرت میں کام بنائیں۔
باحق بصدق۔ باخلق بانصاف۔ بالنفس بقہر۔ با بزرگان بخدمت با خوردان بشفقت۔ بادرویشاں بسخاوت با دوستاں بہ نصیحت با دشمناں بحلم۔ باجاہلاں بخموشی۔ باعالماں بتواضع۔

نصیحت نمبر ۲۴

مخلوق میں رہو اور جدا رہو۔ ظاہر میں مخلوق کے ساتھ اور دل خالق کے ساتھ تاکہ غفلت نہ ہو جائے کہ جس کے سبب مخلوق کی موافقت اس طرح کر بیٹھو کہ جس میں مخالفت و ناراضی خالق کی ہو جائے۔

Marfat.com

نصیحت نمبر ۲۵

حق تعالیٰ کی قربت و محبت کی پہچان یہ ہے کہ جس قدر چیزیں اللہ تعالیٰ کی محبت سے باز رکھنے والی ہوں ان سب کو چھوڑ دے۔

نصیحت نمبر ۲۶

توبہ کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ توبۂ انابت (۲) توبۂ استجابت

توبۂ انابت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے گناہوں سے توبہ کرے۔

توبۂ استجابت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی شرم سے توبہ کرے یعنی اس سے شرمندہ ہو کہ خدا تعالیٰ بہت بزرگ و برتر ہیں جو عبادات میں کرتا ہوں اُن کی بزرگی کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔

نصیحت نمبر ۲۷

ہر عُضو کی توبہ ہے، دل کی توبہ یہ ہے کہ حرام کے چھوڑنے کا قصد اور نیت کرنا۔ آنکھ کی توبہ یہ ہے کہ حرام کی ہوئی چیزوں کی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھنا۔ کان کی توبہ یہ ہے کہ بے ہودہ باتوں کا نہ سُننا، ہاتھ کی توبہ یہ ہے کہ منع کی ہوئی چیزوں کی طرف نہ بڑھانا، پاؤں کی توبہ یہ ہے کہ منع کردہ چیزوں کی طرف نہ چلنا پیٹ کی توبہ یہ ہے کہ حرام چیزوں کا نہ کھانا ان سے دور رہنا شرمگاہ کی توبہ یہ ہے کہ فحش کام زنا و بدکاری سے دُور رہنا۔

Marfat.com

نصیحت نمبر ۲۸

کمینہ وہ شخص ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ سے بے خبر ہو اور پھر اس کو دریافت نہ کرے۔

نصیحت نمبر ۲۹

حضرت شیخ بایزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہٗ العزیز سے لوگوں نے کہا آپ بڑے صاحبِ کرامت ہیں کہ پانی کی سطح پر چلتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ کرامت نہیں۔ لکڑی کے ذرا ذرا سے ٹکڑے پانی پر چلتے ہیں، لوگوں نے کہا اچھا یہ تو کرامت ہے کہ آپ ہوا میں اُڑتے ہیں آپ نے فرمایا، یہ بھی کچھ کرامت نہیں، ذرا ذرا سے بھنگے ہوا میں اُڑتے ہیں۔ لوگوں نے کہا، یہ تو ضرور بڑی کرامت ہے کہ ایک رات میں مکّہ معظمہ جاتے ہیں، آپ نے فرمایا یہ بھی کچھ نہیں، کیوں کہ جادوگر ایک رات میں ہندوستان سے کوہ دیانند تک پہنچتے ہیں۔ پھر لوگوں نے کہا اچھا آپ ہی فرمائیں کہ کارِ مرداں اور کرامت کیا ہے؟ فرمایا کہ کرامت یہ ہے کہ دل سوائے خدائے عَزَّ وَجَلَّ کے کسی میں نہ باندھے۔

نصیحت نمبر ۳۰

اپنے شیخ سے ایسا معاملہ کرو جیسا حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہ دین و دنیا میں کچھ مخالفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ ہوئی اور ایسا شیخ چاہیے جیسا کہ حضرت جنیدؒ کا ارشاد ہے کہ خدا تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم کو داہنے ہاتھ میں لیوے

Marfat.com

اور حضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی سنّت کو بائیں ہاتھ میں، اور ان دونوں شمعوں کی روشنی میں چلے تاکہ نہ شبہ کے گڑھے میں گرے اور نہ بدعت کی تاریکی میں پھنسے۔

نصیحت نمبر ۳۱

خدائے تعالیٰ کی نظر میں عزیز ہونے کی علامت یہ ہے کہ بندہ کو اپنا نفس ذلیل و خوار نظر آوے اور خدا تعالیٰ کی نظر میں ناپسندیدہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ بندہ کو اپنا نفس عزیز نظر آوے اور اپنے عیوب پوشیدہ۔

نصائح متفرقہ

دوازدہ کلمات

امیرالمومنین یعسوب الدین امام المشارق والمغارب حضرت علی کرّمَ اللہُ وَجہہٗ نے فرمایا کہ میں نے خدائے تعالیٰ کی کتاب (توریت شریف) سے بارہ کلمات منتخب کئے ہیں، اور ہر روز میں ان میں تین بار غور کرتا ہوں۔

اور وہ کلمات حسب ذیل ہیں۔

نمبر ۱

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو ہرگز کسی شیطان اور حاکم سے نہ ڈر جب تک کہ میری بادشاہت باقی ہے۔

نمبر ۲

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو کھانے پینے کی فکر نہ کر جب تک میرے خزانے کو تو بھرپور پاتا ہے اور میرا خزانہ ہرگز خالی اور ختم نہ ہوگا۔

Marfat.com

نمبر۳

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان جب تو کسی امر میں عاجز ہو جائے تو مجھے پکار تو البتہ مجھے پائے گا اس لئے کہ تمام چیزوں کا دینے والا اور نیکیوں کا دینے والا میں ہوں۔

نمبر۴

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تحقیق کہ میں تجھ کو دوست رکھتا ہوں، پس تو بھی میرا ہی ہو جا اور مجھ ہی کو دوست رکھ۔

نمبر۵

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو مجھ سے بے خوف نہ ہو جب تک کہ تو پل صراط سے نہ گذر جائے۔

نمبر۶

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان میں نے تجھ کو خاک، نطفہ، علقہ اور مضغہ سے پیدا کیا اور بکمال قدرت پیدا کرنے میں عاجز نہیں ہوا۔ تو پھر دو روٹی دینے میں کسطرح عاجز ہوں، پس تو دوسرے سے کیوں مانگتا ہے؟

نمبر۷

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان میں نے تمام چیزیں تیرے لیے پیدا کی ہیں اور تجھ کو اپنی عبادت کے لئے لیکن تو اس چیز میں پھنس گیا جو تیرے ہی لئے پیدا کی تھی اور غیر کی وجہ سے مجھ سے

Marfat.com

دوری اختیار کرلی۔

نمبر ۸

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تمام چیزیں اور ہر شخص اپنے لئے کوئی چیز طلب کرتا ہے اور میں تجھ کو تیرے لئے چاہتا ہوں اور تو مجھ سے بھاگتا ہے۔

نمبر ۹

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو خواہشاتِ نفسانی کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہو جاتا ہے اور کبھی میری وجہ سے اپنے نفس پر ناراض نہیں ہوتا

نمبر ۱۰

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تجھ پر میری عبادت ضروری ہے اور مجھ پر تجھے روزی دینا مگر تو اپنے فریضے میں اکثر کوتاہی کرتا ہے اور میں تجھے روزی دینے میں کبھی کمی نہیں کرتا۔

نمبر ۱۱

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو آئندہ کی روزی بھی آج ہی طلب کرتا ہے اور میں تجھ سے آئندہ کی عبادت نہیں چاہتا۔

نمبر ۱۲

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان جو کچھ میں نے تجھ کو دیدیا ہے اگر تو اس پر راضی ہو جائے تو ہمیشہ آرام و راحت میں رہے گا اور اگر تو اس پر راضی نہ ہو تو میں تجھ پر دنیا کی حرص مسلط کردوں گا کہ وہ تجھ کو در بدر پھرائے کتے کی طرح دروازد ل پر ذلیل کرائے اور پھر بھی تو شئے مقدر کے علاوہ کچھ نہ پائے گا۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

تتمہ شریعت و تصوف

محترمانِ اصحابِ سلوک کی خدمت میں با ادب گذارش ہے کہ سلوک اپنی ذات میں نہایت لطیف اور نزہت و نزاکت کو لیے ہوئے ہے جس کو میرے مرشد حضرت حکیم الامت مجدد الملۃ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا کہ سلوک نہایت لطیف چیز ہے اور لطیف بھی کیسا؟ روح سے لطیف اور کونسی روح؟ فرمایا فرشتے کی روح، اس روح سے بھی لطیف ہے۔ تو ایسی لطیف چیز کے ساتھ کس درجہ حسنِ سلوک چاہیئے احسن سلوک ہو، اور کیوں نہ ہو کہ اسی کا نام شرع شریف کی اصطلاح میں بلسانِ جبرئیل علیہ السلام احسان سے تعبیر کیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مَا الْاِیْمَانُ اور مَا الْاِسْلَامُ سے سوال کرنے پر ایمان و اسلام کی حقیقت و ماہیت ترکیبیہ دریافت ہونے پر ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا سوال کیا کہ مَا الْاِحْسَانُ آپ نے فرمایا اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ کہ آپ نے جو ایمان کی حقیقت سے سوال کیا ہے اور وہ قلبی تصدیقی چیز ہے اور اسلام سے

Marfat.com

سوال کیا ہے جو جوارح واعضاء سے متعلق خارجی عملی چیز ہے ان دونوں عبادتوں کا اس طرح کرنا ہو کہ تو جس ذاتِ اللہ کی عبادت کر رہا ہے اس طرح عبادت کر کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ اور اگر یہ حال ابھی نہیں ہے جو کہ وہ کَاَنَّکَ تَرَاہُ ہے تو یہ تو ہے کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے یعنی تیری یہ عبادتیں گویا مُعَایَنَہ اور مُشَاہَدَہ کے طریق سے ہوں مُعَاینہ ومُشَاہدہ کے کے ساتھ ہوں کہ جس کو سُلوک کی اِصطلاح میں فناء کہتے ہیں۔

پس جب یہ مطلوب ہے تو اس کے حصول کے طُرق ضرور ہوں گے اُن طُرق کا اختیار کرنا ضروری ہوگا وہ طُرق اس راہ کے تجربہ کار صاحب علم وحی، صاحبِ ذوق ووجدان سے تعلیم لیتے ہوں گے بخلوص وصدق ولفناء اپنی رائے، اپنا علم، اپنا تجربہ، اپنا ذوق، اپنا شوق، یعنی اپنے سب جذبات خیالات فناء کرنا ہوں گے۔ پس جب سالک کو بخلوص وصدق سُلوک یعنی خدا کی راہ پر چلنے اس کے صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کی توفیق ہوتی ہے تو منجانب اللہ اس سے سالک کا قلب انوارِ ہدایت سے منور کر دیا جاتا ہے اور ضلالت و گمراہی سے صاف کر دیا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَاءُ کیوں کہ طالبِ حق کی اوّل فہم درست ہوتی ہے تب ہی تو وہ طالبِ حق ہو کر داخلِ سُلوک ہوا یہ لبصیرت ہے۔ پھر وہ احکام کو قبول کرتا ہے یہ ہدایت ہے پھر ہدایت کا ثمرہ یعنی قُرب وقبُول عنایت ہوتا ہے یہ رحمت ہے اس کا ذکر اس آیتِ شریفہ میں ہے۔ بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَھُدًی وَّرَحْمَۃً لَّعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ

اس نور کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کے دل میں دنیا کی طرف سے نفرت اور آخرت کی طرف رغبت پیدا ہو جاتی ہے اپنے معاصی کو یاد کر کے عنانِ استغفار ہاتھ میں لے کر غفورٌ رحیم و قبلۂ حاجات کی طرف رُجوع کرتا ہے۔ پس اس وقت وہ جانتا ہے اس کو اس کی بصیرت رہبری کرتی ہے کہ یہ راہ بلا کسی مرشدِ کامل کی درگاہ کی جبہ سائی کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اب وہ اس کی تلاش میں بے چین ہوتا ہے اور وہ جامع شریعت و طریقت کی غلامی کو فخر سمجھتا ہے۔ پس وہ توفیق و فضلِ الٰہی سے ایسے مرشد کو پالیتا ہے اور اس کی چوکھٹ پر جا پڑتا ہے تاکہ شیطانی وساوس اور ہوائے نفسانی سے بتوجہ شیخ بتوفیق خداوندی محفوظ رہ سکے اور اپنے امراض باطنی کے لئے اسی حکیم صادق کے تعلیم کئے ہوئے نسخہ کو استعمال کرے کیوں کہ جب تک اندرونی امراض حسد، بخل، غرور، تکبر، کینہ، ریا، حُبِ جاہ، حُبِ مال، حُبِ دنیا، غصہ، حرص و طمع وغیرہ کا انسداد و ازالہ نہ ہو جائے گا اور ان کی جگہ اخلاص، علم، حلم، سخاوت، خاکساری، تحقیرِ نفس، کم خوری، کم آرام طلبی، کم گفتگو، قناعت، صبر و شکر، توکل، تسلیم و رضا، تفویض، یقین وغیرہ، محبتِ الٰہی، خوفِ الٰہی، شوقِ اتباعِ سنت، اتباع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ پیدا ہوں گے اس وقت تک وصول و قبول الی اللہ تعالیٰ نہیں ہو سکتا۔ انہیں فرائض کی خاطر مُرشد کے سامنے زانوئے ادب طے کرنا ضروری کیا گیا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ

Marfat.com

الصّادِقِیْنَ اور دوسری جگہ فرمایا وَ اتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ۔ اے ایمان والو ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور سچوں کے ساتھ رہو یعنی جو صادق العلم صادق القول صادق العمل، صادق الحال ہوں ان کے ساتھ رہو اور فرمایا کہ جس کا میلان میری طرف ہو اس کا اتباع ہو۔

ان دونوں آیتوں میں صیغۂ امر کا ہونے سے معلوم ہوا کہ یہ حکم وُجُوبی حکم ہے اسی لئے بیعت کرنا اور مُرشدِ کامل کی جُبَّہ سائیؒ اور دامن پکڑنا ایسا عمل ہے جو حضرتِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضراتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف بھی منسوب ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ اور فرمایا اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ نیز پیشوا ایانِ اسلام کا ارشاد ہے کہ جو شخص ربّ العالمین کی ہم نشینی کرنا چاہتا ہے اس کو حضراتِ صوفیاء کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے اس کو مولانا رومؒ نے اس طرح فرمایا ؎

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خُدا ؞ گو نشیند در حضورِ اولیاء

اور یہ گویا ترجمہ ہے اس حدیثِ قدسی کا جس میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں اَنَا عِنْدَ الْمُنْکَسِرَۃِ قُلُوْبُھُمْ کہ میں ان لوگوں کے پاس ہوتا ہوں جن کے قلوب منکسر ہوتے ہیں چونکہ یہ ظاہر ہے کہ یہ حال حضراتِ صوفیا ہی کا ہوتا ہے کہ ہر وقت انکسار افتقار اور فنائیت اور لاشیئیت کی کیفیات ان پر غالب رہتی ہیں اس لئے ان کے دل دنیا

Marfat.com

سے افسردگی اور شکستگی لئے ہوئے رہتے ہیں۔ جیسے کوئی دنیوی صدمہ اور نقصان اٹھائے ہوئے ہو تو افسردگی کی کیفیت اس پر ہر وقت غالب رہتی ہے اس لیے اگر کوئی کچھ گرم و سرد کہہ دیتا ہے تو یہ خاموش رہتا ہے کیوں کہ اس کا ہر وقت اسی نقصان و صدمہ کی طرف دھیان لگا رہتا ہے ٹھیک اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ حضراتِ صوفیاء پر ہر وقت حق تعالیٰ کی معرفت کا اثر یعنی رُعب عظمت و جلالت اور ہیبت و دہشت روزِ قیامت ان پر مُستولی اور غالب رہتی ہے اس لیئے ان کو کوئی کچھ بھی کہہ لیتا ہے مگر انہیں غصہ نہیں آتا۔ وہ کسی پر غصہ نہیں کرتے اور نہ ہی اپنی طبیعت میں اس کی طرف سے کچھ کھٹاس اور نفرت رکھتے ہیں بلکہ صاف دل رہتے ہیں اور بدستور بُرا کہنے والے سخت الفاظ کہنے والے کے ساتھ وہی خوش اخلاقی اور ملاطفت کا معاملہ فرماتے ہیں۔ غرض حضرات صوفیاء کرام کے قلوب ہمہ وقت تجلیاتِ الٰہیہ انوارِ ذات سبحانی سے منوّر و متجلی رہتے ہیں۔ ہر وقت خدائے تعالیٰ کے ساتھ اور خدائے تعالیٰ اُن کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اس لیے ان حضرات کی ہمنشینی خُدا ہی کی ہمنشینی ہوتی ہے۔

اور چونکہ ہمارے شیوخ نائبینِ رسول ہیں اس لئے ان کا ادب احترام خدمت ضروری ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ کہ شیخ اپنی جماعت میں ایسا ہوتا ہے جیسا کہ نبی اپنی اُمّت میں ہوتا ہے۔ پس جو شخص اپنے تمام اوقات کو شیخ

Marfat.com

کامل کی خدمت میں صرف کر دے گا اور اپنے نفس کا اختیارِ کلی شیخ کو دے دیتا ہے اس کے متعلق توی امید ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ اس کو ضرور مقصود حاصل ہو جائے گا۔

عزیزانِ من! ہر مرض کا علاج جُدا گانہ ہے اس وجہ سے امراضِ قلبی میں طبیبِ روحانی حاذق یعنی شیخ وقت ہر مریض کو علیحدہ علیحدہ دوا، معالجہ، طُرُق و تدابیر تعلیم فرماتا ہے لیکن اس موقع پر مختصر سا اصولاً و اجمالاً طریقِ سلوک لکھا جاتا ہے یوں تو سلوک کے طریقے لاتعداد ہو گئے ہیں مگر ان سب میں تین راستے بہت قریب کے ہیں اور بیشتر اشخاص ان کے متحمل ہیں۔

پہلا طریقہ صلحاء و اخیار کا ہے وہ یہ ہے کہ تمام شرعی فرائض واجبات اور سنن مؤکدہ نماز روزہ تلاوتِ قرآن پاک اور حسبِ موقع زکواۃ، حسبِ موقع حج، حسب موقع جہاد، سب ہی کچھ کرنا ہوتا ہے۔ لیکن اس طریق میں منزلِ مقصود تک رسائی دیر میں ہوتی ہے۔

دوسرا طریق مجاہدات و ریاضات کا ہے وہ یہ ہے کہ ان امورِ مذکورہ طریقہ اولیٰ کے علاوہ تمام اخلاقی غلطیوں کوتاہیوں کو، خوبیوں، اچھائیوں سے تمام غلط کاریوں، بداخلاقیوں کو اخلاقِ حمیدہ، اخلاقِ فاضلہ سے بدل دے یہ وہ طریق ہے جس میں اکثر فائز المرام ہوتے ہیں۔ واصل بحق ہوتے ہیں

اور یہ طریق ابرار کا ہے۔

تیسرا طریقہ شطاریہ کا ہے وہ یہ ہے کہ تمام علائق دنیا سے قطع تعلق کر لیتے ہیں اور انسانی صحبتوں سے جُدا رہتے ہیں ان کا مطمح نظر سوائے درد واشتیاق کے ذوق وشوق ذکر وشکر کے کچھ نہیں ہے ان کی نظر میں کشف وکرامات تک کچھ مستحسن نہیں بس اپنے اوقاتِ عزیز کو مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا کی استقامت میں صَرف کرتے ہیں۔ یہ طریق پہلے دو طریقوں سے جلد مقصدِ حقیقی قربِ الٰہی، واصل بحق ہونے میں بفضل حق اکمل واتم ہے اس سے سالک جلد تر مقصد تک پہنچ جاتا ہے۔

تنبیہہ مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا کی تفصیل شریعت وتصوّف کے شروع میں ذکر کی جا چکی ہے ضمناً پھر یہاں بیان کی جاتی ہے۔ اور وہ ذرائع اس طریق میں بمعنی مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا دس ہیں

اوّل: توبہ یعنی کوئی مطلوب سوائے خدائے تعالیٰ کے نہ ہو جیسا کہ موت کے وقت ہوتا ہے۔

دوسرے: زُہد یعنی دنیا و مافیہا سے کچھ تعلق نہ رکھے جیسا کہ بوقتِ موت ہوتا ہے۔

تیسرے: توکّل یعنی اسبابِ ظاہری کو ترک کر دے۔ جیسا کہ موت کے وقت ہوتا ہے۔

چوتھے: قناعت یعنی نفسانی وشہوانی خواہشوں کو ترک کر دے جیسا کہ

Marfat.com

موت کے وقت ہوتا ہے۔

پانچویں، عزلت یعنی لوگوں سے کنارہ کشی اور انقطاع اختیار کرے جیسا کہ موت کے وقت ہوتا ہے۔

چھٹے: توجہ یعنی خدا ہی کی طرف توجہ کرے اور اغراض کو اسی سے متعلق رکھے۔ جیسا کہ موت کے وقت ہوتا ہے۔

ساتویں: صبر یعنی تمام نفسانی لذات کو چھوڑے جیسا کہ موت کے وقت ہوتا ہے

آٹھویں: رضا یعنی اپنے نفس کی رضا مندی چھوڑ دے اور اللہ کی رضا پر رضا مند رہے اور اس کے ازلی احکام کا پابند ہو جاوے جیسا کہ موت کے وقت ہوتا ہے

نویں: ذکر یعنی اللہ کے ذکر کے سوا تمام اذکار کو ترک کر دے جیسا کہ موت کے وقت ہوتا ہے

دسویں: مراقبہ یعنی اپنی تمام قوت و اختیار کو چھوڑ دے جیسا کہ موت کے وقت ہوتا ہے

پس ہر طالب کو چاہیے کہ پہلے اتباع شیخ سے تمام بداخلاقیوں سے جو کہ لوازم مادیت سے ہیں اپنے کو صاف بنائے اور محفوظ رکھے اور اپنے کو کمالات و محاسن و مکارم اخلاق کا جامع بنائے اور دل میں سوائے خدا کے کسی کے خیال کو جگہ نہ دے حق تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائیں صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ؕ

احقر محمد مسیح اللہ عفی عنہ

تمت بالخیر

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوباتِ ثلٰثہ

مکتوب ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم ۔ امّابعد

(۱) اِنَّ النّفس لامّارۃٌ بالسوء

(۲) لا اقسم بالنّفس اللوامہ

(۳) یا ایتھا النّفس المطمئنّہ

مخلص محبّ من ۔ عزیز مکرم بندہ سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آنعزیز پر واضح ہو کہ صاحب ارادت وسالک پر نفس کی کیفیات سے واقف ہونا اور علامات سے شناسا ہونا اور شناخت رکھنا ضروری ہے ۔ تاکہ ہمہ وقت اِس پر

Marfat.com

نظر ہو اور نگرانی سہل تر ہو۔ اس سے تغافل ہو کر خدانخواستہ تخلّب نہ ہو۔

عزیزِ من! نفس تو ایک ہی ہے لیکن اس کی کیفیات تین طور پر ہیں۔

۱۔ نفسِ امّارہ ۲۔ نفسِ لوّامہ ۳۔ نفسِ مطمئنّہ

نفس کی اصل جبلّت امّارہ ہونا ہے پھر لوامہ ہو جاتا ہے پھر مطمئنہ بن جاتا ہے۔

نفسِ امارہ

نفسِ امّارہ کو امّارہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ برائیوں کا حکم کرتا ہے اور اس کی یہ عادتِ خبیثہ یہاں تک ہے کہ معمولی شہوت دُنیوی کے عوض آخرت ہی کو بیچ دیتا ہے چنانچہ اس کے خصائص سے یہ ہے۔

خصائص وصفاتِ نفسِ امّارہ

بخل، حرص، حسد، جہل، کبر، شہوت غضب، غفلت، طمع، کذب، ریا، بغض، بدخلقی، لایعنی امور میں مشغولی۔ استہزاء۔ زبان و ہاتھ سے ایذا رسانی۔ کینہ۔ طویل طویل خواہشات اور غیبت۔ یہ سب اس کے خصائص وصفات سے ہیں۔

آثارِ نفسِ امّارہ

یہ نفسِ امّارہ اپنی جبلّت کے باعث اس طرح ظلمات میں رہتا ہے کہ وُہ خیر و شر میں امتیاز ہی نہیں کرتا بلکہ عزیزِ من! شیطان کا اس کے اغوا میں وسیلہ اور آلۂ کار

Marfat.com

بنتا ہے۔ میرے مخلص عزیز ! تمہارے دو دشمنوں میں یہ بڑا دشمن ہے اس سے بہت ہی زیادہ ہوشیار اور بیدار رہنا چاہیے جسکا طریق یہ ہے

طریقِ اصلاحِ نفسِ امّارہ (۱) علم شریعت سے واقفیت (۲) ہرآن اپنے نفس کا محاسبہ (۳) اس کو موت سے عذابِ قبر سے، قیامت کے ہولناک حالات سے ڈرلتے رہنا (۴) اپنے لئے عجز و ذلّت، انکسار و مسکنت اور خضوع اختیار کرنا (۵) نوافل اور قسم قسم کی نیکیوں کے ذریعے تقرب الی اللہ کو تضرع و ابتہال لازم پکڑنا تاکہ اللہ تعالیٰ اس نفسِ امّارہ کی طبعی ظلمت سے نکال دیں۔

انتباہ عزیزمن ! ایسا ہرگز نہ ہو کہ گھبرا کر اور ملول ہو کر دعا کرنا چھوڑ دو۔ یا کامیابی اور فتح کو بعید سمجھ کر سست اور تنگدل ہو جاؤ۔ کیوں کہ یہ چیزیں مُرید کے رشتہ ہی کو منسوخ کر دینے والی ہیں۔ بلکہ جو چیزیں تعلیم کی گئی ہیں ان میں نہایت تندہی اور چُستی سے لگو اور مولیٰ محبوبِ حقیقی سے غافل کرنے والی چیزوں سے اعراض کرو۔ لایعنی امور میں مشغولی کو ترک کرو۔

پس اس مرتبہ نفسِ امّارہ میں یہ سب کام تمہارے کرنے کے ہیں تاکہ نفسِ امّارہ سے رہائی ہو۔ یہ نفسِ امّارہ کا بیان تھا۔

نفسِ لوّامہ نفسِ لوّامہ کو لوّامہ اس لئے کہتے ہیں کہ نفس جب کسی برائی میں واقع ہوتا ہے تو صاحبِ نفس کو ملامت کرتا ہے۔

خصائصِ و صفاتِ نفسِ لوّامہ ملامت، ہویٰ، مکر، عجب، ریا، ظلم، غیبت، کذب، غفلت، حُبِّ جاہ، حُبِّ شہوت، اس نفس لوّامہ کے ساتھ کبھی محض صفات نفسِ امّارہ کے بھی پائے جاتے ہیں۔

فرق درمیان امّارہ و لوّامہ باوجود بعض صفات میں مشارکت کے امّارہ اور لوّامہ میں یہ فرق ہے کہ لوّامہ حق کو حق، باطل کو باطل، فاسد کو فاسد اور قبیح کو قبیح سمجھتا ہے۔ اور یہ نسبت پہلے کے زیادہ سمجھتا ہے کیوں کہ اس مرتبہ میں اس کو ملکوتی روشنی سے جس کو اللہ تعالیٰ سالک کے قلب میں روشن فرماتے ہیں کچھ روشنی مِل جاتی ہے جس کے باعث سالک مجاہدہ کے ذریعے صفات ذمیمہ و رذیلہ سے خلاصیِ نجات پائے اور اخلاقِ حمیدہ سے متخلق و متصّف اور آراستہ و مزّین ہوجائے۔ لیکن ابھی تک وہ خلاصی نہیں پائے ہوتا۔ البتہ شرعِ شریف کی متابعت کی رغبت اس میں پیدا ہوچکی ہوتی ہے اوراس کے لئے مجاہدہ کا خیال بھی پیدا ہوجاتا ہے اسی لئے اس مرتبہ میں اس سے کچھ اعمال صالحہ بھی ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، صدقہ، تلاوت، کچھ تسبیحات وغیرہ لیکن ان اعمالِ صالحہ میں رذائل کی بھی آمیزش ہوتی رہتی ہے۔ جیسے ریا، عجب، طلب مدح ہونا، اپنے اعمالِ صالحہ پر مخلوق کی تعریف و ثنا کی خواہش کا ہونا۔ اب اس حالت پر پہنچ کر نگرانی کے ساتھ اپنی برائیاں

اپنے عیوب کا استحضار ہوتا رہتا رہے اور اس سے تغافل انقطاع کا سبب ہو جاتا ہے۔

طریقِ خلاصی پس اس سے خلاصی پانے کیلئے دو کام کرنے ہوتے ہیں (۱) ایک مجاہدہ (۲) دوسرے کثرتِ ذکر۔

طریقِ ترقی اب اس مقام پر تجلیٔ افعالی کا ظہور ہو گیا تو عجب و ریا کا خاتمہ ہو جائے گا کیوں کہ سالک اس وقت کسی عمل کو اپنا سمجھے ہی گا نہیں تو عجب کس عمل پر کرے گا۔ وہ تو۔ عزیز من! ہمہ وقت اپنے خالق و مالک کی حمد و شکر میں لگا رہے گا اور خوف کرتا رہے گا کہ اگر شکر میں کوتاہی ہوئی تو یہ نعمت ہی سلب نہ ہو جائے۔ پس عجب و ریا تو نہ ہوگا البتہ اس مقام پر خواطر و وساوس کی کثرت ہو جاتی ہے جس کی مدافعت و علاج بے التفاتی ہے اور ذکر جہر میں کثرت اور اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا رہنا ہے۔ شیطان و انس میں سے ہر اس چیز سے جو اللہ سے قطع کر دے۔ یہ تھا نفسِ لوّامہ کے متعلق۔

نفسِ مطمئنّہ نفس مطمئنّہ یہ ہے کہ بتوفیقہٖ تعالیٰ نفسِ امّارہ اور نفسِ لوّامہ مجاہدہ و ریاضت اور کثرتِ ذکر اور ترجیح خلوت بجلوت کے ذریعہ بنگرانی و نگہداشت نفس رجوع الی اللہ ہوتا رہا تو ایک کیفیت سکینہ و طمانیت کی راسخ ہو جاتی ہے۔ اسی لئے اس کو مطمئنّہ کہا جاتا ہے

خصائص و صفاتِ مطمئنّہ جود۔ توکل۔ خشیت و تذلل۔ عبادت۔

Marfat.com

رضا و شکر۔ انس و شوق۔ شریعت کا طبیعت بن جانا۔ طاعت کی طرف رغبت جبلّت ہونا۔ معصیت سے نفرت فطرت ہوجاوے غیر اللہ سے غنائے تام ہوجاوے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے ساتھ متخلق ہو اس طرح کہ آپ کی اتباع کے بغیر چین نہ ہو فنائیتِ کاملہ۔ احسانِ تام۔

نہایت آثارِ نفس مطمئنہ یہ مقام مقام تمکین اور عین الیقین ہے اور ایمانِ کامل کا مقام ہے۔ اس وقت اس مقام پر پہنچ کر تمہارے باطن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کچھ اور ہی انداز کی ہو جائیگی جو اس سے پہلے کی محبت سے جُدا ہی نوعیّت کی ہوگی۔

اِنتباہ عزیزمن! یہ یاد رکھنا اور باخبر رہنا کہ اس مقام پر پہنچ کر دعویٰ کمال کا کبھی نہ آوے یعنی یہ سمجھنا کہ نفس سے چھٹکارا ہوگیا ہے کیوں کہ اس وقت نفس کے اثر سے مامون ہوجاؤ گے اب اس کے شر سے غافل ہوجاؤ گے حالانکہ عزیزمن! دشمن سے غافل نہ ہونا چاہیے اگرچہ کتنا ہی دوستی کا دعویدار ہو۔ پڑھا ہوگا۔ سنا ہوگا۔

دشمن اگرچہ دوستانہ گویدت ؞ دام داں دگرچہ زدانہ گویدت

خلاصہ خصائصِ آثارِ نفسِ مطمئنّہ پس جب اپنے نفس میں طمانیت کا مقام نصیب ہوجاتا ہے تو اس

Marfat.com

کی خاصیت یہ ہے کہ اتباع کتاب وسنت ہر بن رگ و پے میں سرایت کر جاتی ہے۔ بس شریعت تمہارے لئے میرے عزیز! طبیعت بن جائے اس کا یہ اثر ہے کہ تم کو رحمت ولطف خاص الٰہی کا ہاتھ پورے طور پر جذب کرے گا۔ یہی وہ یحببکم اللّٰہ ہے یہ جذب اس جذب سے مغائر ہے جو ابتدائے سلوک میں پیش آتا ہے۔ اس لئے یہ جذب کمالِ اتباع کا باعث ہوا ہے۔

اِن کنتم تحبّون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ۔ کا کامل مصداق ہو جاتا ہے۔

عزیز من! اب لسانِ سر سے یہ ندا دی جائے گی کہ

یاایتھا النفس المطمئنہ (اے نفسِ مطمئنہ)

بس اب یہ اثر ہوگا کہ اس طرف سے نسیان طاری ہوگا اور ادھر سے غیبت اور ادھر تمہارا قلب جمال حق کے مشاہدہ میں دوام مشغول ہوگا کہ نہ اس سے تھکے گا اور نہ اس کو اس سے سیری ہوگی۔

تاثیرِ نفسِ مطمئنہ

میرے عزیز مخلص! اب اس مقامِ عین الیقین سے بحصولِ کمالِ ایمان یہ حال ہوگا کہ مخلوق کی آنکھیں زیارت سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔ کلام کی جانب سامعین کان لگاتے ہیں۔ یہ اس لیے اب وہ اس مقام پر ہوتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "میں اس بندہ کی آنکھ ہو جاتا ہوں کہ اس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کی زبان ہو جاتا ہوں کہ

Marfat.com

وہ اس سے کلام کرتا ہے۔ میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں کہ وہ اس سے پکڑتا ہے۔ میں اس کا قدم ہو جاتا ہوں کہ وہ اس سے چلتا ہے اور میں اس کا دل ہو جاتا ہوں کہ وہ اس سے سوچتا ہے"

عزیزمن! اس مقام میں زبان حقائق اشیاء اور اسرار شریعت کی ترجمان ہوتی ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ اس کے قلب میں القاء فرماتے ہیں اور یہ کسی کتاب کے مطالعہ یا سننے کا مرہونِ منت نہیں ہوتا بلکہ میرے عزیز! اس کے باطن میں حق تعالیٰ کی طرف سے یہ آواز آتی ہے

اَنَا سِرُّكَ اَيُّهَا الحَبِيْبُ وَاَنْتَ سِرِّي فَقِرّ عيناً وَ طِبْ نفساً۔

عزیزمن! یہ ہیں نفسِ مطمئنہ کے خصائص اور اس کے آثار و صفات و تاثیرات۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے میرے عزیزِ مخلص محبِّ صادق کو اس سے نوازیں۔

احقر محمد مسیح اللہ عفی عنہٗ

۵ر محرم ۱۳۸۵ھ

Marfat.com

مکتوب ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہِ الکریم

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ۔

صدیقِ صادق عزیزِ مخلص بندہ سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

میرے عزیز! نسبت کا حاصل کرنا فرض ہے۔ اور جو چیز فرض ہو اس کے حاصل کرنے میں اس طریق کا معلوم کرنا بھی فرض ہے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ معلوم کیا جائے کہ نسبت کی حقیقت کیا ہے اور اس کے حاصل کرنے کا طریق کیا ہے؟ اس لئے اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر اپنے پیر و مرشد اعلیٰحضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ' سے جو پہنچا ہے پیش ہے۔

نسبت کی حقیقت نسبت کے معنی تعلق اور لگاؤ کے ہیں اور مراد ہے بندہ کا خاص تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور وہ ہے قبول و رضا کا تعلق جیسے کہ عاشق مطیع اور وفادار معشوق میں ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ فاسق اور کافر صاحب نسبت نہیں ہو سکتا۔

علامت نسبت نسبت کی علامت یہ ہے کہ صاحب نسبت کی

صحبت میں رغبت الی الآخرۃ اور نفرت عن الدنیا کا اثر ہو اور اس کی طرف دینداروں کو زیادہ توجہ ہو بہ نسبت دنیا داروں کے۔

ثمرہ نسبت مع اللہ بالذات و بالاصل اللہ تعالیٰ ہی سے تعلق ہو اور کسی سے بالذات تعلق نہ ہو۔ پس جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے تعلق نہ ہوگا تو پھر کسی شے کے فوت ہونے سے کوئی خاص قلق بھی نہ ہوگا۔

تحقق نسبت کی شرط نسبت کے متحقق ہونے کے لئے کامل رضائے حق شرط ہے مطلق رضا کافی نہیں۔ مطلق رضا تو ہر فعل حسن پر مرتب ہوتی ہے اگر کوئی مؤمن ارتکاب معصیت کا کرے اور اس کے بعد طاعت نماز وغیرہ بجا لائے تو گو گناہ پر ناراضگی مرتب ہوگی مگر نماز وغیرہ طاعت و عبادت پر رضا بھی مرتب ہوگی اس طرح افعال قبیحہ و اعمال حسنہ پر اپنی اپنی جگہ برابر ناراضی اور رضا مرتب ہوتی رہتی ہے (جو کہ نفس لوامہ کی حالت ہے) لیکن اس سے نسبت کا تحقق نہیں ہوتا۔ بلکہ نسبت کے تحقق کے لئے رضائے تام شرط ہے۔

مثال رضائے ناتمام رضائے ناتمام کی عزیز من! بالکل ایسی مثال ہے جیسے مریض کی حالت میں عارضی افاقہ ہو جائے گو وہ بھی غنیمت ہے لیکن اس کا نام صحت نہیں۔

اسی طرح گاہے طاعت کا معصیت کے ساتھ شمول ہونا اس

Marfat.com

کا نام نسبت مع اللہ نہیں۔ لہٰذا حصول نسبت کے ترتب وتحقق کے لئے یہ ترتیب ہے جس پر رضائے تام مرتب ہوگی جو کہ وہ شرط ہے نسبت کے حصول کی۔

تفصیل ترتیب حصول نسبت

علم دین بقدر ضرورت ہونا۔ اوّل دو نفل بہ نیت توبہ پھر بتکلف بمقاومت نفس اعمال ظاہرہ و اعمال باطنہ کی اصلاح۔ بالخصوص اعمال باطنہ اخلاق کی اصلاح جو کہ نہایت اہم اور زیادہ دشوار ہے۔ ایک معتد بہ کافی مدت تک اہتمام و التزام سے مواظبت رکھنا یہاں تک کہ وہ اعمال ظاہرہ و باطنہ حال بن جائیں کہ بسہولت ادا ہوں اور رسوخ پیدا ہو جائے جس کو مقام کہتے ہیں۔ اسی سہولت کے لئے تمام اذکار اشغال۔ مراقبات۔ مجاہدات۔ ریاضات مقرر کئے گئے ہیں۔ باقی اصل چیز اصلاح اعمال ظاہرہ و باطنہ ہی ہے۔ اسی پر نسبت حقیقی ترتب ہوتی ہے۔ جب بندۂ مومن اعمال ظاہرہ و باطنہ پر مداومت کرتا ہے تو حق تعالیٰ کو اس کے ساتھ رضائے دائمی کا تعلق ہو جاتا ہے۔ پس یہ حقیقت ہے نسبت مع اللہ کی۔

عزیز من! صرف ذکر دائم یا دوام حضور یا ملکۂ یاد داشت مزاولت و مشق سے بدوں اصلاح اعمال ظاہرہ و باطنہ نسبت کی حقیقت نہیں البتہ اصلاح اعمال ظاہرہ و باطنہ کی مداومت کے ساتھ حصولِ نسبت میں یہ چیزیں معین بہت ہیں۔ کیوں کہ عزیز من! جس کو ہر وقت

Marfat.com

حق تعالیٰ کا دھیان ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہونا مستبعد ہے

خلاصہ

غرض نسبت کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو بندہ کے ساتھ ایک خاص تعلق رضا کا ہوجانا اور وہ مرتب ہوتا ہے اصلاحِ اعمالِ صالحہ باطنہ وظاہرہ پر

خاصیتِ نسبت

غرض نسبت کی خاصیت ایک خاص انجذاب ہے جس کے لوازم میں سے بفضلہٖ تعالیٰ سہولتِ طاعت وعبادت ہے اور دوامِ ذکر وحضورِ دائم ہے۔

بقائے نسبت

عزیزمن! یہ ہے وہ نسبت مع اللہ جو عادۃً پھر کبھی زائل نہیں ہوتی جیسے بالغ ہونے کے بعد صفتِ بلوغ کبھی زائل نہیں ہوتی، اسی کو صوفیائے کرام نے فناء کے عنوان سے تعبیر کرکے فرمایا ہے۔ اَلْفَانِیْ لَا یُرَدُّ۔ کہ فانی واصل کبھی مردود نہیں ہوتا

عدمِ منافات بصدورِ معصیت اتفاقاً

میرے عزیزِ صادق! یہ وہم نہ ہو کہ بعد حصول واصول نسبت بھی بعض صحابہ اور اولیاء اللہ سے معصیت کا صدور ہوا ہے پھر رضائے الٰہی کا تحقق کہاں رہا اور نسبت مع اللہ کہاں رہی؟

عزیزمن! ایسا اتفاق نہ رضاءِ دائمی کے خلاف ہے نہ نسبت مع اللہ کے منافی۔ خوب سمجھ لو۔ گہری دوستی کے بعد بھی اتفاقاً گاہے شکر رنجی بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن تدارک کے بعد پھر ویسا ہی تعلق ہوجاتا ہے بلکہ درحقیقت اس شکر رنجی اور ناراضی کے زمانہ میں بھی دوستی کا اصل تعلق بدستور قائم رہتا ہے اور وہ زائل نہیں ہوتا وہ شکر رنجی وناراضی محض عارضی ہوتی ہے اس کو خوب سمجھ لیں اور دل

Marfat.com

میں جمالیں۔

نظیر اس کو یوں سمجھیں جیسے تکمیل صحت کے بعد ضروری نہیں کہ کبھی اس حالت میں زکام بھی نہ ہو۔ اتفاقاً بدپرہیزی ہو اور اس بدپرہیزی سے نقصان نہ ہو۔ ضرور نقصان ہوگا لیکن یہ محض عارضی ہوگا۔ تدارک کے بعد پھر وہی حالتِ صحت عود کر آئے گی۔

دوسری مثال سمجھئے کہ درسیات سے فراغ کے بعد باوجود کمالِ علمی اور ذی استعداد ہونے کے کبھی کسی مقام پر اٹکتے ہی نہیں ؟ بلکہ گاہے کہیں بعد فراغ کے اٹکتا ہے لیکن ذرا توجہ سے اس سے نکل جاتا ہے۔ اس کو خوب سمجھ لیں۔

پس واصِل بحق صاحبِ نسبت سے اتفاقاً معصیت کا صدور نہ رضائے دائمی کے خلاف۔ نہ نسبت مع اللہ کے منافی۔ اللہ تعالیٰ آنعزیز کو دوام رضا و نسبتِ حقہ سے نوازیں۔

والسّلام

خلاصۂ روح سلوک

المجاهد من جاهد نفسهٗ

۱۔ طلب مقصود ہے وصول مقصود نہیں۔ یہ اہلِ طریق کے یہاں ثابت ہے۔ اور جب یہ مسلّم تو مقصود کے حصول کا قلب میں تقاضا نہ رکھنا چاہیے کیوں کہ یہ بھی حجاب ہے اس لئے کہ اس تقاضہ سے

Marfat.com

تشویش ہوتی ہے اور تشویش جمعیت و تفویض کو قطع کرنے والی ہے اور جمعیت و تفویض ہی شرطِ وصول ہے۔ آنعزیز اس کو خوب راسخ کرلیں اور جمالیں۔

۲۔ مجاہدہ مطلوب ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔

مجاہدہ حقیقیہ ، مجاہدہ حکمیہ

۱۔ مجاہدہ حقیقیہ یہ کہ ارتکاب و استدامت اعمالِ صالحہ ہو اور اجتناب عن المعاصی ہو۔

۲۔ مجاہدہ حکمیہ یہ کہ اُن مباحات کو ترک کرنا جو معاصی کی طرف مفضی ہوں۔

حقیقتِ مجاہدہ مجاہدہ کی حقیقت یہ ہے کہ معاصی کو بمقاومت نفس مطلقاً ترک کرنا اور یہ مقاومت و مخالفت نفس واجب و فرض ہے اور مباحات میں تقلیلاً مخالفت ہو اور یہ مقاومت و مخالفت مستحب ہے مگر یہ مخالفت ایسی ہے کہ مخالفتِ واجبہ کا حصولِ کامل اس مخالفتِ مستحبہ پر موقوف ہے۔

مثال مجاہدۂ مستحبہ میں تقلیل کی کم کھانا۔ کم سونا۔ کم ملنا۔ کم باتیں کرنا زیادہ عمدہ لباس نہ پہننا۔

آنعزیز آنمحب مخلص و صادق کو اللہ تعالیٰ وصول و رضا اور نسبت کی دولت سے نوازیں۔ آمین

احقر محمد مسیح اللہ عفی عنہٗ
۷، محرم ۱۳۸۵ھ یکشنبہ

مکتوب ۳

ایک شخص نے متوسلین میں سے حضرت والا دامت برکاتہم سے تبلیغ میں جانے کی اجازت چاہی۔ اس کے جواب میں حضرت والا نے یہ گرامی نامہ تحریر فرمایا جس میں حدود شرع میں رہتے ہوئے تبلیغی سفر میں جانے کی اجازت مرحمت فرمائی اور بھی متوسلین یا غیر متوسلین میں سے جو حضرات اجازت طلب کرتے ہیں تو اُن کو ان ہی حدود کی پابندی کے ساتھ اجازت مرحمت فرماتے رہتے ہیں۔

مکرّم بندہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تبلیغی سفر یا اجتماع وگشت میں اس طرح جائیں کہ گھر پر جو ذریعہ معاش اس کو سنبھالنے والا کوئی دوسرا معتبر آدمی موجود ہو تاکہ سلسلۂ معاش خراب نہ ہو جائے۔ مثلاً کاشتکار اپنی کھیتی باڑی اور اپنے جانوروں کو گھاس ڈالنے کے لئے کوئی معتبر شخص چھوڑ کر جائے۔ اسی طرح تاجر کے لئے ہے کہ اس کی دوکان کو کوئی سنبھالنے والا شخص موجود ہو۔ یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ بیماری یا موت کی حالت میں بھی تو ایسے حالات پیش آجاتے ہیں جن میں سلسلۂ معاش خراب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ حالات تو غیر اختیاری ہیں جن کا بندہ مکلف نہیں ہوتا اس کا بھی خیال رکھیں کہ جب جائیں تو گھر پر رات کے لئے کوئی دوسرا شخص محرم معتبر موجود ہو اور دن میں باہر کے کام کے لئے کوئی آدمی ہو تاکہ روزانہ کی بازار وغیرہ کی ضرورت میں تنگی نہ ہو۔

Marfat.com

قرض لے کر جانا نہ ہو۔ اگر کچھ تھوڑا سا قرض لینا بھی ہو تو اس کی ادائیگی کی صورت و ذریعہ اپنے پاس بظنِ غالب موجود ہو تاکہ قرض خواہوں کے تقاضے سے ذلت و شرمندگی نہ ہو۔

جن کی ملازمت ہو ان کو بخوشی اجازت ہو۔ جتنے دن رخصت ہو یا گھر جتنے دن کو کہہ کر جائے اتنے دن میں ہی واپسی ہو تاکہ گھر والوں کو تشویش نہ ہو اور اگر اتفاقاً رکنا یا روکنا معمولی چند دن کے لئے تو گھر پر ڈاک وغیرہ سے اطلاع کر دی جائے تاکہ گھر والوں کو انتظار و تکلیف کی پریشانی نہ ہو۔

علماء اور علم دین کی خدمت کو سب سے اعلیٰ و افضل و اقدم خدمت سمجھیں۔ علماء کی عظمت قلب میں بہت زیادہ ہو اور تبلیغ کا کام نہ کرنے والوں پر طعن و تشنیع و اعتراض نہ ہو۔

والسلام

احقر محمد مسیح اللہ عفی عنہ

حضرتِ مسیح الامّت کے خلفاءو مجازین

مجازینِ بیعت ــــ ہندوستان

۱۔ جناب مولانا مفتی سعید احمد صاحب لکھنوی مرحوم شیخ الحدیث جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد۔

۲۔ جناب مولانا نادر حسن صاحب مرحوم ضلع سہارنپور۔

۳۔ جناب قاضی القضاۃ مولانا سیّد عابد علی وجدی الحُسینی دارالقضاء موتی مسجد بھوپال۔

۴۔ جناب سیّد حسین صاحب (ریٹائرڈ ممبر بورڈ آف ریونیو) جنا منزل ۴/۳۶۱ ۔ سرسید نگر دودھ پور علی گڑھ

۵۔ جسٹس انوار احمد صاحب ریٹائرڈ ہائی کورٹ پٹنہ۔

۶۔ جناب مولانا عبد الرحیم صاحب مدراسی۔

۷۔ جناب ماسٹر محمد عیسیٰ خان صاحب موضع حمید پور براستہ بھپورہ ضلع اعظم گڑھ۔

۸۔ جناب مولانا قاری عبد الرحیم صاحب میواتی مدرس جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفر نگر یوپی۔

Marfat.com

۹۔ جناب مولانا محمد قمر صاحب ۳۲۶، اٹالہ الہ آباد ۳۔

مجازینِ صحبت ـــــ ہندوستان

۱۔ جناب صوبیدار حاجی دوست محمد خان صاحب مرحوم مہندر گڑھ ریاست پٹیالہ۔

۲۔ جناب حافظ جمیل احمد صاحب مرحوم چرتھاول ضلع منظفر نگر یوپی۔

مجازینِ بیعت ـــــ پاکستان

۱۔ جناب حاجی محمد فاروق صاحب بیت الاشرف باعجمیات سکھر

۲۔ جناب الحاج مولانا حافظ ڈاکٹر ہومیو پیتھ محمد تنویر احمد خانصاحب بنگلہ نمبر ۴ سی۔ بلاک "اے" یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد سندھ

۳۔ جناب مفتی محمد وجیہہ صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم اشرف آباد ٹنڈوالہ یار ضلع حیدرآباد سندھ۔

۴۔ جناب ڈاکٹر عبدالغفار شیخ صاحب بی ایس سی۔ ایم بی بی ایس۔ براج روڈ سکھر۔

۵۔ جناب کرنل ارشاد ایاز صاحب چوبرجی کواٹرز ملتان روڈ لاہور۔

Marfat.com

۶۔ جناب ڈاکٹر (ہومیو پیتھ) عقیل الدین احمد صاحب ۸؍ ۷۔ اے ماڈل ٹاؤن لاہور۔

۷۔ جناب عبدالرحیم صاحب بلکی کراچی۔

۸۔ جناب قاضی عبدالحی صاحب مرحوم اوکاڑہ۔

۹۔ جناب حکیم عزیز الدین صاحب مرحوم کراچی۔

۱۰۔ جناب انعام الحق صاحب مرحوم راولپنڈی۔

۱۱۔ جناب حاجی محمد بشیر احمد صاحب زمیندارہ بوٹ شاپ لیہ۔

۱۲۔ جناب عزیز الدین صاحب منڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات۔

۱۳۔ جناب حاجی محمد اسماعیل صاحب منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات۔

مجازینِ صحبت ـــ پاکستان

۱۔ جناب اکرام الحق صاحب راولپنڈی۔

۲۔ جناب خلیل احمد صاحب موتی بازار نواب شاہ۔

مجازینِ بیعت ـــ جنوبی افریقہ

۱۔ جناب مولانا منشی موسیٰ یعقوب صاحب راوت اِنانڈا ویرلم نٹال۔

۲۔ جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب کٹھرادا ویرلم نٹال۔
۳۔ جناب مولانا عبدالحق صاحب ڈیلسائی پورٹ ایلزبتھ کیپ پراونس
۴۔ جناب مولانا احمد صادق صاحب مہتر دربن نٹال۔
۵۔ جناب مولانا عمرجی صاحب دربن نٹال۔

مجازین صحبت ـــ جنوبی افریقہ

۱۔ جناب ڈاکٹر عبدالقادر ہنسا صاحب لیڈیسمتھ نٹال۔
۲۔ جناب الحاج محمد یوسف صاحب کٹھرادا ویرلم نٹال۔
۳۔ جناب الحاج محمد بنّا صاحب جزیرہ ری یونین۔
۴۔ جناب مولانا محمد ہاشم صاحب راوت، والسال (یوکے)
۵۔ جناب مفتی رشید میاں صاحب واٹرفال ٹرانسوال۔

Marfat.com

شجرة طيبة چشتية امدادية اشرفية مسيحية منظومة

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد وعلى آل سيدنا ومولانا محمد وبارك وسلم

یا دائم الانعام والاحسان ارحم على العبد الفقير الجاني
فبسيدي شيخي عہ مسيح الله من وجهه كالقلب في اللمعان
بالشيخ فاضل عصره اشرف علي داعي طريقك حامل القرآن
فبمرشدي غوث الورى شمس الهدى مقدام اهل العشق والهيمان
الشيخ امداد الله القطب العلي الجاه ذي التمكين والعرفان
وبكاشف الظلمات نور محمد وبسيدي عبد الرحيم الفاني
وبعبد باري ذاك شيخ شيوخنا وبعبد هادي للزمان امان
وبحق عضد الدين حق محمد ومحمدي ظاهر البرهان
وبحق مولانا محب الله من اعيت مدائحه وسيع بيان
بابي سعيد ماجد متورع بنظام دين عارف رباني
بجلال دين ذي المكارم والعلى وبعبد قدوس عظيم الشان
بمحمد قطب الورى وبعارف هو للورى كالماء للظمآن
وبحق عبد الحق قدس سره بجلال دين ذا كبير اوان
بالشيخ شمس الدين قدوة عصره بعلاء دين صابر حقاني
بفريد دين الحق عم فيوضه وبقطب دين ذاك قطب زمان

عہ یہ شعر حضرت والا کے متوسلین کے لئے بڑھایا گیا ہے۔ احقر محمد فاروق عفی عنہ۔

Marfat.com

بِمُعِينِ دِينِ اللّٰهِ صَاحِبِ سِرِّهٖ غَوْثِ الْوَرٰى وَبِسَيِّدِيْ عُثْمَانَ
وَبِحُرْمَةِ الْحَاجِي الشَّرِيْفِ إِمَامِنَا بِالْخَوَاجَه مَوْدُوْدٍ وَحِيْدِ زَمَانٍ
وَبِسَيِّدِيْ كَهْفِ الْوَرٰى عَلَمِ الْهُدٰى بُوْيُوْسُفٍ فِي الْفَيْضِ كَالتَّهْتَانِ
بِمُحَمَّدٍ ذِي الْمَجْدِ وَالْعَلْيَاءِ مَنْ قَدْ فَاقَ عِرْفَانًا عَلَى الْأَقْرَانِ
وَبِحُرْمَةِ الشَّيْخِ الْكَرِيْمِ الْمُقْتَدٰى بُوْاَحْمَدٍ فِي السِّرِّ وَالْإِعْلَانِ
وَبِحَقِّ بُوْاِسْحَاقَ مُرْشِدِ دَهْرِهٖ وَبِحَقِّ مُمْشَادٍ عَدِيْمِ الثَّانِيْ
بِأَبِيْ هُبَيْرَةَ ذِي الْمَقَامِ الْعَالِيْ بِحُذَيْفَةٍ هُوَ نُخْبَةُ الْأَعْيَانِ
وَبِحَقِّ اِبْرَاهِيْمَ سُلْطَانِ الْوَرٰى بِفُضَيْلِ الْهَادِيْ اِلَى الْإِحْسَانِ
وَبِحَقِّ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْفَرْدِ الَّذِيْ هُوَ فِي الْغَرَامِ كَطَافِحٍ سَكْرَانِ
وَبِحَقِّ خَيْرِ الْأَصْفِيَاءِ إِمَامِهِمْ حَسَنٍ وَّلَمْ يَرَ مِثْلَهُ الْعَيْنَانِ
وَبِحَقِّ مَوْلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَمِيْرِهِمْ وَاِمَامِ اَهْلِ الدِّيْنِ وَالْإِيْمَانِ
اَعْنِيْ عَلِيًّا خَيْرَ مَنْ وَّطِئَ الثَّرٰى مَاْوَى الضِّعَافِ مُجَلِّيَ الْاَحْزَانِ
وَبِحَقِّ سَيِّدِنَا النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ هُوَ لِلْخَلَائِقِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰنِ
مَنْ فَاقَ كُلَّ الْخَلْقِ فَضْلًا بَاذِخًا مَنْ سَادَ مَجْدًا عَالَمَ الْإِمْكَانِ
وَبِفَضْلِكَ الْجَمِّ الْعَمِيْمِ اِلٰهَنَا يَا غَافِرًا لِلذَّنْبِ وَالْعِصْيَانِ
قَدْ جَاءَ عَبْدُكَ بَاكِيًا مُسْتَغْفِرًا مُتَوَسِّلًا بِاَوْلِيَائِكَ الْاَعْيَانِ
فَاغْفِرْ خَطَايَاهُ وَطَهِّرْ قَلْبَهٗ عَنْ مَّا سِوَاكَ اَيَا رَجَاءَ الْعَانِيْ
سَلِّطْ عَلَيْهِ الْعِشْقَ حَتّٰى لَا يَرٰى مَوْلَايَ غَيْرَكَ كَائِنًا بِمَكَانٍ
ثُمَّ السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى خَيْرِ الْوَرٰى وَرَسُوْلِكَ الْعَدْنَانِيْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجرۂ طیبہ چشتیہ امدادیہ اشرفیہ مسیحیہ منظومہ فارسی

یا الٰہ العالمین و یا رحیم و یا قوی ⁂ رحم کن بر حالِ زارم بہر فیضانِ نبی
دست گیری از تو خواہم اے خدائے دو جہاں ⁂ بہرِ فیضِ شاہ مسیح اللہ و شاہ اشرف علی
بہر امداد و بنور حضرتِ عبد الرحیم ⁂ عبد باری عبد ہادی عضدِ دین مکی ولی
ہم محمدی و محب اللہ و شاہِ بو سعید* ⁂ ہم نظام الدین جلال و عبد قدوس احمدی
ہم محمد عارف و ہم عبد حق شیخ جلال ⁂ شمس دین ترک و علاؤ الدین فرید جود ہنی
قطبِ دین و ہم معین الدین و عثمان شریف ⁂ ہم بہو دود و ابو یوسف محمد احمدی
بو اسحاق و ہم ممشاد و ہبیرہ نامور ⁂ ہم حذیفہ و ابن ادہم ہم فضیلِ مرشدی
عبدِ واحد ہم حسن بصری علی فخر دین ⁂ سیّد الکونین فخر العٰلمین بشریٰ نبی

پاک کن قلبِ مرا تو از خیالِ غیرِ خویش
بہر ذاتِ خود شفایم دہ ز امراضِ دلی

---

* یہ شعر حضرتِ والا کے متوسلین کے لئے بڑھایا گیا ہے۔ احقر محمد فاروق عفی عنہ

Marfat.com

شجرۂ طیبہ

چشتیہ - امدادیہ - اشرفیہ - مسیحیہ منظومہ

حمد ہے سب تیری ذاتِ کبریا کیواسطے | اور درود و نعت ختم الانبیاء کیواسطے

فضل کر ہم پر الٰہی مجتبیٰ کیواسطے

در بدر پھرتی ہے خلقت التجا کیواسطے | آسرا تیرا ہے پر مجھ بے نوا کیواسطے

رحم کر مجھ پر الٰہی اولیاء کیواسطے

ان بزرگوں کو شفیع لایا ہوں میں ہو کر ملول | کیجیو یہ عرض میری انکی برکت سے قبول

ہاتھ اُٹھاؤں جب ترے آگے دعا کیواسطے

بخش تمکین اور تلون سے مجھے محفوظ رکھ | معرفت سے یا الٰہی دل میرا معمور رکھ

شاہ مسیح اللہ ولیؔ باصفا کیواسطے

کر مجھے علم و عمل سے اے خدا آراستہ | بابِ عرفاں کا کشادہ ہوئے مجھ پر راستہ

۶ رجب ۱۳۶۲ھ — حضرتِ اشرف علی شمس الہدیٰ کیواسطے — تھانہ بھون مظفر نگر

دین و دنیا میں نہ کھاؤں ٹھوکریں اے کبریا | عاجز و مسکین ہوں طالب تری امداد کا

۱۲ جمادی الآخر ۱۳۱۷ھ — حاجی امداد اللہ پارسا کیواسطے — مکہ معظمہ جنت المعلیٰ

Marfat.com

پاک کر ظلماتِ عصیاں سے الٰہی دل مرا | کر منور نورِ عرفاں سے الٰہی دل مرا

۴ رمضان المبارک سنہ ۱۲۵۹ھ حضرتِ نورِ محمد پُرضیا کیواسطے جھنجانہ ضلع مظفرنگر

ایسے مرنے پر کروں قرباں یارب لاکھ عید | اپنی تیغِ عشق سے کرے اگر مجھ کو شہید

۲۷ ذی قعدہ سنہ ۱۲۴۶ھ حاجی عبدالرحیم اہلِ غزا کیواسطے پنجار ملک ولایت

کردہ پیدا درد وغم میرے دلِ افگار میں | بار پاؤں جس سے آ کے یاری ترے دربار میں

۱۱ شعبان جمعہ سنہ ۱۲۲۶ھ شاہ عبدالباریؒ شہ بے ریا کیواسطے امروہہ ضلع مرادآباد

شرک و عصیاں وضلالت سے بچا کر اے کریم | کر ہدایت مجھ کو اب راہِ صراطِ مستقیم

جمعہ ۳ رمضان المبارک سنہ ۱۱۹۰ھ شاہ عبدالہادیؒ پیرِ ہُدیٰ کیواسطے امروہہ ضلع مرادآباد

دین و دنیا کی طلب عزت نہ سرداری مجھے | اپنے کوچے کی عطا کر ذلت و خواری مجھے

۷ رجب سنہ ۱۱۷۲ھ شاہ عضدالدین عزیزِ دوسرا کیواسطے امروہہ ضلع مرادآباد

دے مجھے عشقِ محمد اور محمدیوں میں گن | ہو محمد ہی محمد ورد میرا رات دن

شہ محمد اور محمدیٔ اتقیا کیواسطے

حُبِ حق، حُبِ الٰہی، حُبِ مولیٰ حُبِ رب | الغرض کردے مجھے محوِ محبت سب کا سب

۱۹ رجب سنہ ۱۰۵۸ھ شہ محب اللہ شیخِ باصفا کیواسطے الہ آباد

گرچہ ہیں غرقِ شقاوت ہوں سعادت سے بعید | پر توقع ہے کرے مجھ سے شقی کو تو سعید

بوسعیدِ اسعدِ اہلِ ورع کیواسطے گنگوہ ضلع سہارنپور

تھا ل ابتر حال ابتر سب مرے ابتر ہیں کام | لطف سے اپنے مرے کر ملک و دیں کا انتظام

۸ رجب سنہ ۱۰۰۵ھ شہ نظام الدین بلخی مقتدا کیواسطے بلخ

ہے یہی بس دین میرا اور یہی سب ملک و مال | یعنی اپنے عشق میں کر مجھ کو باجاہ و جلال

Marfat.com

۱۴ ذی الحجہ ۹۸۹ھ — شہ جلال الدین جلیلِ اصفیا کیواسطے — تھانیسر

حبِ دنیاوی سے کرکے پاک مجھ کو اے حبیب | اپنے باغِ قدس کی کر سیر تو میرے نصیب

۲۵ جمادی الآخر ۹۴۴ھ — عبد قدوس شہِ قدس و صفا کیواسطے — گنگوہ شریف

کر معطر رُوح کو بوئے محمد سے مری | اور منور چشم کر روئے محمد سے مری

صفر ۸۹۸ھ — اے خدا شیخ محمد رہنما کیواسطے! — ردولی

کر عطا راہِ شریعت روئے احمد سے مجھے | اور دکھا نورِ حقیقت خُوئے احمد سے مجھے

صفر ۸۸۲ھ — شیخ احمد عارفِ صاحب عطا کیواسطے — ردولی

کھول دے راہِ حقیقت قلب پر یا حق مرے | کر تجلیِّ حقیقت قلب پر یا حق مرے

جمادی الثانی ۸۳۷ھ — احمد عبد الحق شہ مُلکِ بقا کے واسطے — ردولی

دین و دنیا کا نہیں درکار کچھ جاہ و جلال | ایک ذرہ درد کا یا حق مرے دل میں تو ڈال

۵ ذیقعدہ ۷۶۵ھ — شہ جلال الدین کبیر الاولیاء کیواسطے — پانی پت

ہے مکدر ظلمتِ عصیاں سے میرا شمس دیں | کر منور نور سے عرفاں کے میرا شمس دیں

۷۱۶ھ — شیخ شمس الدین ترک شمس الضحیٰ کیواسطے — پانی پت

اے مرے اللہ رکھ ہر وقت ہر لیل و نہار | عشق میں اپنے مجھے بیتاب و بے صبر و قرار

۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ — شیخ علاء الدین صابر بارضا کیواسطے — پیران کلیر شریف

دے حلاوت مجھ کو با تمکینیِ ایماں سے | اور حلاوت بخش گنجِ شکرِ عرفان سے

۵ محرم ۶۶۴ھ یا ۶۶۹ھ یا ۶۹۰ھ — شہ فرید الدین شکر گنج بقا کے واسطے — پاک پٹن

عشق کی راہ میں ہوئے جو اولیاء اکثر شہید | خنجرِ تسلیم سے اپنے مجھے بھی کر شہید

۰ ربیع الاول ۶۳۳ھ — خواجہ قطب الدین مقتول ولا کیواسطے — دہلی

بے ترے ہے نفس و شیطان در پے ایمان و دین | جلد ہو کر مرا یارب مدد گار و معین

۶ رجب ۶۳۲ھ شہ معین الدین جیبِ کبریا کیواسطے اجمیر شریف

یاالٰہی بخش ایسا بے خودی کا مجھ کو جام | جس سے جز عشق نبی ہووے نہ مجھ کو اور کام

۵ شوال ۶۱۷ھ یا ۶۳۲ھ خواجہ عثمان باشرم و حیا کیو اسطے مکہ معظمہ متصل مکان شریف

دور کر مجھ سے غم موت و حیاتِ مستعار | زندہ کر ذکر شریف حق سے اے پروردگار

رجب ۵۸۴ھ شہ شریف زندنی باالتقا کیو اسطے

آتش شوق اس قدر دل میں مرے بھر آوے ودود | ہر بُن مُو سے مرے نکلے تری الفت کا دود

۵۲۷ھ یا ۵۳۰ھ خواجہ مودود چشتی پارسا کیو اسطے چشت

رحم کر مجھ پر تواب چاہِ ضلالت سے نکال | بخش عشق و معرفت کا مجھ کو یارب ملک و مال

یکم جمادی الاولیٰ ۴۵۹ھ شاہِ بو یوسف شہ شاہ دگدا کے واسطے چشت

مست اور بے خود بنا بوئے محمدؐ سے مجھے | محترم کر خواری کوئے محمدؐ سے مجھے

ربیع الاول ۴۱۱ھ بومحمد محترم شاہ ولا کے واسطے

صدقہ احمد کے یہ ہے اُمید تیری ذات سے | کہ بدل کر دے مرے عصیاں کو حسنات سے

۳۵۵ھ احمد ابدال چشتی پارسا کیواسطے چشت

حد سے گزرا رنج فرقت اب تو اے پروردگار | کر مری شام خزاں کو وصل سے روز بہار

ربیع الاول یا آخر ۳۲۹ھ شیخ ابواسحٰق شامی خوش ادا کیواسطے مکہ از بلاد شام

شادی و غم سے دو عالم کے مجھے آزاد کر | اپنے درد و غم سے یارب دل مرا آباد کر

محرم ۲۹۹ھ خواجہ ممشاد علوی بو العلاء کیواسطے

ہے مرے تو پاس ہر دم لیک میں اندھا ہوں یہ | بخش وہ نور بصیرت جس سے تو آوے نظر

شوال ۲۷۵ھ بوہبیرہ شاہ بصری پیشوا کیواسطے بصرہ

عیش و عشرت سے دو عالم کے نہیں مطلب مجھے | چشم گریاں، سینہ بریاں کر عطا یارب مجھے

۱۵۲ھ شیخ حذیفہ مرعشی شاہِ صفا کیواسطے بصرہ

نے طلب شاہی کی نہ خواہش گدائی کی مجھے | بخش اپنے در تلک طاقت رسائی کی مجھے

۱۶۶ھ شیخ ابراہیم ادہم بادشاہ کیواسطے درشام علی الاصح

راہزن میرے ہیں دو قزاق با گرز گراں | تو پہنچ فریاد کو میری کہیں اے مستعان

محرم ۱۸۷ھ شہ فضیل ابنِ عیاض اہلِ دعا کیواسطے مکہ معظمہ

کر مرے دل سے تو اے واحد دوئی کا خوف دور | دل میں اور آنکھوں میں بھر دے سر بسر وحدت کا نور

۲۷ صفر ۱۷۶ھ یا ۱۸۶ھ خواجہ عبدالواحد بن زید شاہ کیواسطے

کر عنایت مجھ کو توفیقِ حسن اے ذو المنن | تا کہ ہوں سب کام میرے تری رحمت سے حسن

۴ محرم ۱۱۰ھ شیخ حسن بصری امام اولیاء کیواسطے بصرہ

دور کر دل سے حجابِ جہل و غفلت میرے رب | کھول دے دل میں درِ علم حقیقت میرے رب

۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ ہادی عالم علی شیرِ خدا کیواسطے نجف اشرف

کچھ نہیں مطلب دو عالم کے گل و گلزار سے | کر مشرف مجھ کو تو دیدارِ پُر انوار سے

۱۱ھ سرور عالم محمد مصطفیٰ کیواسطے مدینہ طیبہ زاد اللہ نورہا

آ پڑا در پر ترے میں ہر طرف سے ہو ملول | کر تو ان ناموں کی برکت سے دعا میری قبول

یا الٰہی اپنی ذاتِ کبریا کیواسطے

ان بزرگوں کے تئیں یارب غرض ہر کار میں | کر شفاعت کا وسیلہ اپنے تو دربار میں

مجھ ذلیل و خوار و مسکین و گدا کیواسطے

نے فقیری چاہتا ہوں نے امیری کی طلب | نے عبادت نے زہد نے خواہشِ علم وادب

دردِ دل پر چاہیئے مجھ کو خدا کیواسطے

عقل وہوش وفکر اور نعمائے دنیا بے شمار | کی عطا تو نے مجھے پر اب تو اے پروردگار

بخش وہ نعمت جو کام آوے سدا کیواسطے

گرچہ یہ ہدیہ نہ میرا قابلِ منظور ہے | پر جو ہو مقبول کیا رحمت سے تیری دور ہے

کُشتگانِ تیغ وتسلیم ورضا کیواسطے

حد سے ابتر ہو گیا ہے حال مجھ ناشاد کا | کر مری امداد اللہ وقت ہے امداد کا

اپنے لطف ورحمتِ بے انتہا کیواسطے

Marfat.com

شجرۂ طیبّہ چشتیّہ امدادیّہ اشرفیّہ مسیحیّہ منظومہ مختصرہ

حمد ہے سب تیری ذاتِ کبریا کیواسطے
اور درود و نعت ختم الانبیاء کیواسطے

اور سب اصحاب و آلِ مجتبیٰ کیواسطے
رحم کر مجھ پر الٰہی اولیاء کے واسطے

شاہ مسیح اللہ ولیٔ باصفا کے واسطے ع
حضرتِ اشرف علی شمس الہدیٰ کے واسطے

حاجیٔ امداد اللہ پارسا کے واسطے
حضرت نور محمد پرُ ضیاء کے واسطے

حاجی عبدالرحیم اہلِ غزا کے واسطے
شیخ عبدالباری شہِ بے ریا کے واسطے

شاہ عبدالہادی پیرِ ہُدیٰ کے واسطے
شاہِ عضد الدّین عزیزِ دوسرا کے واسطے

شہ محمد اور محمدی اتقیا کے واسطے
شہ محب اللہ شیخِ باصفا کے واسطے

بوسعید اہلِ ورٰی کے واسطے
شہ نظام الدین بلخی مقتدا کے واسطے

ع یہ شعر حضرتِ والا کے متوسلین کے لیے بڑھایا گیا ہے۔ احقر محمد فاروقی عفی عنہٗ

Marfat.com

شہ جلال الدین جلیلِ اصفیا کے واسطے
عبدِ قدوس شہِ صدق و صفا کے واسطے

اے خدا شیخ محمد رہنما کے واسطے
شیخ احمد عارفِ صاحب عطا کے واسطے
احمد عبدالحق شہ ملکِ بقا کے واسطے
شہ جلال الدین کبیرالاولیاء کے واسطے

شیخ شمس الدین ترک باصفیا کے واسطے
شیخ علاؤالدین صابر بارضا کے واسطے
شہ فریدالدین شکر گنج بقا کے واسطے
خواجہ قطب الدین مقبولِ ولا کے واسطے

شہ معین الدین حبیبِ کبریا کے واسطے
خواجہ عثمان باشرم وحیا کے واسطے
شہ شریف زندنی باالقا کے واسطے
خواجہ مودود چشتی پارسا کے واسطے

شاہ بو یوسف شہ شاہ و گدا کے واسطے
بو محمد محترم شاہِ ولا کے واسطے
احمد ابدال چشتی باسخا کے واسطے
شیخ ابواسحاق شامی خوشنوا کے واسطے

Marfat.com

خواجہ ممشاد علوی بو العلا کے واسطے
بوہبیرہ شاہِ بصری پیشوا کے واسطے

شیخ حذیفہ مرعشی شاہِ صفا کے واسطے
شیخ ابراہیم ادہم بادشاہ کے واسطے
شہ فضیل بن عیاض اہلِ دعا کیواسطے
خواجہ عبدالواحد بن زید شاہ کیواسطے

شیخ حسن بصری امام اولیاء کے واسطے
ہادیٔ عالم علی شیرِ خدا کے واسطے
سرورِ عالم محمد مصطفٰے کیواسطے
یاالٰہی اپنی ذاتِ کبریا کیواسطے

Marfat.com

تعارف "تسہیل المواعظ"

حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہ نے اپنے تقریباً ساڑھے تین سو مواعظ میں سے انتخاب کر کے ایسے باؤن مواعظ کو چنا جن میں خاص طور پر عام اہلِ اسلام مرد عورتوں کی دینی اور خانگی اصلاح کے مضامین ہیں، اور ایک عالم سے انکی تسہیل کرائی اور پھر انکی تسہیل، خود بھی اصلاح فرمائی، چنانچہ ان تسہیل شدہ مواعظ کی نسبت خود تحریر فرماتے ہیں۔

"احقر کے مواعظ میں بعضے مضامین خاص اہلِ علم کے سمجھنے کے تھے جن سے عوام کو دل تنگی ہوتی تھی پس ہر وعظ میں سے ایسے مضامین میں سے بعض کو کم کر دیا گیا، بعض کو بجید سہل کرا دیا گیا، یہ عوام کے لئے نہایت کار آمد ہوگا....."

"احقر کا مشورہ ہے کہ مثل بہشتی زیور کے کوئی گھر اس سے خالی نہ رہنا چاہیئے اس کا نفع گھر والوں کی درستی میں بہت جلد آنکھوں سے نظر آجائے گا۔

انشاء اللہ تعالیٰ۔ فقط ــــــ کتبہ اشرف علی، اوائل محرم ۱۳۲۵ھ

سال بھر میں تقریباً بچاس جمعے اور دو عیدیں کل باؤن ہی دینی اجتماع ہر سال ہوتے ہیں کیا عجب ہے کہ حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ نے اس باون کی تعداد کو اس لئے اختیار فرمایا ہو کہ کم از کم ان باون دینی اجتماعوں کے موقع پر تو اس وقت کی ضرورت کے تقاضے کے مطابق ان مواعظ میں سے ایک ایک وعظ کو ضرور ہی سنا دیا جایا کرے اور اسطرح ہر سال اس کا ایک دور تو ہوتا ہی رہے اگر اس سے زیادہ بھی موقع مل جائے تو سبحان اللہ وہ تو اور زیادہ نورٌ علیٰ نور ہوگا.... پس دین سے محبت رکھنے والے اور خود کو اور اپنے اہل و عیال کو دیندار بنانے کی تڑپ رکھنے والے مسلمانوں کے لئے حضرت حکیم الامت کا یہ مجوزہ نسخہ یقیناً فائدہ سے خالی نہیں۔

مواعظ کا یہ مجموعہ دو جلدوں میں عنقریب منظرِ عام پر آرہا ہے۔
شائقین حضرات اپنا آرڈر بک کرائیں :

Marfat.com

مواعظ اشرفیہ (تیس جلدوں میں)

از

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب نو: منشی عبدالرحمٰن خان صاحب تصنیف و تالیف کے حلقوں میں جانی پہچانی معروف شخصیت محترم جناب منشی عبدالرحمٰن خان صاحب (جہلیک ملتان) نے یہ سلسلہ ۱۹۶۴ء میں شروع کیا تھا جو نہایت مفید ثابت ہوا۔ گیارہ جلدیں انہوں نے شائع کیں جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ دنیا و آخرت ۲۔ علم و عمل ۳۔ دین و دنیا ۴۔ حقوق و فرائض ۵۔ عید میلاد النبی ۶۔ نظام شریعت ۷۔ حقیقت عبادت ۸۔ حقیقت مال و جاہ ۹۔ فضائل صبر و شکر ۱۰۔ فضائل صوم و صلوٰۃ ۱۱۔ تصوف و تقویٰ (یہ جلدیں اب بالکل نایاب ہو چکی ہیں جن کو شائع کرنے کا ادارہ ارادہ رکھتا ہے)

بتوفیقہ تعالیٰ "ادارہ تالیفات اشرفیہ" نے اس سلسلہ کو آگے شروع کیا اور بحمدہ تعالیٰ دو جلدیں نمبر ۱۲۔ محاسن اسلام نمبر ۱۳۔ دعوت و تبلیغ شائع کر چکا ہے۔ جب کہ جلد نمبر ۱۴ جزا و سزا زیر طبع ہے۔ ادارہ ان کے بعد دوسری جلدیں جلد منظر عام پر لانے کی کوشش کر رہا ہے۔ جن کے نام یہ ہیں۔

۱۵۔ تسلیم و رضا	۱۶۔ برکات رمضان
۱۷۔ حج و قربانی	۱۸۔ موت و حیات
۱۹۔ فضائل علم	۲۰۔ حقوق الزوجین
۲۱۔ ذکر و فکر	۲۲۔ تدبیر و توکل
۲۳۔ مفاسد گناہ	۲۴۔ آداب انسانیت
۲۵۔ اصلاح باطن	۲۶۔ حدود و قیود
۲۷۔ اصلاح اعمال	۲۸۔ راہ نجات
۲۹۔ زیر ترتیب	۳۰۔ زیر ترتیب

Marfat.com

شائقین مواعظ اشرفیہ جلد از جلد اپنے نسخے ریزرو کرائیں تاکہ شائع ہوتے ہی انہیں مہیا کی جائیں ـــــ تاکہ انہیں اگلے ایڈیشن کا انتظار نہ کرنا پڑے۔

اصلاحِ باطن کے لئے اکسیر کتاب

مکتوباتِ اشرفیہ (نیا اضافہ شدہ چوتھا ایڈیشن)

مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے اصلاحی مکاتب جو روحانی زندگی میں عجیب انقلاب پیدا کر دیتے ہیں۔

تالیف لطیف: حضرت اقدس مولانا حاجی محمد شریف صاحب مدظلہم

خلیفۂ ارشد: مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف صاحب تھانوی قدس سرہٗ

سات ابواب کی ـــــ یہ کتاب حضرت حاجی صاحب مدظلہم کی حضرت مجدد الملت سے مکاتبت پر مشتمل ہے جن میں بدرِ انِ زندگی پیش آنیوالے ـــــ اہم مسائل و معاملات کا عجیب و غریب حال بتلایا گیا ہے ـــــ

علاوہ ازیں اسمیں ـــــ حضرت کی اہلیہ مدظلہا کے خطوط بھی شامل ہیں جو عورتوں کی اصلاح کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں ـــــ اور حضرت والا کے خود شنید ملفوظات اور مشاہدہ میں آئی ہوئی کرامات اور حضرت والا کی معاصرین سے مکاتبت میں حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب، حضرت مفتی محمد حسن صاحب، حضرت مولانا خیر محمد صاحب، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا شبیر علی صاحب رحمہم اللہ، حضرت ڈاکٹر عبد الحئی صاحب، حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہم العالی کے خطوط بھی شامل ہیں۔ اور آخر میں وصیت بھی درج ہے ـــــ

عمدہ پیپر مجلد اعلیٰ

قیمت ۲۷/- روپے

Marfat.com

الرحمٰن فسئل به خبیرا

رحمٰن کی شان کسی باخبر سے پوچھو

شریعت و تصوف

محمدیہ

فن تصوف کی مکمل و مدلل کتاب

تالیف لطیف

مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ خان صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ ارشد

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی

قدس سرہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ

پوسٹ بکس نمبر ۱۲۰ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان۔ پاکستان

Marfat.com